قرآن اور صاحبِ قرآن

بشیر احمد چودھری

ناشر

مکتبۂ اشاعتِ ادب، انارکلی - لاہور

بار اوّل ۱۹۶۵ء
تعداد ۲۰۰۰

ناشر : اکتم ملک
مطبوعہ : عالمگیر الیکٹ
قیمت : ۹ روپے

Marfat.com

DATA ENTERED
۲۹۷۶۹۹۲۱
۲۸۳
۱۲۹۲۰
31.8.65. Siddiqe. LHR. Rs. 9.50

نذرِ عقیدت

ایک خطاکار اپنی عقیدت اور محبت کا یہ حقیر نذرانہ شاہِ مدینہؐ کے حضور گذار کر اپنی شفاعت کے لیئے ملتجی ہے ۔۔۔!

بندۂ ناچیز

بشیر احمد چودھری

Marfat.com

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

مندرجات

داستانِ قدیم	۱۳
ارضِ القرآن	۲۳
ساکنانِ عرب	۲۳
رحمت اللعالمینؐ صاحبِ القرآن	۳۶
صبحِ صادق	۳۸
ابوطالب کے گھر میں	۴۴
شادی	۴۷
دن کا اُجالا	۵۱
آفتابِ رسالت کی ضو پاشی	۵۷
معراج	۷۶
ہجرت	۷۹
یثرب سے مدینۃ النبی	۸۳
جنگِ بدر	۹۲
ابوسفیان کی قسم	۹۷
جنگِ احد	۱۰۰
جنگِ احزاب	۱۰۴
بنو قریظہ کا جھگڑا	۱۱۰
صلح حدیبیہ اور اشاعتِ اسلام	۱۱۳

Marfat.com

فتحِ خیبر	۱۲۰
فتحِ مکّہ	۱۲۴
قبائلِ ہوازن وثقیف	۱۲۹
واقعہ ایلا	۱۳۳
سفرِ تبوک اور عام الوفود	۱۳۷
حجۃ الوداع	۱۴۲
آغوشِ لحد	۱۴۹
اخلاقِ صاحب القرآن	۱۵۲
حدیثِ صاحب القرآن	۱۸۷
اعجازِ صاحب القرآن	۲۰۳
قرآن	۲۲۲
نزولِ قرآن	۲۲۵
تدوینِ القرآن	۲۲۹
نزولِ قرآن سے قبل	۲۳۸
توحید۔ قرآن کا پہلا انقلابی اعلان	۲۶۱
مساوات۔ قرآن کا دوسرا انقلابی اعلان	۲۷۵
اتحاد باہمی۔ قرآن کا تیسرا انقلابی اعلان	۲۸۷
جہاد ۔ قرآن کا چوتھا انقلابی اعلان	۲۹۴
اعتدال۔ قرآن کا پانچواں انقلابی اعلان	۳۰۵
زمین کے وارث صالح لوگ ہوں گے۔ قرآن کا چھٹا انقلابی اعلان	۳۱۱
جدوجہد قرآن کا ساتواں انقلابی اعلان	۳۱۸

Marfat.com

دعوت علم و تدبر قرآن کا آٹھواں انقلابی اعلان ۳۲۳

قرآن کا سب سے بڑا انقلابی اعلان حکومت الٰہیہ کا قیام ۳۲۷

قرآن کا دسواں انقلابی اعلان حالات زمانہ سے عبرت حاصل کرو ۳۳۷

گیتا، بائیبل اور قرآن کی تعلیم کا اخلاقی جائزہ ۳۴۲

قرآنی تعلیمات کا امتیاز ۳۴۶

عقائد القرآن ۳۵۶

عبادات قرآن ۳۶۸

حرف آخر ۳۸۴

Marfat.com

Marfat.com

زندگی کے اُداس لمحوں میں رنج والم کی المناک گھڑیوں میں مصائب و تکالیف کے ہجوم میں اُس وقت جب ہر طرف یاس واندوہ کی آندھیاں چھا رہی ہوں۔ ہماری رُوح کو تسکین دینے والی، ہمارے قلبِ مضطر کو اطمینان بخشنے والی، ہمیں تسلّی دے کر مائل بہ عمل کرنے والی صرف محبوبِ ازلی کے حضور گڑگڑا کر مانگی ہوئی دعا کی قبولیت کی اُمید ہی ہو سکتی ہے۔ اُس کارسازِ حقیقی اور دعائں کو سُننے والی ازلی اَبدی حقیقت کی طرف رہ نمائی کرنا صرف مذہب کا کام ہے۔ مذہب ہی ہمیں اس نورِ فطرت کے راستے کی بلندیوں اور پستیوں سے واقف کرتا ہے۔ اور یہی ہمیں اُس مقدس وادی کی طرف لے جاتا ہے جہاں اَبدی سکون۔ اطمینان اور سُرور و مسرت ہے۔ تمام مذاہب کی منزل ایک ہے مقصد ایک ہے ہر مذہب اپنے پیرؤں کو زندگی کے ایک بلند نصب العین سے آگاہ کرتا ہے۔ ہر مذہب ایک اَرفع اور پاکیزہ ہستی کے سامنے جُھکنے کا پیام دیتا ہے اخلاقِ حسنہ کا درس دیتا ہے۔ مگر ہم بجائے منزلِ معرفت کی طرف بڑھنے کے فروعات کی بنا پر راستے ہیں ایک دُوسرے سے اُلجھ جاتے ہیں۔ بجائے تسکینِ قلب کی وادی تک پہنچنے کے راستہ ہی میں ایک دوسرے پر اتہام تراشی تفسیق و تضلیل کر کے جہنم میں گر جاتے ہیں اسلام نے اہلِ عالم کو اس حقیقت سے آگاہ کیا۔ مگر سفید اقوام کے پروفیسر، ہندوؤں کے تمام نہاد مُدبر۔ اِس حقیقت کا اعلان کرنے والے پر ہی اعتراض کر کے اپنی بد باطنی کا اظہار کر رہے ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

داستانِ قدیم

انسان نے کب اس ویرانہ عالم کو آباد کیا۔ اور کونسا خطۂ ارض پہلے پہل اسکی پرورش گاہ بنا ہم یقین کے ساتھ آج بھی یہ نہیں بتا سکتے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آباد ہونے والی سرزمین بحیرۂ روم کا خطہ ہے بحیرۂ روم کے خطے ہی میں فلسطین۔ عراق۔ شام۔ مصر۔ اٹلی اور یونان کے ممالک ہیں۔ پرانی سے پرانی تاریخ ہمیں صرف ان ممالک کے متعلق ہی کچھ بتا سکتی ہے مگر سائنسدانوں کے نظریہ کے مطابق دنیا کروڑوں سال پرانی ہے لیکن ہمارے پاس قدیم سے قدیم آثار بھی دس ہزار سال سے زیادہ پرانے نہیں۔ دنیا کی قدیم ترین آبادیوں کے کھنڈر اور نشانات بھی مصر اور میدان عراق میں پائے جاتے ہیں بلکہ وہاں کی کھدائی سے نکلنے والے کتبوں سے متعلق ماہرین آثار قدیمہ کے اندازوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے شاید ہی کوئی دس ہزار سال پہلے کا ہو۔ یہی وہ سرزمین ہے جس پر پہلے پہل تہذیب نے جنم لیا یہی وہ علاقہ ہے جہاں سے دنیا کے چند مشہور مذاہب، یہودیت، مجوسیت، عیسائیت اور اسلام کے چشمے پھوٹے۔ زمانۂ قدیم میں یہی بحیرہ روم کے اردگرد کا علاقہ ہفت اقلیم یا کل عالم سمجھا جاتا تھا۔ اسی کے اردگرد کے سمندروں کو ہفت قلزم کا نام دیا گیا۔ اسی علاقہ میں آج ریت

Marfat.com

کے نیچے دبلے ہوئے سات سات منزلہ عمارتوں کے کھنڈر اور اہرام مصر جیسے پائدار کوہ پیکر مقبرے نظر آتے ہیں۔ دنیا کے سات عجائبات اسی علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے انقلاب یہیں واقع ہوئے۔ یہی علاقہ فلسفے کا منبع اور تہذیب کا مرکز رہا۔ اسی علاقہ میں ہنی بال جولیس سیزر ذوالقرنین اسارئس اور سکندر جیسے فاتح پیدا ہوئے۔ فنیقی۔ آشوری۔ کلدانی اور عبرانی تہذیب کے مرکز اسی علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے قیاس یہی کہتا ہے۔ کہ انسان کی اولیں آبادی اسی علاقہ میں ہوگی۔ اور اسی علاقہ میں کسی جگہ (غالباً مکہ میں) آدم نے اپنا اولین گھر بنایا ہوگا۔

آدم یا بنی نوع انسان کا جدِ محترم خلیوں سے بنایا اُس نے بوزنے سے اپنی صورت تبدیل کی یا وہ جنتِ خداوندی سے نکالا گیا۔ بہرحال ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تاریخ عالم کی ابتدا یہیں سے ہوئی ہے۔

تاریخ انسانی اس وقت تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پتھر کا زمانہ۔ دھات کا زمانہ اور موجودہ دور پتھر کا زمانہ وہ زمانہ ہے جب انسان اپنی رہائش پہاڑوں کے غاروں میں رکھتا تھا تن ڈھانپنے کے لیے صرف درختوں کے پتے اُسے میسر تھے جنگل کے پھل اس کی خوراک تھے۔ پانی پینے کے لیے اُسے کسی ندی نالے کے کنارے ڈیرا لگانا پڑتا تھا۔ یہ زمانہ چونکہ جہالت کا زمانہ تھا۔ اس لیے سیاسی اور تمدنی امور سے قطع نظر مذہبی طور پر یہ سخت توہم پرست تھا وہ ہر اس چیز کو جس کے متعلق سوچنے سے اس کی عقل عاری تھی اپنے سے برتر مان کر اس کی پرستش شروع کر دیتا۔ ویدوں کا مذہب اسی دور سے تعلق رکھتا ہے، سورج۔ چاند ستارے۔ درخت۔ مینڈک گھوڑے۔ آتش فشاں پہاڑ اس کے معبود تھے۔ اُس زمانہ کے لوگ قبائل میں منقسم سطح زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ کھانا اور سونا یہی دو کام جانتے تھے۔ اس لیے اُس ابتدائی دور میں جس مقدس انسان نے انہیں سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کی اُس نے انھیں صرف توحید کا سبق دیا۔ قدرت کی طرف سے پیش کردہ احکام بالکل مختصر تھے۔ ان کا مطلب ایک خدا کی پرستش کرنا تھا اس

خدا کی پرستش جس نے یہ سارا عالم پیدا کیا جس نے اس زمین پر پہاڑ قائم کر کے اس پر دریا چلائے اس دور کے متعلق ہماری معلومات بالکل مختصر ہیں۔ بعض غاروں میں کھدے ہوئے نقش و نگار سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ زمانہ حجریں غاروں کے اندر بسیرا کرتے والے لوگ بھی کسی ہستی کی پرستش کے قائل تھے۔

اس کے بعد عقل و شعور انسانی نے آہستہ آہستہ ترقی شروع کی بنی آدم نے غاروں سے نکل کر میدان میں رہائش اختیار کی۔ گڑھوں کی جگہ جھونپڑیاں۔ نیسے لی۔ پتوں کی جگہ چمڑے اور اون کا لباس پہنا جانے لگا۔ بستیاں تعمیر ہونی شروع ہو گئیں۔ نظام حکومت قائم ہوا ہات کے ہتھیار بننے لگے۔ اب ستاروں اور سورج کی بجائے۔ انسانی اور حیوانی ملی جلی صورت کے بت بیل۔ بل دیوتا اور معبود قرار پا گئے۔ باہمی میل جول نے انھیں ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے پر بھی اکسایا۔ وہ اپنے نفع کی خاطر دوسروں سے دھوکا بھی کرنے لگے۔ ان حالات کے پیش نظر مذہبی رہنماؤں کے ذریعہ فطرت نے اپنے احکام کو وسعت دی۔ اب انھیں حقوق العباد اور اخلاق کا سبق بھی دیا جانے لگا اب انھیں ایسی ہستی کی عبادت کا حکم دیا گیا۔ جو ان کے کھیتوں میں بارش برساتی اور ان کی فصلوں کی پرورش کرتی تھی۔ حضرت ابراہیم اور لوط اس دور کے اولین پیغمبر تھے حضرت موسیٰ حضرت یونس۔ حضرت عیسیٰ۔ اسی زمانہ میں عوام کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے گئے[1]

اس دور میں لوگوں نے اپنے بسائے ہوئے ملک کو اپنے لئے تنگ پا کر دور دراز ملکوں کی طرف کوچ کرنا شروع کیا۔ اور نسل انسانی بحیرہ روم کے خطے سے نکل کر یورپ چین، افریقہ اور

---

[1] رگل توم ہا مسکے پیش نظر مہاتما بدھ۔ نند دشت، کرشن جی۔ رام چندر اسی دور کے رہنما تھے قرآن مجید میں صرف ان انبیاء کرام کا ذکر ہے جو شام فلسطین عرب و مصر میں مبعوث ہوئے۔ جس طرح خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کا بندوبست فرمایا۔ اسی طرح ہر ملک میں اس کی طرف سے رہنما آئے۔ لیکن قرآن قدیم میں ان دوسرے ممالک کے رہنماؤں کے متعلق کوئی ذکر نہیں۔

Marfat.com

ہندوستان میں پہنچی۔ اس عہد کی تاریخ کچھ واضح طور پر ہمارے سامنے ہے۔ اس زمانہ کے کھنڈروں کتبوں۔ سکوں پرانے لباسوں زمین میں دبے ہوئے ہتھیاروں، عمارتوں اور مٹی کی اینٹوں پر لکھی ہوئی عبارتوں سے اس وقت کی تہذیب و تمدن کے متعلق قیاس لگایا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں تہذیب کافی ترقی کر چکی تھی۔ اہرام مصر کی تعمیر اس زمانہ میں علم جر ثقیل کی موجودگی کا بین ثبوت ہے۔ راجہ چندر جی کا بوان اور حضرت سلیمان کا ہوائی تخت ہوائی جہاز کے بننے پر ایک مکمل دلیل ہے۔ مصر کی حنوط شدہ لاشیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ وہ لوگ سائنس پر بھی عبور رکھتے تھے۔ یمن میں سبا کے عہد کے تالاب اور بابل کے باغات کے کھنڈر اُن کی زرعی ترقی کے متعلق ہمیں کافی مواد فراہم کرتے ہیں۔ جوں جوں یہ لوگ دور دراز ملکوں میں سکونت اختیار کرتے گئے ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے۔ ان میں علیحدہ علیحدہ رسوم و عقائد پیدا ہونے شروع ہوئے۔ ہندوستان میں رامچندر، کرشن جی مہاراج اور بدھ، چین میں کنفیوشس، ایران میں زردشت (زرتشت) یونان میں سقراط مصر میں حضرت موسیٰ اور فلسطین میں حضرت عیسیٰ نے بنی نوع انسان کو ہدایت کا سبق دیا۔ ان تمام رہنماؤں کا اخلاقی سبق ایک ہی تھا۔ عقائد بھی ایک تھے۔ یہ سب کے سب انسانی عقل سے ماوراء ایک برتر ہستی کی موجودگی کے قائل تھے۔ آواگون کے بھی مدعی تھے۔ ہر انسان اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا۔ روح لافانی اور جسم ان کے نزدیک فانی سمجھا جاتا تھا۔

دھات کے زمانہ کا انسان جیسی تہذیب و تمدن کے متعلق ہم کچھ جانتے ہیں اس کی تین نسلیں ہیں۔ آریہ، منگول اور سامی

آریہ آج کل یورپ ایشیا اور امریکہ کے اکثر ممالک میں آباد ہیں۔ منگول شمالی مشرقی ایشیا میں ڈیرا جمائے ہوئے ہیں۔ سامی نسل نے دنیا کے صحرا یعنی مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ کو آباد کیا ہوا ہے اس کے علاوہ چوتھی نسل حبشیوں کی ہے جو آج بھی اپنی منزل یعنی پتھر کے زمانہ میں ہیں۔ یا انہیں دھات کے زمانہ کا ابتدائی انسان کہا جا سکتا ہے۔ ہماری یہ تاریخ سامی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت نمرود بابل کا فرمانروا ہوا۔ اور اس نے عوام کو اپنے بت کی پرستش پر مجبور کیا۔ تو

اسی وقت حضرت ابراہیم کے نعرۂ حق نے بت سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ لیکن نمرود کی سلطنت میں گزارہ نہ ہوتے دیکھ کر ان لوگوں نے آہستہ آہستہ وہاں سے ہجرت شروع کی۔ کچھ قبائل ایشیا سے کوچ

اور یونان ہوتے ہوئے جرمنی اور فرانس تک چلے گئے۔ کچھ لوگوں نے پاکستان و ہند کی راہ لی۔ حضرت ابراہیم نے بھی ایک زمانہ میں مظاہرِ قدرت یعنی سورج، چاند اور ستاروں کو اپنا معبود سمجھا تھا۔ لیکن بعد میں متواتر مجاہدوں اور قدرت کی رہنمائی میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عبادت کے لائق وہ ایک ہی ہستی ہے۔ جو آفتاب کو مشرق سے طلوع کر کے مغرب کی طرف لے جاتی ہے۔

ہجرت کر کے جانے والے قبائل نے حضرت ابراہیم کے درس ہدایت سے محروم ہو کر عقائد کو بگاڑ لیا۔ ہندوستان میں آنے والے آریاؤں نے حضرت ابراہیم کو برہما جی قرار دے دیا۔ اور ان کے چار صحیفوں کی بناء پر چار وید بنا ڈالے۔ حضرت ابراہیم نے خود بابل سے نکل کر مصر کا قصد کیا۔ مصر میں اس سے قبل انہی قبائل میں سے قبیلہ ہکسس وہاں آباد تھا۔ اس قبیلہ کے حکمران نے حضرت ابراہیم کو پہلے تو بہت ستایا مگر پھر عزت کرنے لگا۔ حضرت ابراہیم وہاں سے بھی واپس لوٹ آئے اور فلسطین پہنچ کر انھوں نے کنعان کو آباد کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت ابراہیم کے ہم قبیلہ لوگوں نے جھیل مردار کے کنارے سدوم و عمارہ کی بستیاں آباد کیں۔ ان شہروں کے کھنڈر آج بھی ہیں جو اس زمانہ کے لوگوں کی نقل و حرکت کا پتہ دیتے ہیں۔

دورِ بربریت میں نسل انسانی کے جس قبیلے نے تلاش رزق میں بادیہ پیمائی کرتے ہوئے کنارِ نیل پر ڈیرا لگا دیا تھا۔ انھوں نے وہاں کھیتی باڑی شروع کر دی۔ وافر پانی اور عمدہ آب و ہوا دیکھ کر انھوں نے وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ زراعت شروع ہوئی تو بستیاں آباد ہو گئیں۔ آبادی بڑھنے لگی۔ اور آہستہ آہستہ مصر کی عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ واقعہ مسیح سے پانچ ہزار سال پہلے کا ہے۔ اس قوم نے وہ اصول اپنائے جو فطرت نے بنی نوع انسان کے لئے ترتیب دیئے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کی ترقی شروع ہوئی۔ چنانچہ سلطنتِ مصر کو اتنا عروج حاصل ہوا کہ بالآخر اسی مصر نے فرعون کو جنم دیا۔ یہاں کا پہلا حکمران منیس تھا اس نے شہر ممفس کی بنیاد رکھی اور کچھ مذہبی رسومات بھی بنائیں۔ یہ تہذیب اتنی بڑھی کہ ۳۰۰۰ قبل مسیح میں مصر ایک عظیم الشان سلطنت ہونے کے علاوہ تمدنی طور پر اتنی ترقی کر چکا تھا کہ اہرام مصر جیسی کوہ پیکر اور پر ہیبت عالی شان عمارات تعمیر

Marfat.com

ہو چکی تھیں - مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اِن لوگوں میں سستی، آرام پسندی اور تن آسانی کی خو پیدا ہوگئی - تن پسندی نے انھیں ظلم و ستم، مکاری وعیاری سکھا دی، نتیجہ یہ ہوا کہ مصر پر ہائیکسو قبیلہ نے قبضہ کر لیا - دو سو سال تک مصر اس قبیلے کی غلامی کا جوا اپنے کندھوں پر اٹھائے رہا - اہلِ مصر اس دوران میں پھر بیدار ہوئے اور بیس برس کی متواتر جدوجہد کے بعد انھوں نے پھر آزادی حاصل کر لی -

دوبارہ آزادی حاصل کرنے کے بعد مصر میں فرعونوں کا دور دورہ ہوا جن کا تکبر و غرور اس حد تک بڑھا کہ وہ اپنے آپ کو دیوتا سمجھنے لگے - مصریوں کے لئے ان کی عبادت فرض قرار دی گئی - ملک میں جاگیرداروں کا زور ہوگیا - عوام غلام بنا لئے گئے - امن وچین رعایا کے لئے مفقود ہوگیا - اس کا نتیجہ عوام کی ذہنی پستی اور قومی تنزل کی صورت میں رونما ہوا - مصر کے شاعر اب حزن وملال کے گیت گانے لگے - موت کو زندگی پر ترجیح دی جانے لگی اور مصر پھر ایک دفعہ ذلت کی پستی میں گر گیا - ان کی تہذیب تباہ ہوگئی، ان کی کھیتیاں ویران ہوگئیں، ان کا علم فرسودہ ہوگیا اور تہذیبِ مصر ایک قصۂ پارینہ بن گئی - اہرامِ مصر کی تعمیر اور حنوط شدہ محفوظ لاشوں کی موجودگی سے ہم بخوبی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس زمانے کے مصری بھی حیات بعد الممات کے قائل تھے - اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کی لاشوں کے ساتھ تمام لوازماتِ زندگی - اشیائے خورد و نوش، زیورات اور خزانے تک دفن کر دیتے تھے -

جن دنوں مصری تہذیب روبہ تنزل ہو چکی تھی - دجلہ و فرات کی وادی میں سمیری قوم نے ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی - یہ لوگ شمال مشرقی پہاڑوں یعنی وسط ایشیا کے علاقے سے نکل کر اس خطے میں آباد ہوئے - معلوم ہوتا ہے جس زمانے میں سمیری اقوام نے اس وادی کو آکر آباد کیا تھا اسی زمانہ میں وسط ایشیا کے اور بھی قبائل نے ترکِ مکانی کیا تھا - اور ان میں سے بعض نے دریائے سندھ کے پاس اور بعض نے فرانس و جرمنی کو آباد کیا - یہ قوم حجری دور کی ترقی یافتہ قوم کہی جا سکتی ہے - ان لوگوں نے کھیتی باڑی شروع کی، مکانات بنائے - برتن بنانے شروع

Marfat.com

کئے۔ آب پاشی کے لئے نہریں کھودیں۔ اپنے معبودوں کے لئے مندر بنائے۔ حروف ابجد ایجاد کئے۔ آہستہ آہستہ ان میں بھی صاحبِ ہمت لوگوں کی کمی ہونی شروع ہو گئی۔ آپس میں افتراق پھیل گیا سمیریوں نے ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵۰۰ قبل مسیح میں سارا گون جو قبیلہ عکاد کا رہنما تھا اس قوم کو شکست دے کر ایک وسیع تر سلطنت کی بنیاد رکھی۔

عکاد نے کچھ عرصہ حکومت کی پھر ان کے اعضا سست ہو گئے۔ یہاں تک کہ بابل کے ایک فرزند حمورابی نے عکاد قوم کی سلطنت کے کھنڈروں پر ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی۔ حمورابی ایک ترقی یافتہ حکمران تھا۔ اس نے مجرموں کو سخت سزائیں دینے کا قانون رائج کیا۔ عورت و مرد کو یکساں حقوق عطا کئے۔ عورت کو والدین کے ترکے کا حصہ دار ٹھہرایا، مزدوروں کی اجرت مقرر کی چوری کی سزا موت رکھی۔ معالجوں اور طبیبوں کی فیس متعین کر دی۔ عورت کو طلاق دینے کا حق دیا حمورابی نے الٰہی قوانین کو منشائے ایزدی سمجھا اور یہی اس کی ترقی کا باعث بنے۔ بابل میں قومیں ترقی کرتی رہیں پھر صحیح اصول چھوڑ کر گمنامی اور غلامی کی نیند سوتی رہیں حتیٰ کہ کلدانیوں نے بڑھ کر بابل کے آخری ظالم حکمران کا خاتمہ کر دیا۔ جس وقت کلدانیوں نے اس سلطنت کا تختہ الٹا۔ اُس وقت اس قوم کی فطرت مسخ ہو چکی تھی۔ یہ لوگ وحشی بن چکے تھے۔ غلامی عام ہو چکی تھی۔ غلاموں اور کمزوروں کو قتل کر دینا کوئی جرم نہ تھا۔ بلکہ غلاموں سے اچھا سلوک کرنے والا واجب القتل قرار دیا جا چکا تھا۔ وہ سانڈوں کی لڑائی دیکھنے کے شوقین تھے۔ اس کا انجام وہی ہوا جو ہر ظالم قوم کا ہوتا ہے۔ کلدانیوں کے بادشاہ بخت نصر نے اردگرد کے تمام علاقے پر قبضہ کر کے یروشلم کو بھی تباہ کر دیا۔

کلدانی قوم سورج چاند ستاروں کی پجاری تھی۔ سورج ان کا معبودِ اعظم تھا وہ ان کی پوجا کرتے تھے، علم ہیئت اور نجوم کے ماہر بن گئے۔ انھوں نے قمری مہینے، دن اور سال مقرر کئے دن کو چوبیس گھنٹوں میں تقسیم کیا۔ بعل اور مردوک کی پرستش شروع کی۔ بعل دیوتا اصل میں سورج کا بت تھا۔ اور مردوک اس ساری کائنات کا خالق جس نے مٹی کی تختی بنا کر یہ زمین بنائی تھی۔ ستاروں کو تقدیر کا مالک اور اپنی قسمت ان کے زیر اثر ہونے کا جو سبق آج تک لوگوں نے نہیں

Marfat.com

بھلایا۔ وہ کلدانی قوم کے بگڑے ہوئے عقائد ہی ہیں ۔

تہذیب و تمدن کے عروج کے ساتھ کلدانیوں میں بھی عادات بد پیدا ہوگئیں ۔ زناکاری عام ہوگئی ۔ گناہ کا خوف ذہن سے محو ہوگیا ۔ بیوی، ماں، بیٹی اور بہن کی تمیز مٹ گئی بے شمار بتوں کی پوجا شروع ہوگئی ۔ ان کی عادات بد نے اُن کو ایک عیاش قوم بنا دیا ۔ قدرت نے ان کو ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا ۔ چنانچہ سکندر ذوالقرنین یا سائرس کے ایران نے اٹھ کر اس قوم کا قتل عام کیا ۔ انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ۔ اس سے قبل بھی بُت پرستوں کی ایک قوم اس علاقہ میں طوفانِ آب سے غرق ہو چکی تھی ۔ مگر انھوں نے اس سے کچھ سبق نہ لیا تھا ۔

۱۲۹۲۰

سائرس کا ایران ایک عرصہ تک طاقت و راجدہانی بنا رہا ۔ اسی کی حکومت میں مزدک پیدا ہوا جس نے بنی آدم کو معاشی مساوات کا سبق دیا ۔ جس نے ایرانی عوام کے سامنے یہ اعلان کیا کہ خدا نے زمین پر زندہ رہنے کے جو ذرائع بنائے ہیں وہ ہر انسان کو یکساں میسر ہونے چاہئیں، کسی کو دوسرے سے زیادہ حصہ نہیں ملنا چاہیئے جن لوگوں نے طاقت کے بل بوتے پر دوسروں کا حق چھین کر دولت اکٹھی کر لی ہے ان سے یہ دولت لے کر عوام میں تقسیم کر دینی چاہیئے ۔ جس طرح پانی ہوا اور روشنی سب کے لئے یکساں ہیں اسی طرح زمین کی پیداوار پر سب کا برابر حق ہے ۔ اس نے اطمینان قلب حاصل کرنے کے لئے خواہش کو مغلوب کرنے کا حکم دیا ۔ اُس نے نور کے ذروں کو خاکی تاریکی کی آمیزش سے بلند کرنے میں نجات سمجھی ۔ اہل ایران نے کچھ عرصہ کے لئے ان عقائد کو قبول کر لیا ۔ مگر پھر خود غرضوں نے اسے اپنے لئے غیر سمجھتے ہوئے دوبارہ جاگیرداری کو رواج دیا ۔ ظلم و ستم کا دور شروع ہوا ۔ ایک طرف امراء اپنے محلوں میں دادِ عشرت دینے لگے ۔ دوسری طرف ننگے اور بھوکے عوام سسکنے لگے ۔ راگ و رنگ کی سرپرستی کی جانے لگی ۔ شراب کے نشے دماغوں پر چھا گئے ۔ بادشاہ احوالِ رعایا کی طرف سے غافل نفس پرستی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ خ

Marfat.com

ایران کے تخت پر جلوہ گر ہوا۔ ایک دن وہ بدمست ہو کر دربار میں ناچ دیکھ رہا تھا کہ ایک پھٹے پرانے کپڑے پہنے عرب نے اسے ایک خط پیش کیا۔ خسرو خط دیکھ کر غصے سے کانپ اٹھا عرب کو اس نے تحقیر کے ساتھ دربار سے نکلوا دیا۔ خط کے پرزے پرزے کر ڈالے اور اپنے ایک گورنر کو حکم دیا کہ اس خط لکھنے والے کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ مگر عرب میں ایک عجیب و غریب انقلاب ہو چکا تھا۔ وہ انقلاب جس نے ساری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ وہ شخص جس کو گرفتار کرنے کے لئے خسرو نے حکم دیا تھا وہی اس انقلاب کا بانی تھا۔ خسرو کی بدکرداری کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اور اس کی سلطنت کا خاتمہ اس قوم کے ہاتھوں مقدر ہو چکا تھا جس نے اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو چھوڑ کر فطرت کے اصولوں کو اپنا لیا تھا جس نے اب سستی نفاق، بدکرداری کو ترک کر کے اپنے آپ کو قوانین قدرت کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ یہ مضری[1] قوم تھی جس کا ساتھ تمیر یوں نے دیا تھا۔ اس قوم کی تہذیب نے تمام گذشتہ علوم و فنون کو مات کر کے ایک نئی کتاب کی بنا پر دنیا میں وہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا جو آج بھی قوانین فطرت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو للکار رہا ہے۔ یہ انقلاب اسلام کا پیدا کردہ تھا۔ فطرت کا وہ آخری مذہب، قدرت کے وہ آخری اصول جو اس نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے ہمیشہ کے لئے وضع کر دیئے تھے۔ آج بھی جو قوم وہ اصول اپنا لیتی ہے زمانے کی زمام قیادت اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے اور جو قوم ان اصولوں کو چھوڑ دیتی ہے وہ بربادی کے گڑھے میں جا گرتی ہے۔ اسلام کے یہ اصول معاشیات، سیاسیات، عمرانیات، اخلاق، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہیں۔ یہی اصول ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں حکمران رہیں گے۔ یہ اصول اختیار کر لینے والی قوم خواہ عیسائی ہو خواہ بت پرست، ازل تک کامیاب و کامران رہے گی۔ اسلام کے یہ تمام اصول مسلمانوں کی مقدس مذہبی کتاب قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسی کتاب نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ جلے اور جھلسے ہوئے ریگزاروں سے وہ طوفان اٹھا کہ

---

[1] مکہ کے گرد و نواح میں آباد قریش قوم کا نام ہے۔

Marfat.com

بحرالکاہل سے بحراوقیانوس تک ساری زمین مسلسل سات سو سال تک اس طوفان کے تھپیڑوں کے سامنے تھرتھراتی رہی۔

۱۲۹۲۰

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

اَرضُ القرآن

وہ مُلک جہاں اسلام پیدا ہوا۔ اور بڑھ کر ساری دنیا پر چھا گیا۔ زرعی لحاظ سے بالکل بنجر اور بے آب و گیاہ خطہ صحرا ہے۔ آب و ہوا کے لحاظ سے یہ مُلک شدید گرم خشک ہے۔ بظاہر ایسی خوبی یا دلکشی اس مُلک میں نظر نہیں آتی جو مناظر قدرت کے کسی شیدائی کے لئے وجہ تسکین بن سکے۔

عرب دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ جس کے مغرب میں بحر قلزم اور مشرق میں خلیج فارس و ایران واقع ہیں۔ اس کے ایک ساحل کو بحیرہ روم کی لہریں چومتی ہیں، دوسرے ساحل کی چٹانوں کے ساتھ بحیرہ عرب کا پانی سر ٹکراتا ہے۔ اس کے شمال میں وسیع صحرائے شام واقع ہے جس کے ساتھ ہی یہودیوں کی ارضِ مقدس یا فلسطین کا وہ علاقہ ہے جس کے ذرے ذرے کے ساتھ ابنیا کی داستانیں وابستہ ہیں۔

تاریخی طور پر اس بات کی تحقیق بڑی مشکل ہے کہ اس مُلک کا نام عرب کیوں اور کب رکھا

Marfat.com

گیا۔ آج سے ۲۵۰۰ سال پہلے بھی اس کا یہی نام تھا۔ لفظ "عرب" کی توجیہہ کئی طرح سے کی گئی ہے اور مورخوں نے اس نام کے لئے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ لیکن سیدھی سادھی اور صاف دلیل اس کے لفظی معنی ہیں جو اس ملک کی طبعی بناوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ لفظ "عربہ" کے معنی وادی یا بیابان کے ہیں۔ اور چونکہ عرب کا ایک بڑا حصہ بیابان پر مشتمل ہے کچھ حصہ وادیاں ہیں۔ اس لئے اس کا نام عرب مشہور ہو گیا۔ یہ لفظ ہر قصبہ و آبادی کے نام کے پہلے لگایا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ یہی نام سارے ملک کا مشہور ہو گیا۔

گو عرب ایک وسیع اور ویران ملک ہے۔ مگر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ اور ملک کے درمیان میں بھی سرسبز و شاداب قطعات پائے جاتے ہیں۔ بعض پہاڑوں کی گھاٹیاں اور وادیاں بھی اپنی روئیدگی اور زرخیزی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ جن کی بڑی پیداوار کھجور ہے کھجور اس ملک میں نہایت لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انار انگور اور جو بھی پیدا ہوتے ہیں۔ عرب کے لوگوں کی زندگی کا دارو مدار کھجور، گوشت، بھیڑ بکری اور اونٹ کے دودھ پر ہے۔ پیداوار خوردنی کم ہونے کی وجہ سے اس ملک میں آبادی زیادہ نہیں بڑھ سکی۔ آج بھی اس ملک کی آبادی اسی لاکھ سے زیادہ نہیں۔

عرب قدرتی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عرب الحجر ——— یعنی پتھریلا عرب۔

۲۔ عرب المعمور ——— یعنی زرخیز علاقہ۔

۳۔ عرب البادیہ ——— صحرا۔

عرب کا بہت بڑا حصہ صحرا پر مشتمل ہے۔ ان وسیع صحراؤں میں کبھی بارش کے وقت روئیدگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ ورنہ نگاہ بھی لق و دق صحرائی ریت کے جلتے ہوئے سمندر کو عبور کرتی ہوئی جھلستی ہے۔ ان صحراؤں میں بعض حصے ایسے بھی ہیں جن کو کسی صحرائی بدو نے بھی عبور نہ کیا ہو گا۔

Marfat.com

صحرائے عرب کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۱۔ النفود یہ ریگستان عرب کے شمالی حصے میں واقع ہے ۔ یہی صحرا عرب کو شام اور عراق کے زرخیز خطوں سے جدا کرتا ہے ۔ اس صحرا کی ریت سرخ رنگ کی ہے ۔ تیز و تند باد سموم کے جھونکے اور جھکڑ اکثر اس صحرا میں چلتے ہیں ۔ زبردست آندھیوں کی وجہ سے بڑے بڑے ٹیلے بھی اڑ کر کہیں کے کہیں چلے جاتے ہیں ۔ موسم گرما بلا کا گرم ہوتا ہے کربلا کا خونیں مقام اسی دشت کے شمال مشرق میں واقع ہے ۔ تھوڑی سی بارش موسم سرما میں ہوتی ہے جو صحرانشینوں کے اونٹ گھوڑوں کے لئے سامانِ زندگی فراہم کرتی ہے ۔

۲۔ الدھنا ۔ یہ علاقہ نجد سے لے کر جنوب کی سمت حضرموت تک اور ساحل سمندر کے زرخیز علاقوں یمن اور عمان کو چھوڑ کر مشرق سے مغرب کی طرف پھیلا ہوا ہے ۔ اس کی آب و ہوا النفود سے بھی شدید اور گرم ہے اس کے مغربی حصے کو احقاف اور مشرقی حصے کو ربع الخالی کہتے ہیں ۔ یہ سارے کا سارا صحرا ماسوائے چند نخلستانوں کے بالکل بنجر اور بے آب و گیاہ ہے ۔

۳۔ حرات ۔ وسطی اور مغربی عرب کا بہت سا حصہ سطح مرتفع دکن کی طرح آتش فشاں پہاڑوں کے لاوے سے بنا ہوا ہے ۔ یہ علاقہ ناقابلِ کاشت اور سنگلاخ ہے ۔ بارش اور آندھیوں کی وجہ سے یہاں کے منجمد مادے کے ذرات جب دوسری زمین میں مل جاتے ہیں ۔ تو اسے زرخیز بنا کر قابلِ کاشت بنا دیتے ہیں ۔ تبوک خیبر اور مدینے کے نخلستان اسی حرات کے زرخیز ذرات کی آمیزش کے سبب ہی سے زندگی سے بھرپور نظر آتے ہیں ۔ یہ نخلستان وادیوں میں پائے جاتے ہیں ۔ اور وادی دریا کی گذرگاہ کو کہا جاتا ہے ۔ عرب کے دریاؤں میں کوئی بھی دریا ایسا نہیں جو برفانی پہاڑوں سے نکلتا ہو ۔ اس لئے کوئی دریا ایسا نہیں جو سال بھر جاری رہے ۔ بارش کے موسم میں چند دنوں کے لئے کچھ نالے اور ندیاں نمودار ہو جاتی ہیں ۔ اس کے بعد پھر پانی کا قحط ہوتا ہے ۔ عرب کی سڑکیں اور آبادیاں انھیں

وادیوں کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ سب سے بڑی وادی، وادی الرقہ ہے، جو مدینہ کے پاس شروع ہو کر ملک کے وسط سے گذرتی ہوئی شط العرب تک چلی جاتی ہے۔

نجد کی بڑی وادی وادی حنیفہ ہے۔ الریاض کا شہر اسی وادی میں واقع ہے۔

عرب المعمورہ میں مندرجہ ذیل علاقے پائے جاتے ہیں۔

یمن:- عرب کے جنوب مغربی کونے میں یمن کا زرخیز ملک واقع ہے۔ اس کی آب و ہوا سے بہتر ہے۔ یہاں باقاعدہ کاشت کاری ہوتی ہے یمن قدیم زمانے کی سلطنت رہی قدیم تہذیب کے ہزاروں نشان اس کی مٹی تلے دبے پڑے ہیں اسکی چٹانوں کے کتبے ہیں زمانے کی تاریخ بتاتے ہیں۔ سد معارب اسی سرزمین میں واقع ہے یہی بلقیس کا ملک ہے میں صنعا کا مشہور شہر واقع ہے۔ قہوہ یہاں کی بڑی پیداوار ہے۔ گذشتہ زمانے میں بڑے بڑے تالابوں کے ذریعہ آب پاشی ہوتی تھی۔ جس سے ہر قسم کی پیداوار از قسم اناج پیدا کئے جاتے تھے۔

عسیر و نجران:- یمن کے شمال میں ساحل بحر کے ساتھ ساتھ چھوٹا سا زرخیز علاقہ ہے۔

حجاز:- طائف۔ مکہ اور مدینہ کے مشہور شہر اسی علاقہ میں واقع ہیں۔ یہ قریباً تیس میل چوڑا ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔

حضر موت:- عرب کا جنوبی حصہ جو بحیرۂ عرب کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔ حضر موت کہلاتا ہے یہاں بھی قدیم تہذیب کی علامات ملتی ہیں۔

عمان:- صحرائے الدھنا کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کھیتی باڑی ہونے کے علاوہ ... بھی ملتی ہیں۔

بحرین:- عمان کے شمال میں خلیج فارس کے ساتھ ساتھ واقع ہے یہاں تیل کے بڑے ... موجود ہیں۔

Marfat.com

ساکنانِ عرب

آب وہوا، بود و باش، طرزِ رہائش، خوراک اور قدرتی مناظر کا انسانی طبیعت کے ساتھ لگاؤ ہے، جغرافیائی حقائق کی بنا پر ہی ہر مُلک کی تاریخ مرتب ہوتی ہے۔ اُسی مُلک کی تاریخ شاندار اور اُسی قوم کا ماضی و مستقبل زیادہ تابناک ہوگا جس کے ساتھ قدرت کے یہ فیاضی انعامات بھی ہوں۔ استوائی خطے میں آب وہوا گرم مرطوب ہوتی ہے۔ سارے علاقے منے جنگل پائے جاتے ہیں۔ تھوڑی سی محنت سے کھانے پینے کا سامان با فراط مہیا ہو جاتا ہے رج کی شعاعیں تیزی کے ساتھ چمکتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ گرمی اور رطوبت نے وہاں کے ندوں کے اعصاب کو سست کر دیا ہے۔ ان کے ولولے ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ ان کی طبیعتیں پسند ہو چکی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں کبھی ہم نے استوائی خطے کے کسی حکمران کو اپنے مُلک نکل کر کسی دوسری قوم یا مُلک پر حملہ آور ہوتے نہیں دیکھا۔ یہی حال مون سون ہواؤں کے خطے میں نے والے لوگوں کا ہے۔ اس علاقے کی زمین زرخیز ہے۔ بارش ہو جاتی ہے۔ گرمی کافی پڑتی ہے یداوار بہت زیادہ ہے، ضروریاتِ زندگی کے لئے زیادہ جد وجہد نہیں کرنی پڑتی۔ ملیریا بخار یل جاتا ہے۔ چنانچہ اس علاقہ کے لوگ ازل سے سُست، متلون مزاج، آرام کوش اور م پسند رہے ہیں۔ تا ابد یہ ایسے ہی رہیں گے۔ آپ نے کبھی یہ نہ پڑھا ہوگا کہ برمی یا چینی فوجیں کبھی فلاں مُلک پر حملہ کر کے اُس کے کسی شہر کو فتح کر لیا[1]۔ آب وہوا کا اثر ہی آدمی کے رنگ اور رے کے نقش ونگار پر پڑتا ہے۔

کوہستانی علاقوں کے لوگ پتھروں میں رہتے، خوراک کے لئے سخت محنت کرتے، زندگی بانے کے لئے برف وباراں کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ان کی خوراک عام طور پر گوشت اور شک پھل ہوتی ہے مسلسل مصائب کا سامنا کرتے کرتے یہ لوگ مستقل مزاج، سخت دل، ظالم و زور

---

۱ : فطری سستی کی وجہ سے یہ لوگ بالعموم صلح جو رہے ہیں۔

اور بلند ہمت ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ یہی لوگ سلطنتوں کو زیر و زبر کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو ساری زندگی مصائب و آفات کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ انسانوں کو آسانی سے زیر کر لیتے ہیں۔ پتھروں کی ہم نشینی انھیں سخت دل بنا دیتی ہے۔ وہ کسی پر رحم کرنا نہیں جانتے۔ موسم کی شدت، تیز و تند ہوائیں ان کے مزاج کو بھی تیز رکھتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی قدرت کا بچھایا دسترخوان انھیں فیاضی کا سبق بھی دیتا ہے۔ صحرا کی آب و ہوا شدید گرم ہوتی ہے۔ ہر طرف چٹیل میدان اور ریت کے ٹیلے نظر آتے ہیں۔ جلے ہوئے پتھر اور جھلسی ہوئی ریت کے تودے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ پانی شاذ و نادر کہیں ملتا ہے۔ وہ بھی قلیل مقدار میں۔ تیز و تند بادِ سموم قافلوں کی ہلاکت کا سامان مہیا کرتی ہے۔ آبادی صرف پانی کے آس پاس ہوتی ہے۔ اسی جگہ کچھ کاشت ہوتی ہے۔ کبھی کبھار کی بارش سے سینہ صحرا پر بوٹیاں اور گھاس اُگ کر ساکنانِ صحرا کی بھیڑوں اور بکریوں کے لئے خوراک کا کام دیتی ہے۔ اس آب و ہوا اور مظاہر قدرت کی خاصیتیں صحرائیوں کی فطرت میں بھی آجاتی ہیں۔ وہ بادِ سموم کی طرح زہریلے اور پتھروں کی طرح سخت مزاج ہوتے ہیں۔ ان کے جسم لاغر اور گرمی کی وجہ سے رنگ سیاہ ہو جاتے ہیں۔

جس چیز کی صحرا میں کمی ہو گی۔ وہ اُسی کی خاطر لڑیں گے۔ جو چیز صحرا میں زیادہ کارآمد ہوگی وہی ان کی متاعِ گرانمایہ سمجھی جائے گی۔ انھیں خوراک تلاش میں جگہ جگہ پھرنا پڑتا ہے۔ اسلئے آبادیاں بہت تھوڑی اور منتشر ہونگی۔ چونکہ پانی اور خوراک نایاب ہے اس لئے اگر وہ کسی انسان کو صحرا میں بھٹکتا ہوا پاتے ہیں تو اس کی بڑی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ انہی جغرافیائی حقائق کے مطابق ہم قدیم زمانے کے عربوں کی طبائع کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اسی سے ان کی بود و باش، طرزِ رہائش اور تمدن کا پتہ چل سکتا ہے۔ عرب میں پانی کی قلت کی وجہ سے یہ لوگ پانی کی خاطر آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اُونٹ اور گھوڑا ان کی قیمتی جائداد تھی۔ ذرائع آمدنی محدود ہونے کی وجہ سے یہ لوگ ہوشیار ڈاکہ زنی پر مجبور ہو گئے۔ ان کے دل سخت تھے۔ نہ دشمن تو ایک طرف وہ مردہ دشمن پر بھی رحم کرنا نہیں جانتے تھے۔ تاریخ میں آپ کو

Marfat.com

ایسی مثالیں بکثرت ملیں گی جہاں عرب اپنے دشمنوں کی لاشوں کو روند ڈالنے اور انھیں مسخ کرنے سے باک نہ کرتے تھے۔ یہ لوگ الگ الگ قبائل میں منقسم گھاس کی تلاش میں سرگرداں اپنی قومی خصوصیات اور پرانی روایات کو اپنے ساتھ محفوظ لئے پھرتے ہیں۔ قلت خوراک کے باعث اولاد خاص کر اولاد اناث کو قتل کر دیتے تھے۔ ایک کپڑے کے لئے بڑی سے بڑی ہستی پر دست درازی کر دیتے تھے۔ حیات النبی میں ایسے واقعات ملتے ہیں۔ جہاں ایک بدو آنحضرت صلعم کا دامن پکڑ کر کھینچتا اور ساتھ ہی کچھ مانگتا بھی ہے۔

اُن کے دل صحرا کی بے پناہ وسعتوں کی طرح فراخ ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوست کے لئے اپنی عزیز سے عزیز شے قربان کر دیتے ہیں۔ وعدے کے پابند اور عہد کے پکے ہیں۔ یہ لوگ دنیا اور دنیا والوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنی آبائی رسوم اور روایات کے نہایت درجہ پابند تھے۔ پرانی باتوں کو ترک کرنا انھیں ہرگز پسند نہ تھا۔ ہر قبیلہ کی خصوصیات جُدا جُدا تھیں اس لئے ان کے معبود بھی الگ الگ تھے۔ ان لوگوں کو اپنی زندگی کی خاطر فطرت اور انسان دونوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا۔ اس لئے دلیری اور بہادری اُن کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی۔ اپنی تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ لوگ اپنے شہروں کا نام بھی تبدیل کرنا پسند نہ کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ عرب میں آج بھی مختلف مقامات کے وہی نام ہیں۔ جو آج سے صدیوں پیشتر تھے ہر قبیلے میں مختلف خاندان ہوتے تھے۔ جو کہ اپنے بزرگوں کے نام پر مشہور ہوتے تھے ہر خاندان کا علیحدہ سردار اور ہر خاندان کا جُدا شیخ ہوتا تھا۔

یہ شیخ عام طور پر قبیلے کا معمر ترین اور معزز فرد ہوتا تھا۔ خانہ بدوش آبادی کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے صحرا کے زرخیز علاقوں، مثلاً یمن، عمان، حضرموت، نجران و حجاز پر قبضہ کر کے وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی۔ ان لوگوں کا تمدن صحرا کے فرزندوں سے بالکل الگ تھا۔ لین دین اور تجارت کے علاوہ اِن کا آپس میں کوئی تعلق نہ تھا۔ وقتاً فوقتاً شمال کی طرف سے جابر حکمرانوں کے ستائے ہوئے مظلوم قبائل بھی صحرا میں آکر پناہ گزیں ہو جاتے تھے

Marfat.com

اسی بنا پر قدیم عرب کی آبادی کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ عرب البائدہ۔ یعنی صحرائی عرب۔

۲۔ عرب العاربہ۔ زرخیز علاقہ کے عرب۔

۳۔ عرب المستعربہ۔ عرب میں نووارد دیگر قبائل۔

عرب البائدہ

یہ سارے کے سارے عرب حضرت نوح کی اولاد ہیں۔ اُن کے مندرجہ ذیل قبائل ہیں۔

۱۔ کوش پسر حام پسر نوح کی اولاد۔ یہ خلیج فارس کے کنارے اور اس کے قُرب وجوار کے میدانوں میں آباد ہوئی۔ عراق کا مشہور بادشاہ نمرود اسی کی اولاد میں سے تھا۔

۲۔ جرہم بن عیلام بن سام بن نوح کی اولاد، دریائے فرات کے زیریں علاقے میں آباد ہوئی

۳۔ لود بن سام بن نوح۔ ان کی اولاد عمان میں آباد ہوئی۔

۴۔ ارم بن سام بن نوح اس کی اولاد اپنے قرابت داروں کی نسبت زیادہ طاقتور ہوئی۔ بڑھتے بڑھتے یہ لوگ سارے جنوب مشرقی عرب کے مالک ہو گئے۔ یہ لوگ اپنے ہم عصروں کی نسبت زیادہ مہذب دانا اور طاقتور تھے۔

آج بھی یہ فرق نمایاں طور پر موجود ہے۔ قوم عاد اسی قبیلے کی ایک شاخ تھی۔ ان لوگوں کے گھروں کے کھنڈر پہاڑوں اور چٹانوں پر آج بھی پائے جاتے ہیں۔ انہی لوگوں کے متعلق بہت سی غلط روایات از قسم درازئ قد و تعمیر جنّت مشہور ہیں۔ حضرت ہود اسی قوم کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔ آلِ ثمود بھی ارم کی نسل سے تھے۔ یہ سنگ تراشی کے ماہر اور پہاڑوں کے اندر مکان بنانے کے شائق تھے۔ نقش و نگار اور فنونِ لطیفہ سے آشنا تھے۔ آج بھی عرب جانے والے سیاح "وادی القریٰ کے پہاڑوں میں ارجنٹا کے غاروں کی طرح آل ثمود کے بنائے ہوئے مسکن اور ان کی دیواروں پہ مدہم نقوش کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ حضرت صالح اسی قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے مامور ہوئے۔

عرب العاربہ | سام بن نوح کی اولاد ہیں۔ بعض مورخین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ عرب البائدہ اور عرب العاربہ دونوں یقطان بن عیبر بن شالح بن ارفخشد کی اولاد ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قحطان اور یقطان ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ اسی کی اولاد جزیرۃ العرب میں آباد ہوئی۔ وسطی اور جنوبی عرب کے مختلف مقامات کے ناموں کا قحطان کی اولاد کے ناموں سے مشابہ ہونا اس امر کی کافی دلیل سمجھا جاتا ہے کہ مشرق کے ساحلی علاقوں کو چھوڑ کر باقی عرب میں قحطان کی اولاد آباد تھی۔ قحطان کے تیرہ بیٹے تھے۔

۱۔ **المودا د**۔ اس کا خاندان یمن میں آباد ہوا۔ بطلیموس نے اس کے قبیلے کو المودائی کا نام دیا ہے۔

۲۔ **شلف**: یہ قوم مدینہ کے قرب و جوار میں پیدا ہوئی۔ قدیم تاریخ میں بنی سالف کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ **حضرماوت**: اس کی اولاد وادی حضرموت کے زرخیز علاقوں میں آباد ہوئی۔ یہ اپنی تجارت، فن جہاز رانی اور جرأت کے لئے مشہور تھے۔

۴۔ **جرہم**: اس کی اولاد سارے عرب میں طاقتور ہوئی یہ بڑھتے بڑھتے یمن اور حجاز پر چھا گئے۔ سلطنت سبا کا بانی اور سد معارب کا تعمیر کنندہ اسی کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا نام سبا تھا۔ حمیر اسی کا بیٹا تھا۔ یہی حمیر مشہور قبیلہ حمیری کا مورث اعلیٰ تھا۔ فاران جس کے نام پر مکہ کے پہاڑ کو فاران کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اسی قبیلے کا ایک فرد تھا۔ جبل عوف فاران کے باپ کے نام پر ہی تھا۔ اسی فاران کی اقامت گاہ کو بعد میں مالک الملک نے اعزاز بخشا اور یہ جگہ ابراہیم واسماعیل نے اپنی مسجد کے لئے چنی۔ حضرت ابراہیم کا باپ اور فاران ہم عصر تھے۔

۵۔ **ہدورام** کی اولاد مشرقی عرب میں آباد ہوئی۔ آج بھی قصبہ ہدرمہ ہمیں اس قبیلہ کے مسکن کی یاد دلاتا ہے۔

۶۔ **اوزال وقلادہ** کی اولاد یمن ہی میں آباد ہوئی۔ شہر صنعا انہی کا آباد کردہ ہے۔

Marfat.com

۷ - عوبال کی اولاد افریقہ میں جاکر آباد ہوئی ۔

۸ - ابیمائیل کی اولاد صوبہ حجاز میں جابسی ۔

۹ - شبا یہ اپنی اولاد کو لے کر یمن کے زرخیز علاقہ میں آباد ہوا - اسی کی اولاد آل سبا کے نام سے موسوم ہوئی - مگر یہ سبا وہ سبا نہیں جس کی اولاد میں مشہور ملکہ بلقیس ہوئی

۱۰ اوفر صوبہ عمان میں شہر اوفر آج بھی ان کی یادگار کے طور پہ باقی ہے ۔

۱۱، ۱۲ - حرملاہ اور یوباب کی اولاد مارب کے اردگرد آباد ہوئی - انھوں نے کوئی خاص نام حاصل نہیں کیا - بنی اوس و خزرج، ذو نواس، ذو قلاح - بنو قضاعہ اسلمی، بنو دائل - بنو طائی اِن کی اولاد ہیں ۔

عرب المستعربہ

عرب المستعربہ سب کے سب ترح کی اولاد ہیں - یہ پانچ شاخوں میں منقسم کئے جاتے ہیں ۔

۱ - اسماعیلی - حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد ہیں ۔

۲ - ادومی یابنی عیلو - یعنی عیلو بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ کی اولاد ۔

۳ - ناخوری - ناحور بن ترح کی اولاد ۔

۴ - ہارانی - دو چھوٹے قبائل یعنی موابی یا عمانی میں سے ایک کا نام ہے - عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی قبیلہ اتنا کمزور ہوجاتا کہ وہ آپ اپنی حفاظت نہ کرسکتا تو وہ اپنے آپ کو کسی بڑے قبیلے کی پناہ میں دے کر اسی کا نام اختیار کرلیتا ۔

۵ - ابراہیمی - آل ابراہیمؑ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی قنطورہ کی اولاد ۔

آل اسماعیلؑ - مکہ کے گردونواح میں آباد ہوئی - توریت کے باب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی مصری بیوی ہاجرہ اور اس کے لڑکے اسماعیلؑ کو سارہ کے کہنے پر گھر سے نکال دیا - اور وہ بیر سبع کے بیابان میں بھٹکتے ہوئے اس مقام پر آگئے - جہاں آج کعبہ موجود ہے - یہاں آکر اسماعیلؑ جن کی عمر اس وقت سولہ سترہ برس کی تھی پیاس سے بے ہوش ہوگئے

Marfat.com

بیٹے کو ایک جھاڑی کے پاس چھوڑ کر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں مضطرب پھریں۔ جب وہ ناکام واپس آئیں تو انہیں اسماعیلؑ کے قریب پانی کا چشمہ نظر آیا۔ یہ چشمہ معجزہ خداوندی تھا حضرت ہاجرہ نے لڑکے کو پانی پلایا۔ اور اس چشمہ کو تائید ربانی سمجھ کر یہیں گھر بنالیا۔ ماں بیٹا دونوں وہاں رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیمؑ ان سے ملنے آئے۔ تو اللہ تعالٰی کے حکم کے ماتحت دونوں باپ بیٹے نے یہاں ایک مسجد بنائی۔ حضرت اسماعیلؑ نے بنو جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کر کے یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ان کے بارہ بیٹے تھے۔

۱۔ بنایوث :۔ اسماعیلؑ کا یہ بیٹا شمال مغرب عرب میں آباد ہوا۔ مدینہ کے قریب صوبہ حجاز انہی لوگوں نے آباد کیا۔

۲۔ قیدار :۔ جنوبی حجاز میں آباد ہوا یہی قریش کے مورث اعلیٰ اور بنی عرب کے جدامجد تھے۔

۳۔۴۔۵۔ اوبئیل۔ معبام، مشماع۔ ان تینوں کے متعلق تاریخ کچھ بتانے سے قاصر ہے

۶۔ ذوماہ : اس کی اولاد دومتہ الجندل کے گردونواح میں آباد ہوئی۔

۷ مسا :۔ اس کی اولاد نے یمن کے ملک میں شہر مسا کو آباد کیا۔

۸ حدد :۔ یمن میں شہر حدیدہ اور بنی حدہ کی بستیاں آج بھی ان کی یادگار کے طور پر باقی ہیں

۹۔ ۱۰۔ یتما۔ لیطور :۔ ان کی اولاد نجد میں آباد ہوئی اور خوب پھیلی۔

۱۱۔ نافیس :۔ وادی القریٰ میں آباد ہوا۔

۱۲۔ قیدماہ :۔ خلیج فارس کے کنارے آباد ہوا۔ شہر کاظمہ انہی کی یادگار ہے۔

ابراہیمی ۔ حجاز اور فارس کے درمیانی علاقہ میں آباد ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ کے خسر حضرت شعیبؑ انہی لوگوں میں سے تھے۔

ادومی یا بنی عیلو۔ ان کی اولاد کوہ سعیر کے اردگرد آباد ہوئی اور آہستہ آہستہ معدوم ہوگئی۔

تاجوری ۔ انہوں نے شمالی عرب کو آباد کیا۔

ہارانی ۔ یہ عمان کے علاقہ میں جا بسے۔

Marfat.com

عرب المستعربہ - میں سے صرف اسماعیلیوں نے تاریخ میں اپنا مقام پیدا کیا۔ صد
تک ان کے حالات پر پردہ پڑا رہا۔ بالآخر اسی قوم میں وہ ماہ منیر طلوع ہوا جس کی روشنی سے سا
عالم جگمگا اٹھا۔

یاد رہے کہ مسلمانوں کی تباہی میں عرب العاربہ اور عرب المستعربہ کی باہمی چپقلش و رقابت کو
دخل تھا۔ بنو امیہ کی خلافت اور اندلس میں مسلمانوں کی تباہی ان قبائل کی دشمنی کا ہی نتیجہ تھی کیونکہ
یہ محطانی اور کنانہ کے نام سے لڑے اور کبھی مضری اور حمیری کا نعرہ بلند کیا۔

خانہ بدوش قبائل کا پیشہ بھیڑ بکریاں چرانا، اُونٹ پالنا اور صحرا نوردی تھا۔ شہروں
مقیم عام طور پر تجارت پیشہ تھے۔ اہل حجاز شام و یمن کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ یمن وا
کا لین دین ہندوستان و افریقہ سے تھا۔ یہ قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اکثر معمولی معا
وجوہ کی بنا پر سخت خونریز لڑائی ہوتی۔ غافل قبائل پر ڈاکہ ڈال کر ان کو لوٹ لینا بہادری شمار
تھا۔ اس لئے ہر قبیلے کو ہر وقت چوکس اور ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔ ان عربوں کا تعلق بیرو
سلطنتوں سے کوئی نہ تھا۔ ایرانیوں نے ان کی روک تھام کے لئے عرب کی سرحد پر حیرہ
رومیوں نے بنی غسان کی سلطنت قائم کر رکھی تھی تاکہ وہ ان صحرا نوردوں کو حدود عبور کرنے
روکے رکھیں۔ آپس میں ہر وقت لڑتے رہنے کی وجہ سے یہ عرب بڑے جنگجو، دلیر اور سخت
کوش ہو گئے تھے۔ اپنے قبیلے کے نام پر فخر کرنا، حسب نسب پر اترانا ان لوگوں کا عام شیوہ تھا
چونکہ ضروریات زندگی کے حصول کی خاطر یہ اکثر ستاروں بھری ٹھنڈی راتوں میں وادیوں اور صحرا
میں گھومتے رہتے تھے۔ اس لئے فطرت کی ہم نشینی نے انہیں شاعر بنا دیا تھا۔ فنون لطیفہ میں
ان کا محبوب فن شاعری اور خطابت تھا۔ علم محدود تھا حسب نسب کو زبانی یاد رکھنے کے لئے
قبیلہ میں نسّاب ہوتے تھے۔ غربت کی وجہ سے مال و دولت ہی ان کے لئے سب کچھ تھا۔ اسی
لئے وہ اپنا مذہب، ماں باپ اور ہر چیز قربان کرنے کو تیار تھے۔ خیمہ نشین ہونے کی وجہ
یہ لوگ عمارتوں سے ناواقف تھے۔ عمارتیں بنانے کے لئے انہیں رومیوں، یونانیوں اور مص

Marfat.com

ضروریات حاصل کرنی پڑتی تھیں۔ بڑے بڑے شہر معدودے چند تھے۔ حجاز میں مکہ اور مدینہ ساحل پر جدہ۔ ینبوع اور مخہ کی بندرگاہیں تھیں۔ یمن میں صنعا وسط ملک میں دمیاط اور تعلیہ آبادیاں تھیں۔ شمالی حصے میں حمیرہ اور دومتہ الجندل کے قصبے تھے۔ صحرانشینوں کا بڑا پیشہ جنگی کرتب سیکھنا۔ نیزہ بازی، تیراندازی، گھوڑے سدھانا اور باز پالنا تھا۔ ملک کے لوگ عموماً چار مذاہب کے پیرو تھے۔ کثیر تعداد بت پرستوں کی تھی۔ یہ بت یا تو دیوی دیوتاؤں کی نمائندگی کرتے تھے یا شیوخ قبائل کی۔ یہ بت عموماً ناتراشیدہ ہوتے تھے۔ مسجد ابراہیم یا کعبہ پر انہی کا قبضہ تھا۔

نجران میں عیسائی آباد تھے جن کو آخری حمیری بادشاہ ذونواس نے مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن ارباط سپہ سالار نجاشی کے حملے کی وجہ سے وہ خود سمندر میں چھلانگ لگا کر غرق ہوگیا۔ اس طرح سے عیسائی آبادی محفوظ رہی تیسرا مذہب ستارہ پرستوں کا تھا جن کی اصل بنا صابئی مذہب تھا طرح مدینہ، یمن اور خیبر میں یہودی بھی آباد تھے۔ جو اپنے اصل مذہب کو بالکل چھوڑ چکے تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جو کسی مذہب کے پیرو نہ تھے۔ اور حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔

تہذیب وتمدن سے عاری اور مال و دولت سے خالی ہونے کی وجہ سے باہر کے ممالک میں عرب کو کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ بائبل نے اسے ایک بے آب وگیاہ بیابان کا نام دیا تھا۔ اہل عرب تمام دنیا سے علیحدہ اور باقی جہان سے الگ تھلگ صحرائی طوفانوں اور باد سموم کے جھونکوں میں مگن رہتے تھے۔ انہیں مہذب دنیا کے ساتھ کوئی سروکار نہ تھا۔ کوئی حملہ آور بھی اس طرف آکر اپنی فوج کو برباد کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ کبھی کبھی افریقہ والوں کی نگاہیں یمن کے زرخیز علاقہ پر پڑتیں تو حمیری قبائل سے ان کی مڈھ بھیڑ ہو جاتی۔ اسلام سے کچھ عرصہ قبل جب ذونواس حبشیوں سے شکست کھا کر سمندر میں ڈوب گیا تو سیف ذی یزن نے کسریٰ ایران کی مدد سے دوبارہ اپنے ملک پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد یمن ہمیشہ کے لئے آزاد ہوگیا۔ اور زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ عرب بجائے محکوم ہونے کے اقصائے عالم پر حکمرانی کرنے لگا۔

Marfat.com

رحمۃ للعلمین

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد مکّہ اور اس کے قرب وجوار میں آباد تھی۔ ان میں سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ قریش تھا۔ یہ قبیلہ کعبہ کا متولی اور محافظ ہونے کی وجہ سے تمام عرب میں معزز و محترم تھا۔ ابرہہ والیٔ یمن کی فوجوں کی تباہی کے بعد اس مقدس مقام کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی۔ اس کے ساتھ قریش بھی تمام قبائل میں ایک ممتاز حیثیت اختیار کر گئے۔

اسی قبیلہ کے ایک سردار عبد المطلب کے صاحبزادے عبداللہ کے ہاں وہ فرزند سعید تولد ہوا جس کے ہاتھوں تمام معبودانِ باطل کی شکست مقدّر ہو چکی تھی جس کے پاؤں تلے مشرق و مغرب کے دیوتاؤں کی سنگین گردنیں روندڈالی گئیں۔ وہ ذات مقدّس جس نے انسان کو پتھروں کے سامنے سے اٹھا کر عرشِ عظیم کا رستہ دکھایا۔ جس نے دنیا میں حسنہ اور نیکی کا عظیم الشان سبق دیا۔

وہ بے مثل ہستی ہے

Marfat.com

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
غریبوں کا والی یتیموں کا مولے غلاموں کا ملجی ضعیفوں کا ماویٰ

وہ پاکیزہ ہستی جس کا غلغلہ ہندی کتابوں میں محامت کے نام سے اور عبرانی کتابوں میں محمدیم کے نام سے اس کی آمد سے صدیوں پیشتر سے موجود تھا۔

جس کی آمد کی خوشی میں سلع والوں نے گیت گائے تھے جس کا جلوہ کوہ فاران سے دس ہزار قدوسیوں کی معیت میں ہوا۔

Marfat.com

صبحِ صادق

عطر و گلاب و مشک سے دھو کر زبان کو
گستاخ ہوں جو پھر بھی ترا نام لے سکوں
شبلیؔ

محمد رسول اللہ ۲۰؍اپریل ۵۷۱ء ۹ ربیع الاوّل دو شنبہ کو اپنے والد ماجد کی وفات کے چھ ماہ بعد مکّہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جو قبیلہ زہرہ کے ایک ممتاز فرد وہب بن عبد مناف کی صاحب زادی تھیں۔ دادا نے آپ کا نام محمدؐ رکھا۔ اور چونکہ ان کا یہ پوتا ان کے سب سے چھوٹے فرزند کی اکلوتی یادگار تھا۔ اس لئے آپ پیدائش پر بنو ہاشم نے بڑی خوشی منائیؑ اور بوڑھے عبدالمطلب نے کعبہ میں جا کر سجدہ شکر ادا کیا۔ دو تین روز والدہ کا دودھ پینے کے بعد آپؐ کو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کے حوالے کیا گیا۔ تاکہ وہ آپؐ کو دودھ پلائے

حضور قبیلہ سعدیہ میں

عرب کے شہروں کے امراء اور ممتاز طبقہ کے لوگوں میں یہ رواج تھا کہ اپنے بچوں کو تازہ ہوا، کھلی فضا اور اچھی تربیت کے

لئے صحرائی قبائل کی عورتوں کے سپرد کردیتے تھے ۔ عرب میں اس سال چونکہ قحط پڑا ہوا تھا ۔ اس لئے اکثر قبائل جتے اکہ نواح طائف میں بسنے والے قبائل نے بھی اس خیال سے مکہ کا رخ کیا کہ مکہ کے تاجر پیشہ امراء کے بچے لے کر ان کی پرورش کریں ۔ تاکہ اس حق الخدمت کے عوض چند دن کے لئے کھانے کا سامان مہیا ہو جائے ۔ آپؐ کو قبیلہ ہوازن میں سے بنو سعد کی ایک عورت حلیمہ نے آپؐ کی والدہ سے لے لیا ۔ اور پرورش کے لئے اپنے مسکن پہ لے آئی ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلعم باوجود یتیم ہونے کے اتنی حیثیت کے مالک تھے کہ آپؐ کی والدہ یا دادا کی طرف سے معقول معاوضہ ملنے کی امید تھی ۔ اور ساتھ ہی یہ کہ مکہ میں آپؐ کا خاندان ممتاز خاندان تھا ۔ یہ اس اعتراض کا جواب بھی ہے جو مارگولس نے کیا ہے کہ حضرت حمزہ نے آپؐ کو نشہ کی حالت میں اپنے باپ کا غلام کہا تھا ۔ اور یتیم لڑکے کی حالت اچھی نہ تھی حالانکہ ہر سعادت مند انسان اپنے والدین کا فرمانبردار غلام ہی ہوتا ہے ۔

حلیمہ نے دو سال تک آپؐ کو دودھ پلایا اس اثنا میں اس کی ایک لڑکی شیما اتنی عمر کی تھی کہ وہ ہر وقت بچے کو اٹھائے پھرتی ۔ آپ کو کھلاتی ۔ اسی بنا پر آپ اس سے مانوس ہو گئے ۔ دو سال ختم ہونے کے بعد حلیمہ آپ کو مکہ میں لائیں ۔ لیکن شہر میں وبا پھیلی ہوئی تھی اس بنا پر حضرت آمنہ نے حلیمہ کو وہ بچہ اپنے ہمراہ لے جانے کا ارشاد کیا ۔ چنانچہ حلیمہ پھر آپ کو چار برس کے لئے اپنے ہمراہ لے آئیں جب آپ چھ برس کی عمر کو پہنچے تو حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر کے خود بادیدہ پُرنم واپس چلی گئیں ۔ حضرت حلیمہ اور شیما کی محبت آپؐ ساری عمر نہیں بھول سکے ۔ پینتالیس برس کی عمر میں جب حلیمہ آپ کو ملیں تو آپ "میری ماںؑ میری ماں" کہتے ہوئے انھیں لپٹ گئے ۔ جب قبیلہ ہوازن فتح مکہ کے بعد شکست کھا کر اسیر ہوا تو ان قیدیوں میں آپ کی رضاعی بہن یعنی حضرت حلیمہ کی صاحبزادی بھی تھیں ۔ آپ نے دیکھا تو اپنے کاندھے سے چادر اُتار کر اسے بچھا کر انھیں بٹھایا ۔

مرحوم شوہر کی نشانی جب آمنہ کی آنکھوں کے سامنے آئی تو حضرت آمنہ کے دل میں شوہر کی محبت نے جوش مارا ۔ عالم تصور میں انھیں وہ وقت یاد آگیا ۔ جب ان کا شوہر ان سے چند ماہ کے لئے رخصت ہو کر سفر شام پر گیا تھا ۔ لیکن ابھی تک لوٹا نہ تھا ۔ وہ شوہر کی یاد میں بے قرار ہو گئیں اور اپنی لونڈی

Marfat.com

ام ایمن اور بچے کو ساتھ لے کر اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کو چل پڑیں۔ مدینہ ہی میں آنحضرت کے والد کا ننہال تھا۔ اس وقت یہ شہر یثرب کے نام سے مشہور تھا۔ اور حضرت عبداللہ اسی جگہ مدفون تھے عبدالمطلب کی والدہ اسی جگہ کی رہنے والی تھی۔ اس لئے حضرت آمنہ انھیں کے ہاں ٹھہریں۔ اور ایک مہینہ وہاں قیام کیا۔

والدہ کی وفات

اس یتیم بچے کی قابل رحم حالت کا اندازہ کیجئے جو والدہ کے ہمراہ والد کی قبر کی زیارت کو جائے اور آتا ہوا والدہ کو بھی وہیں کھو بیٹھے۔ اور اسے اکیلا واپس آنا پڑے۔ مکہ کو واپس لوٹتے ہوئے حضرت آمنہ مقام ابوا میں بیمار ہو گئیں۔ اور اسی جگہ اپنے اکلوتے اور یتیم نور نظر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی دار آخرت کو سدھاریں۔ عبداللہ اور آمنہ کا یہ یتیم نور نظر جس سے باپ کے بعد ماں کی محبت بھی چھن گئی تھی۔ غمگین اور اندوہناک حالت میں ام ایمن کے ہمراہ مکہ کو لوٹ آیا۔ مکہ پہنچ کر جب آپ اپنے دادا سے ملے تو یتیم پوتے کو دیکھ کر شفیق بوڑھے کی چیخیں نکل گئیں۔ اس نے آپ کو سینے سے لگالیا۔ اور دو سال تک آپ کو اپنے سے جدا نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلعم کا زمانۂ بچپن آرام سے گذرا۔ کیونکہ عبدالمطلب کی بیوی ہالہ آمنہ کی چچا زاد بہن تھی۔ اور یہ ممکن نہ تھا کہ دادا اپنے فرزند کے نور نظر اور خالہ اپنی بہن کے لخت جگر کو ہر ممکن آرام نہ دیتے۔

جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا نے ۸۲ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ معصوم اور ننھے بچے پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اسے آج تک سکھ کے بہت کم دن میسر آئے تھے۔ باپ کی شفقت سے وہ محروم تھے۔ والدہ نے آپ کو چند دن سے زیادہ پاس نہ رکھا تھا۔ دادا کی شفقت سے آپ ابھی مانوس ہوئے ہی تھے کہ ان کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ عبدالمطلب اپنے پوتے کی اس دردناک حالت کو خوب سمجھتے تھے۔ اس لئے وفات سے قبل آپ کو خاص طور پر ابوطالب کے سپرد کر کے انھیں یہ وصیت فرمائی۔

”میرے اس بچے کو اپنے بچوں سے عزیز سمجھنا۔“

ابوطالب نے مرتے ہوئے باپ کو تسلی دی۔ چنانچہ حالات بتاتے ہیں کہ اس جوانمرد نے اپنے وعدہ

Marfat.com

...کو بچایا۔ اور خوب بچایا۔

شرح صدر حضرت حلیمہ کے ہاں قیام کے دوران میں آپ کے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جسے شرح صدر کہا جاتا ہے۔ شرح صدر کے واقعات تمام صحیح روایتوں میں ملتے ہیں۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ البتہ واقعہ کی نوعیت اور وقت میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر تمام روایات کو اکٹھا کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ پانچ دفعہ پیش آیا۔ لیکن ارباب سیر اس پر متفق نہیں۔ حافظ ابن حجر شرح صدر کو چار دفعہ تسلیم کرتے ہیں۔ امام سہیلی دو دفعہ کے قائل ہیں علم روایات کے مطابق شرح صدر جسمانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جس وقت آپ دس برس کے تھے تو ایک دن میدان میں پھرتے ہوئے دو آدمی آپ کو ملے۔ انھوں نے آپ کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا۔ آپ کے پیٹ کو چیرا گیا۔ پیٹ چاک کر کے دل نکالا گیا۔ اس میں سے وقائم ...ایک سیاہ منجمد خون کی طرح پھٹکیں نکال دی گئیں۔ اس کے بعد دل کھول کر اس میں اخلاق حسنہ بھرا۔ دل اپنی جگہ رکھا۔ اور سینہ سی دیا گیا۔ دوسری روایت ابوذر سے مروی ہے کہ جب آپ کو نبوت دی گئی تو اس سے قبل دو فرشتے آپ کے پاس آئے اور انھوں نے سینہ چیر کر دل نکال کر دھویا۔ اور پھر سینہ میں رکھ کر سینہ سی دیا۔ تیسری روایت یہ ہے کہ جس وقت آپ حلیمہ کے ہاں تھے تو ایک دن جب کہ آپ باہر لڑکوں کے ساتھ پھر رہے تھے دو آسمانی فرشتے آئے اور آپ کو لٹا کر سینہ چاک کر کے دل سے برائی کا حصہ نکال کر اس کی جگہ رحمت و محبت بھر دی۔ بعض روایات میں فرشتوں کی جگہ پرندے مذکور ہیں اور ساتھ ہی یہ الفاظ بھی ہیں کہ "وہ سینے پر ٹانکوں کے نشان نظر آتے تھے۔"

چوتھی روایت سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ معراج سے پہلے پیش آیا۔ اور آپ کو آسمان کی طرف لے جانے سے پہلے فرشتوں نے آپ کو پاک و مطہر کیا۔

ان روایات کے برعکس قرآن مجید کی روشنی میں شاہ ولی اللہ کی رائے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

"کیا اے پیغمبر ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟"

Marfat.com

حضرت موسیٰ نے بھی کوہ طور پر دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "اے خدا میرا سینہ علم کے لئے کھول دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ تو جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے اور اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ سینہ کا چاک کرنا اور اسکو ایمان سے بھرنا انوار ملکیہ کا روح پر غالب آنا ہے۔ اس سے طبیعت بشری کا شعلہ بجھ جاتا ہے اور عالم بالا سے فیضان حاصل ہے۔ انسان کا دل انوارِ الٰہی کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

انبیاء مرسلین ازل سے پاک و مطہر ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں دوسروں کو پاک وا کر دینے کی قوت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس ضرورت سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ شق صدر جسمانی مان لیا جائے تو ایک دفعہ سے زیادہ شرح صدر کی ضرورت کیا تھی ؟ کیا جسم انسانی سے ایک دفعہ کاٹا ہوا عضو دوبارہ پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں یہ بھی کہا گیا کہ آپ دوسروں کو علم سکھاتے اُن کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرو کا تزکیہ قوتِ قدسی اور انوارِ الٰہی کے فیضان سے ہوتا ہے نہ کہ چیر پھاڑ سے۔

اگر ہم یہ تسلیم کریں کہ آپ کا سینہ چیر کر آپ کے اندر سے وہ غدود اور گلٹیاں نکال دی گئی جو غصہ، رنج، کینہ اور حسد کی پیدائش کا موجب ہیں۔ تو آپ بدی پر قادر نہ ہے۔ کسی بات قادر نہ ہو کر اس سے پرہیز کرنا کوئی کمال نہیں۔ بلکہ کمال یہ ہے کہ خواہش دل میں ہو لیکن ا اچھی سمت پھیر دیا جائے۔ اسلام کا فلسفۂ اخلاق اس نکتے پر مرکوز ہے کہ خواہشات نفسا کو مٹایا نہ جائے۔ بلکہ ان کی تصفیہ و تعدیل کی جائے بخلاف اس کے بعض مذاہب کے پیر وصال خدا کے حصول کے لئے نہ صرف خواہشات بلکہ بعض اعضا کو بھی ناکارہ بنا لیتے ہیں۔

کلام عرب میں شرح صدر کے معانی کسی بات کی سمجھ دینا اور اس کی حقیقت واضح ہے۔ قرآن حکیم کی پیش کردہ تینوں آیات یہی معنی رکھتی ہیں۔ اور غالباً یہی درست ہے کہ شق صدر کا مطلب مدارج نبوت طے کرانے اور اعلیٰ مقامات پر فائز کرنے کے لئے مختلف اوقا

ان خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کے قلب اطہر پر انوار الٰہی کی وہ تجلیاں نازل ہوتی تھیں جو آئندہ
نازل میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کر کے روحانی کیفیات اور عالم برزخ کے حقائق آپ کے سامنے
نی کر دیتی تھیں۔

ابن جریر طبری اسی بات کا قائل ہے۔ اور اس نے اس مقصد کی متعدد روایات پیش کی ہیں
صحابہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا "یا رسول اللہ شرح صدر کیوں کر ہوتا ہے"؟ آپ نے فرمایا
"قلب میں ایک نور داخل ہوتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے" پھر پوچھا یا حضرت
س کی علامات کیا ہیں"؟ فرمایا۔

"عالم جاودانی کے گھر کا شوق۔ دنیا سے دل برداشتگی اور موت سے قبل
وت کی تیاری"

Marfat.com

ابو طالب کے گھر میں

عبداللہ کے یتیم و سعید بیٹے کے لئے قدرت نے بچپن میں ہی ایسے اسباب مہیا کر دیئے تھے کہ وہ لہو و لعب کی طرف سے متنفر ہو کر سوچ بچار کی طرف مائل ہو جائیں۔ اوائل عمر ہی میں پے در پے صدمات اور والدین کی وفات نے دنیائے فانی کی بے ثباتی کا گہرا نقش آپ کے دل پر بٹھا دیا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ اخلاق حسنہ، رحم، محبت، الفت و انس کا پیدا ہونا تھا۔ انہی صفات کی بنا پر آپ کے چچا آپ سے بے حد پیار کرتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

اپنے چچا کے ریوڑ چرانے کے لئے صحرا میں آپ کی آمد و رفت نے آپ کو سوچ بچار اور عجائبات قدرت کے مشاہدے کا اور زیادہ موقع دے دیا۔ چونکہ عرب کا پیشہ اونٹ بکریاں چرانا اور تجارت کرنا ہی تھا۔ اس لئے عموماً وہ بچے جو ابھی تجارتی سفر کے قابل نہ ہوتے تھے یہی کام کرتے تھے مگر عیسائی مورخین کو اس پر بھی اعتراض ہے اور یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ابو طالب آپ کو حقیر سمجھتے تھے اس لئے آپ سے بکریاں چروانتے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے:-

Marfat.com

۱۔ حضرت ابراہیم بھی ریوڑوں کے مالک اور چرواہے تھے۔

۲۔ بنی اسرائیل کے جد امجد حضرت یعقوب شادی کی خاطر ۱۴ سال تک اپنے ماموں کی بکریاں چراتے رہے۔

۳۔ حضرت یعقوب کا بڑا بھائی ریوڑ چرانے اور شکار کھیلنے کا کام ہی کرتا تھا۔

۴۔ حضرت یعقوب کی ساری اولاد گلہ بان تھی۔

۵۔ حضرت موسیٰ نے بھی شادی کروانے کی خاطر سالہا سال بکریاں چرائیں۔

۶۔ حضرت داؤد چرواہے تھے پھر بھی انھیں حکومت و نبوت ملی۔

جب آپ نے کچھ ہوش سنبھالا۔ تو آپ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کو کھجوریں اور عطر لیکر بصریٰ اور شام کی منڈیوں کی طرف جاتا ہوا پایا۔ آپ بھی ایک سفر میں ان کے ساتھ چلنے پر مصر ہو گئے۔ حضرت ابو طالب آپ کو ہمراہ لے گئے۔ اس سفر میں رموز تجارت میں واقفیت حاصل کرنے کے علاوہ آپ نے معاشرتی تنزل، مذہبی پستی اور رسومات بد کا وہ بھیانک و اندوہناک نظارہ دیکھا جو آپ کے خیالات کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوا۔ اور اس نے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ سوچ بچار کی طرف مائل کر دیا۔

اس اثنا میں آپ کو عکاظ کے میلے میں قریش کی منزل پست اور ناشائستہ عادات کے مشاہدے کے علاوہ عربوں کی سفاکی دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ عکاظ کے میلے میں مقدس مہینوں میں قریش و کنانہ کے قبائل کی قیس و عیلان کے ساتھ ٹھن گئی جس نے ایک طویل اور سالہا سال تک جاری رہنے والی لڑائی کی صورت اختیار کر لی۔

اس لڑائی کو حرب الفجار کہتے ہیں۔ قبیلہ قریش کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے آپ کو بھی اس میں شریک ہونا پڑا۔ لیکن آپ نے کبھی ہتھیار نہیں چلایا۔ یوں قدرت نے آپ کو اپنی قوم کی قبیح عادات کے مطالعہ کا موقعہ دیا۔ اور آپ نے اسی دوران میں ان قباحتوں کے سدباب کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

کعبہ کی عمارت ایک نشیبی جگہ پر واقع ہے۔ جب بھی مکہ میں بارش ہوتی تو ارد گرد کی پہاڑیوں کا تمام پانی ایک ریلے کی صورت میں کعبہ سے آٹکراتا جس سے عمارت کو شدید نقصان پہنچتا۔ اسی نقصان کی بنا پر قریش نے کعبہ کی عمارت کو دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک تباہ شدہ تجارتی کشتی کے تختے چھت ڈالنے کے لئے خریدے گئے۔ اور دیواروں کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ آنحضرت صلعم اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ دیواروں کی تعمیر کے دوران میں جب حجر اسود نصب کرنے کا موقعہ آیا تو ہر قبیلے نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے یہ پتھر مخصوص جگہ پر نصب کریں۔ اس بنا پر تلواریں کھچ گئیں۔ ایک بوڑھے جہاندیدہ مردِ دانا نے یہ حالت دیکھ کر مشورہ دیا کہ اس طرح لڑ کر مرنے کی بجائے یہ بہتر ہے کہ کل صبح کے وقت جو شخص سب سے پہلے حرم کعبہ میں آئے وہ اس پتھر کو نصب کرے۔ اگلی صبح کعبہ میں سب سے پہلے آنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ نے دوسرے امیدواروں کو مایوس کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور ایک چادر بچھا کر حجر اسود اس پر رکھ کر ارشاد فرمایا کہ تمام قبائل کے سردار اس چادر کو تھام کر اٹھائیں۔ سب لوگ اس فیصلہ پر بڑے خوش ہوئے۔ حجر اسود چادر میں رکھ کر دیوار کے قریب لایا گیا۔ جہاں آپ نے اسے اٹھا کر نصب کر دیا۔ ایسے حالات و واقعات نے نبوت سے قبل ہی قریش کے دل پر آپ کی ذہانت کا سکہ بھی بٹھا دیا۔

Marfat.com

شادی

حضرت ابوطالب کے بھتیجے کا بچپن جس کی ابتداء نہایت دردناک تھی۔ اسی طرح اپنی قوم کے افعالِ بد عاداتِ قبیحہ کے مشاہدے اور سوچ بچار میں گذر گیا۔ یتیمی کے صدمہ اور قوم کی گمراہی نے آپ کے حساس دل پر گہرا اثر کیا۔ شام و بصریٰ کے سفر میں آپ دیگر مذاہب کا تبدل و زوال بھی دیکھ چکے تھے۔ ان کے خیالات و جذبات و عقائد نے آپ کی فطرت سعیدہ کو مزید سوچ بچار کی دعوت دی۔ انہی وجوہ کی بنا پر آپ نے زمانہ بھر کے عوام اور اپنی قوم سے ایک علیحدہ راستہ اختیار کیا۔ آپ کے اخلاق بچپن سے ہی کریمانہ تھے۔ رحم و محبت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وعدے کے پکے، بات کے پورے۔ معاملے کے سچے، گفتار میں صادق۔ شرم و حیا میں کامل ہونے کی بنا پر آپ نے اپنی قوم میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا تھا۔ آپ فواحش اور بے حیائی کی طرف سے آنکھیں پھیر کر گزر جاتے تھے۔ اگر کوئی مصیبت زدہ نظر آتا تو اس کی امداد فرماتے۔ اگر کوئی بوڑھا مرد یا عورت بوجھ تلے دبا ہوا مل جاتا۔ تو خود اس کا بوجھ اٹھا کر اسے گھر پہنچا آتے۔

Marfat.com

حضرت ابو طالب کا گھرانا امیر نہ رہا تھا۔ ہاشم اور عبد المطلب اپنی شاہانہ فیاضیوں کی بنا پر سب کچھ لٹا چکے تھے۔ اب ان کے پاس کوئی ایسی دولت نہ تھی جس کے بل بوتے پر وہ اپنے اقتدار کو قائم رکھ سکتے۔ اسی لیے لامحالہ ان کے بھتیجے کو روزی کمانے کے لئے کام کرنا پڑا۔ آپ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ اس مقصد کی خاطر آپ کو کئی دفعہ عرب کے قریبی ممالک میں جانا پڑا۔ چونکہ عرب کی تجارت زیادہ تر شام و عراق و یمن کے ساتھ تھی۔ اس لئے آپ انہی ممالک کی منڈیوں میں جایا کرتے تھے۔

مکہ میں ایک مالدار بیوہ عورت رہتی تھی جس کا نام خدیجہ تھا۔ یہ ہمیشہ اپنا سامان تجارت نفع کے حصہ پر کارندوں کے ذریعہ شام و بصریٰ بھجوایا کرتی۔ قریش کی اس بیوہ کے کان میں بھی "الامین" کی دیانتداری، فرض شناسی اور خوش معاملگی کا شہرہ پہنچا۔ چنانچہ اس نے آپ کو اپنے سامان تجارت کا نگران بنا کر بصریٰ کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت آپ جوان تھے۔ اور آپ کی عمر ۲۵ سال کی ہو چکی تھی۔ واپس آکر جب آپ نے سامان تجارت کا حساب پیش کیا تو خدیجہ آپ کی ایمانداری دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ آپ کے لئے ایک ہمدردانہ قدر اس کے دل میں پیدا ہو گئی جس نے بڑھتے بڑھتے محبت کی صورت اختیار کر لی۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ حضرت خدیجہ نے آپ کو شادی کا پیغام بھجوا دیا۔ اپنے چچا کی رضامندی سے آپ نے اسے منظور کر لیا تب ۵۹۵ء میں حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی ہو گئی۔

حضرت خدیجہ چونکہ کافی مالدار تھیں اس لئے شادی کے بعد آپ کو افکار معیشت سے نجات مل گئی، اور آپ اپنا زیادہ تر وقت سوچ بچار میں گذارنے لگے۔ آپ کی آئندہ زندگی کے پندرہ سال عبادت و ریاضت، تفکر و تدبر میں گذر گئے۔

بتوں کی عبادت اور شراب نوشی سے آپ شروع ہی سے متنفر تھے۔ قوم کے افعال شنیعہ آپ کو سخت ناپسند تھے۔ وہ قوم جس کی کوئی تنظیم نہ تھی۔ کوئی قانون نہ تھا۔ کوئی عدالت نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ مختلف ارکان کو کعبہ کے متعلق محدود اختیارات ملے ہوئے تھے یہ با اختیار ارکان ہی اصل میں رئیسانِ شہر سمجھے جاتے تھے۔ ورنہ کوئی باقاعدہ حکومت

Marfat.com

تھی جس کے زیر سایہ افراد کے حقوق اور جان مال پُر امن طریقہ پر محفوظ رہ سکتے ۔ رشتہ دار اور قبائل کے ساتھ تعلق ۔ طاقت اور تلوار کے بل بوتے پر عرب کے باشندے ایک دوسرے کی چیرہ دستی سے محفوظ رہ سکتے تھے ۔ لیکن اجنبیوں کے لئے وہاں کوئی پناہ نہ تھی ۔ مظلوموں کا کوئی دادخواہ نہ تھا ۔ اس قسم کی بے آئینی سے متاثر ہوکر آپ نے بنی ہاشم ، بنی مطلب اور قبائل زہرا و تیم کے مقتدر ارکان پر مشتمل ایک جماعت بنائی جس کا مقصد مظلوموں کی حفاظت اور فریادیوں کی دادرسی کرنا تھی ۔ اس انجمن کا نام بنی جرہم کی پُرانی انجمن کے نام پر حلف الفضول رکھا گیا ۔

ادھر آپ شہر میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے انجمن کا قیام کر رہے تھے ادھر تسکین قلب کی تلاش میں مضطرب تھے ۔ قس بن ساعدہ ، ورقہ بن نوفل ، عبید اللہ بن جحش ۔ عثمان بن الحویرث ، زید بن عمر مکہ کے رہنے والے تھے ۔ یہ انسان شرک وفسق وفجور کی برائیوں سے منزہ اس نور ازلی کے نظارے کے لئے عرب کے کفر وطغیان کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں بیتاب تھے ۔ لیکن شعاع اُمید کسی طرف بھی نظر نہ پڑتی تھی ۔ انوار الہٰی کی اسی جستجو نے ورقہ بن نوفل اور عثمان بن الحویرث کو آستانہ مسیح پر جُھکا دیا ۔ لیکن محمد صلعم اس مسخ شدہ عیسائیت کے فلسفہ اقنوم سے مطمئن نہ تھے ۔ چنانچہ آبادی سے دُور ایک غار میں ڈیرہ لگایا ۔ صحرا کا گرم سورج ریگستان کی ریت کو بھُوبل بناکر مغرب کے کوتے میں جا سر چھپاتا ۔ صحرا کی وسعتیں آسمان کی روشن قندیلوں اور چاند کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی سے منور ہو جاتیں ۔ خنک خنک ہوا کے جھونکے دن بھر کے جھلسے ہوئے جسموں میں نئی رُوح ڈال دیتے ۔ فطرت مسکرا پڑتی ۔ عرب کے صحرائی اپنے اُونٹوں کی سُریلی گھنٹیوں کی آواز سے مست اپنے سفر پر روانہ ہو جاتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح اقدس کسی اور ہی عالم کی سیر کر رہی ہوتی تھی ۔

آپ تمام تمام رات گہرے خیالات میں غرق اپنے اَن دیکھے معبود ، دنیا کے بھلائے ہوئے خالق اور کائنات کے مالک کے حضور سربسجود رہتے ۔ متواتر کئی کئی دن تک آپ مکہ اور اہل مکہ سے الگ تھلگ اس کائنات کے نظام حیات دمات ۔ اس دنیا کے قانون تخلیق وفنا کے اسرار

پا جانے اور اس ہوئی میں جاری ضابطہ و قانون سمجھنے کے لئے بحر افکار میں غوطہ زن رہتے۔ اس تنہائی میں بلند چوٹیاں، لو کیلے پتھر، وسیع صحرا نیلا آسمان جھلس دینے والا سورج، شام کی شفق لالہ گوں، ٹمٹماتے ستارے، روپہلی چاند، بادِ نسیم کے جھونکے، فطرت، فطرت کے اشارے، قدرت اور قدرت کی نیرنگیاں ہی آپ کے ہمدم و ہمراز ساتھی اور ہم نشین تھے۔ پہر دن آپ کی روح آسمانی رفعتوں میں محوِ پرواز رہتی۔ آہستہ آہستہ روح کی صفائی ہوتی گئی۔ اندھیرے میں اجالا آتا گیا۔ طوفان کی تاریکیاں چھٹتی گئی اور آپ پر اسرار و حقائق ظاہر ہوتے گئے۔ تجلیات الٰہی کے غیر مجسم اور غیر مرئی اثرات آپ کو محسوس ہونے لگے۔

رات کی پرسکون گھڑیاں، صبح صادق کی خاموشیاں آپ کو سرود معرفت کے راگ سنانے لگیں۔ مصروف و منہمک قلب کے سامنے انوارِ الٰہی کی بجلیاں چمکنے لگیں۔ اور آخر کار خالق عالم نے صحرا کے اس عالی نسب اور سعید فرزند کے سامنے جو قدرت کے اسرار ہاتھ سے اشاروں کے ماتحت اور کسی خفیہ طاقت کے اثر سے مجبور ہو کر تاروں بھری منور راتوں میں تسکین قلب کا متلاشی تھا۔ قدرت کے راز کو آشکارا کر دیا۔ اور ایک مبارک صبح کو حسن کے کارکنان قدرت کو مسیح کے بعد مدت سے انتظار رہا تھا۔ وہ مقدس امانت اس کے سپرد کر دی گئی جو موسیٰ کو کوہ طور پر دی گئی تھی۔ جو حضرت ابراہیمؑ کو متواتر و مسلسل مشاہدوں کے بعد عطا ہوئی۔ جو مسیح کو دی گئی کہ وہ اپنی قوم کی سیاہ بختی کو دور کرے۔ وہ مقدس نور جس کے دشمن زمانے میں رہتے۔ اور ہر زمانے میں رہیں گے۔ وہی نور اب مکہ کے یتیم پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا کہ وہ اس کے ذریعے کفر و شرک، بدی و حرام کاری، بد تہذیبی و فواحشات لاقانونیت اور وحشت، بربریت اور درندگی، ظلم و جہالت سے بھری ہوئی دنیا کو منور کر دے

دِن کا اُجالا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نسخہ کیمیا ساتھ لایا (حالی)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ آپ کے پیروؤں کے لئے مسلسل جدوجہد اور متواتر و پیہم کوشش کا سبق ہے۔ آپ کو اپنے فرض کی ادائگی کے لئے قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کو طرح طرح کے لالچ دیئے گئے، سنگباری کی گئی۔ قتل کی سازشیں ہوئیں لیکن بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی آپ کے قدم نہ ڈگمگائے۔

قدرت کی طرف سے حکم ملنے کے بعد آپ کی ساری عمر میں ہم ایک لمحہ بھی ایسا نہیں دیکھتے جس میں آپ اپنے فرض کی طرف سے غافل ہوئے ہوں۔ آپ کا کام کوشش اور لگاتار جدوجہد کرنا تھا نتیجہ خدا کے ہاتھ میں تھا۔ وہی کارساز ازلی جس کی طرف سے آپ کو دنیا کو درس تہذیب و ہدایت دینے کا حکم ملا تھا آپ کا پشت پناہ تھا۔ اس کی خاطر آپ نے سر دھڑ کی بازی لگا

Marfat.com

دی۔ آپ کو دنیا میں اس کا کوئی صلہ درکار نہ تھا۔ آپ کو دنیا سے کوئی لالچ نہ تھا۔ اتنی بے لوث اور بے غرض جد و جہد کا ثمر آپ اسی مالک کے ہاں سے پانا چاہتے تھے جس نے آپ کے دل میں ایک درد پیدا کر دیا تھا۔ جس نے مسلسل کئی سال تک آپ کو سوچ بچار میں مشغول رکھا۔ اور جس نے بالآخر فطرت کے رازہائے سربستہ آپ کے سامنے واشگاف کر دیئے تھے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و نبوت محض معجزات کی مرہون منت نہ تھی۔ آپ کا مقصد دنیا کو ہمت مردانہ کا سبق دینا تھا۔ دنیا کو یہ بتانا تھا کہ اس دنیا میں کامیابی کا ایک ہی راستہ ہے۔ اور وہ ہے ان تھک محنت، بے لوث خدمت اور بے غرضانہ جد و جہد۔ آپ نے اپنے حصول مقصد کی خاطر بڑے سے بڑے لالچ کو ٹھکرا دیا۔ دنیا کے بندوں کو صاف صاف کہہ دیا کہ اگر تم سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دو تب بھی تم مجھ کو میرے فرض سے نہیں ہٹا سکتے۔ عرب کی ساری طاغوتی طاقتوں کے مقابلے کے باوجود آپ نے کیا ثانیہ کے لئے اپنی کوشش کو ترک نہیں کیا۔ اہل مکہ نے آپ کو ساحر اور مجنوں کے نام سے پکارا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ آپ کی سعی پیہم اور اٹل عزائم نے نہ صرف دنیا کے تہذیب و تمدن کو بلکہ سیاست عالم کا نقشہ بھی الٹ کر رکھ دیا۔ آپ کی زندگی ایک مسلسل پیکار تھی۔ متواتر جنگ تھی، لگاتار ٹکر تھی۔ باطل کے ہاتھ، بدامنی کے ہاتھ، ظلم، بدکاری، نفس پرستی، عیاشی اور تن پسندی کے خلاف، سرمایہ پرستی اور غرور و تکبر کے خلاف۔ آپ کی اسی جد و جہد کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنے اردگرد ایسے ساتھی پیدا کر لئے جنہوں نے ہر مشکل میں آپ کا ساتھ دیا۔ جنہوں نے آپ کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہایا۔ جنہوں نے آپ کی خاطر اپنا ملک، اپنا وطن، اپنے عزیز و اقربا اور اپنا گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا۔ انھوں نے حضرت محمد رسول اللہ کا ساتھ اس لئے نہیں دیا کہ آپ نے ان کے سامنے معجزے پیش کئے تھے۔ بلکہ انھوں نے اس لئے آپ کا ساتھ دیا کہ آپ کا اخلاق بلند تھا اور آپ کے عزائم پختہ۔ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے ساتھیوں کی طرح آپ کے پیرو متزلزل یقین رکھنے والے اور بے وفا نہ تھے بلکہ وہ صدق و صفا کا مجسم تھے۔ جن پر دنیائے اسلام

نازمیے -

روح الامین کی آمد

ایک شب صحرا کی خاموش فضاؤں ۔صبح صادق کی پُرسکون گھڑیوں سحر کی شیریں خاموشیوں میں یہ مقدس انسان جب ذات خداوندی سے متعلق انتہائی سوچ اور فکر میں محو تھا تو روحانیت و رموز خدائی کے اسرار اس پر وا انکشاف کر دیئے گئے ۔ یکایک غار حرا کے تاریک کونے ایک تیز و خوشگوار روشنی سے منور ہو گئے ۔ روح القدس نے ان کے سامنے آ کر نسیم صبح کے خوشگوار ہلکے جھونکے کی سی مدہم آواز میں کہا "پڑھ" آپ خاموش رہے ۔ پھر آواز آئی "پڑھ" اس دفعہ آپ خوفزدہ ہو گئے اور کہا ۔

"کیا پڑھوں" ؟ آواز نے پھر کہا ۔

"پڑھ اس خدا کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا ۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ۔ پڑھ تیرا خدا اکرم ہے ۔ وہ جس نے قلم کے ذریعے انسان کو علم سکھایا ۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں" ۔

جب اس قہار و جبار کا یہ پیغام روح القدس کی زبانی صحرا کے اس فرزند سعید کے سامنے پڑھا گیا تو آپ کچھ خوفزدہ سے ہو کر اٹھے اور گھر پہنچے ۔ آپ کے جسم میں ایک کپکپی سی طاری ہو گئی ۔ اور پسینہ چھوٹنے لگا ۔ آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے اتنے میں آپکی رفیقہ حیات آپ کے پاس تشریف لائیں اور آپ کے قریب بیٹھ کر محبت سے پوچھا "آپ کو کیا ہو گیا" ۔

آپ نے کہا "شاید مجھے کوئی مرض ہو گیا ہے ۔ مجھ پر ایک خوف عظیم طاری ہے" بلاشبہ یہ اضطراب جلال الٰہی کا اثر تھا ۔ وہ جلال جسے دیکھ کر بنی اسرائیل جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے جس کو دیکھ کر ذکریا گھبرا اٹھے اور ان پر دہشت طاری ہو گئی ۔ وہی جلال جس کی آواز سن کر مقدس مریم بہت گھبرا گئیں اور سوچنے لگیں کہ یہ کیسا سلام ہے

حضرت خدیجہ نے کہا "خدا یقیناً آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے گا ۔ وہ آپ کو کبھی اندوہگین

Marfat.com

نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ سچ بولتے ہیں۔ بُرائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ آپ ایماندار ہیں آپ کی زندگی نیکیوں میں بسر ہوئی۔ آپ اقربا اور دوستوں پر مہربانی کرتے ہیں۔ آپ نے کبھی بے ہودہ گفتگو نہیں کی۔ آپ کوئی فکر نہ کریں اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے فرمائیے"۔ آپ نے سارا واقعہ بتایا۔

حضرت خدیجہ نے کہا "بیٹھئے اور حوصلہ سے کام لیجئے۔ وہ جو آپ پر آیا وہ وہی ناموس اعظم تھا۔ جو پہلے پیغمبروں پر نازل ہوا"۔ یہ کہہ کر آپ اپنے خاوند کو ہمراہ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ ورقہ بن نوفل ایک بڑے عالم اور عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ جب انھوں نے یہ واقعہ سُنا تو بے اختیار پکار اُٹھے۔

" قدوس قدوس، قدوس " یہی ناموس اکبر تھا۔ جو موسیٰ پر نازل ہوا۔ جو پہلے پیغامبروں کے پاس پیام لایا۔ آپ اس زمانہ کے رسول ہیں۔ اور وہ وقت قریب آپہنچا کہ گڈریا ایک بار پھر ساری دنیا کی بکھری اور بھولی بھٹکی بھیڑوں کو اکٹھا کرکے مالک کے سامنے لے آئے"۔ آپ کے قلب مضطر کو کچھ ڈھارس ہوئی۔

ورقہ بن نوفل نے کہا "میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضے میں ورقہ کی جان ہے۔ آپ ہی وہ آدمی ہیں جس کو خدا نے پیغامبری کے لئے چن لیا ہے۔ آپ پر ناموس اکبر نازل ہوا ہے۔ لوگ آپ کو جھوٹا کہیں گے۔ تکلیفیں پہنچائیں گے۔ جلاوطن کریں گے۔ آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ تاکہ آپ کی حمایت کر سکوں"۔ ورقہ کی اس گفتگو سے آپ کے بیقرار دل کو مزید تسلی ہوئی اور آپ وہاں سے اپنے اسی مسکن تنہائی میں تشریف لے گئے۔

کچھ دنوں کے بعد وہی ناموس اکبر پھر آپ کے سامنے آیا۔ اور آپ کو عبادت خداوندی کا طریقہ بتا کر پھر غائب ہوگیا۔

اس کے بعد آپ پر مسلسل اور متواتر وحی آنی شروع ہوگئی اور رشد و ہدایت خلق کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ آپ نے دنیا کے سامنے اپنا فرض پورا کیا۔ اور اسی طرح پورا

Marfat.com

کیا جس طرح خدا نے فرمایا تھا۔ اس میں سرمو تفاوت نہ تھا۔ سلطنتوں اور قوموں کی تباہی۔ قبائل کے وحشیانہ شر و فساد شرک و کفر کے ناقوس و گھڑیال کے ہنگامہ ہائے ہاو ہو میں۔ بدکاری کے طوفانوں پر سے ہوتی ہوئی ایک ندا زمین و آسمان میں گونجی جس کو سن کر ایک طرف ایوان کفر میں تزلزل بپا ہو گیا۔ تو دوسری طرف معبودان باطل منہ کے بل جا گرے۔ دنیا میں اب وہ رسول آچکا تھا۔ جس کی نسبت لیسعیاہ نبی نے کہا۔

"اے سمندر پر گذرنے والو! اور اس میں بسنے والو! اے جزیرو اور ان کے باشندو۔ خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتا سر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار[1] کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع[2] کے گیت گائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثناخوانی کریں۔ خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا۔ ہاں وہ للکارے گا۔"

میں بہت مدت سے چپ رہا، میں خاموش رہا اور ضبط کرتا رہا۔ پر اب میں دردِ زہ والی کی طرح چلاؤں گا، میں ہانپونگا اور زور زور سے سانس لوں گا۔ میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا۔ اور ان کے سبزہ زاروں کو خشک کر دوں گا۔ اور ان کی ندیوں کو جزیرے بنا دوں گا، اور تالابوں کو سکھا دوں گا اور اندھوں کو اس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لے جاؤں گا میں ان کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں لے چلوں گا۔ میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو ہموار کر دوں گا۔ میں ان سے یہ سلوک کروں گا اور ترک نہ کروں گا۔ جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے ہیں اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں "تم ہمارے معبود ہو۔ وہ پیچھے ہٹیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے" (لیسعیاہ نبی باب ۴۲)

---

[1] قیدار۔ آنحضرت صلعم کے مورث اعلیٰ کا نام ہے۔ [2] مدینہ منورہ کا پرانا نام۔ مدینہ میں ایک پہاڑی کا نام۔

Marfat.com

یہ وہی تھا جس کے متعلق حضرت عیسٰی نے کہا۔

"لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ میں تمہیں اطمینان دیئے جاتا ہوں۔ اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں، جس طرح دنیا دیتی ہے۔ میں تمہیں اس طرح نہیں دیتا تمہارا دل نہ گھبرائے نہ ڈرے، تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو۔ تو اس بات سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں، خوش ہوتے کیوں کہ باپ مجھ سے بڑا ہے، اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"

(یوحنا باب ۱۴ درس ۲۶)

Marfat.com

آفتابِ رسالت کی ضَوپاشی

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی (حالیؔ)

اب نبی عربی کا کام لات، عزیٰ، ہبل اور منات کی خدائی کو ختم کرنا ہی نہ تھا بلکہ اسے لبن اور نیوپیرٹ کی سنگین گردنوں کو بھی ختم کرنا تھا۔ اسے ان تمام دیوی دیوتاؤں کو پاؤں تلے روندنا تھا جن کے قدموں میں انسان صدیوں سے لوٹ رہا تھا۔ جو صدیوں سے معبدگاہوں میں جلوہ افروز انسانی پستی اور خلیفہ خدا کی دوں ہمتی کے شاہد تھے۔ اسے نہ صرف ان آہنی اور سنگین مجسموں کو پاش پاش کرنا تھا بلکہ شرق و غرب کے چھوت اور اچھوت کے فلسفہ پر مساوات کو غالب کرنا تھا۔ اسے ان لاکھوں انسانوں کی گردنیں آزاد کرانا تھیں جو مدتوں سے مذہب کے نام پر سسک سسک کر جان دے رہے تھے۔ ان کروڑوں غریبوں کی امداد کرنا تھا۔ جو بے رحم سود خواروں کے قبضہ میں تھے۔ اسے شراب کے ان لاکھوں مٹکوں کو توڑنا تھا جو سالہا سال سے عقلِ انسانی پر پردہ ڈالے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ اسے عورت کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنا تھا۔ اسے ساری دنیا کی بھٹکی ہوئی انسانیت کو روشنی دکھانا تھا۔ اسے علم و تہذیب کا بول بالا کرنا تھا۔ اسے انسان کی خودی بلند کرنا تھی۔ اسے ذات پات اور رنگ و وطن کے امتیاز کو مٹانا تھا۔ اسے جھوٹے خداؤں کا غرور توڑنا تھا۔ اسے غلاموں کا بازو تھامنا تھا۔

چیست قرآن خواجہ را پیغام مرگ
دستگیر بندۂ بے ساز و برگ (اقبال)

اسے مغروروں کا غرور ختم کرنا تھا۔ اسے متکبروں کا تکبر مٹانا تھا۔ اسے دنیا کے تمام بادشاہ کے خلاف ہو کر ان کی ملوکیت کو پیغام فنا دینا تھا۔ اسے غریب و امیر کی اونچ نیچ کو برابر کرنا تھا۔ مگر وہ تنہا تھا صحرائے عرب کا ایک غریب باشندہ۔ جس کی ساری قوم اس کے خلاف تھی۔ وہ قوم جو ان باتوں کو سن کر اسے ساحر و مجنوں کہتی۔ جو اپنے آباؤ اجداد کے رستے کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اور جونہی اس نے اعلان کیا کہ:

"اے بنی نوع آدم! تم ان پتھر کی مورتیوں۔ دیوتاؤں کے مجسموں اور اپنے نفس، وطنیت اور فوقیت کے بتوں کو چھوڑ کر ایک مالک کے سامنے جھک جاؤ۔ یہ سمجھ لو کہ سب انسان برابر ہیں۔"

تو آج کل کے ان مہذب انسانوں کی طرح جو عیاشی میں مصروف اور اپنے نسلی تفاخر پہ نازاں مساوات کو دیکھنا پسند نہیں کرتے اس کی قوم نے بھی اس کی اس بات کو پسند نہ کیا۔ اور آپ پر سنگباری شروع کر دی۔ جونہی آپ نے کہا۔

"اے میری قوم! غریب و حاجت مند بھائیوں کی حاجت برآری کرو۔ اور بوقت ضرورت انہیں قرضہ دے کر سود طلب نہ کرو۔"

تو آج کل کے سود خوار، یہودی صفت لالچیوں کی طرح قوم نے حقارت سے کہا،

"یہ سود نہیں تجارت ہے۔"

Marfat.com

جونہی آپ نے کہا "اے انسانو! شراب تمہاری عقل پر پردہ ڈالتی ہے۔ یہ تمہیں حقیقت کی طرف سے غافل کر دیتی ہے۔ اسے ترک کر دو" تو قوم نے آج کل کے مے خواروں کی طرح ہی جواب دیا۔

"یہ تو ہمارے لئے، غذا کا کام دیتی ہے۔ یہ ضروریاتِ زندگی میں سے ہے یہ ہماری صحت کے لئے ضروری ہے۔ یہ ہمارا غم غلط کرتی ہے۔"

جونہی آپ نے کہا۔

"اے میری قوم! فسق و فجور اور زنا سے باز آجاؤ"۔ تو آج کل کے عیاش امراکی طرح قوم نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔

"زندگی تو ایک ہی دفعہ ہے۔ اس لئے عیش کیوں نہ کیا جائے حسن کو بے فائدہ کیوں ضائع ہونے دیا جائے۔ آخر یہ اسی لئے تو ہے کہ اس سے لطف اندوز ہوا جائے۔"

جونہی آپ نے کہا۔

"اے دنیا والو! تمہیں ایک دن خدا کے سامنے اپنا حساب کتاب پیش کرنا ہے تمہیں مر کر ایک دن اس مالک الملک کے سامنے جانا ہے" تو قوم نے کہا:

"قیامت کیا ہے، سزا و جزا کیا ہے۔ سب کچھ اسی دنیا میں ہے۔ جو یہاں کام کرتا ہے عیش کرتا ہے۔ جو اس کے اہل نہیں دولت نہیں کما سکتے، وہی جہنم میں ہیں۔"

آپ نے کہا:

"اے لوگو! تمہاری یہ ایک دوسرے کے ساتھ دھوکا بازی۔ قومی غداری۔ سرمایہ پرستی بے حیائی یہ سب مذموم حرکات ہیں"۔ تو قوم نے کہا:

"تم مجنوں ہو۔ ہم تمہاری بات نہیں سننا چاہتے۔ تم ہمیں ہمارے نفع سے روک رہے ہو۔ ہماری زندگی کو تلخ کر رہے ہو"۔ مگر قوم کی اس ساری نفرت کے باوجود آپ اپنا پیغام سنانے پر مصر تھے۔

Marfat.com

۱۴ سو سال گذرے جب آپ نے دنیا کے سامنے یہ پیغام پیش کیا تھا۔ چودہ سو سال سے متواتر آپ کے پیغام کا مذاق بھی اڑایا جا رہا ہے۔ اس پر اعتراض بھی کئے جا رہے ہیں۔ زمانہ انھیں درست تسلیم کرکے، اس کی پیروی کا دعویٰ کرکے اس کے اصولوں کو ناممکن العمل بھی بتایا جا رہا ہے۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو آپ کو اپنا سب سے بڑا محسن سمجھ رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے تکلیفیں اٹھائیں تاکہ انسانیت بیدار ہو جائے۔ آپ نے وطن چھوڑا کہ مظلوم کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ آپ نے زخم کھائے کہ تمام انسانوں کو برابر سمجھا جائے۔

دعوتِ حق کی قبولیت

آپؐ نے سب سے پہلے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو دعوتِ حق دی۔ آپ کی رفیقہ حیات خدیجہؓ آپؐ کے چچازاد بھائی علیؓ آپؐ کے خادم زیدؓ بن حارثہؓ اور آپؐ کے دوست ابوبکرؓ آپؐ کا ارشاد سنتے ہی ایمان لے آئے۔ آپؐ کی صداقت کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ سب سے پہلے انھیں لوگوں نے آپؐ کی آواز کو سچ سمجھا جو آپؐ کی نجی زندگی سے واقف تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ نیک و صادق انسان کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

ان کے بعد چند ایسے آدمی ایمان لائے جو اپنے زمانہ کے عادات و اطوار سے متنفر اور عادات بد سے تائب تھے۔ ان لوگوں کے دل پہلے ہی کسی ہادی برحق کی تلاش میں تھے۔ عثمان بن مظعون، صہیب، ابو ذر، سعید بن زید اسی قسم کے لوگ تھے۔

ابوبکر جیسے عقل مند دانا۔ زیرک اور بہادر انسان کے اسلام لانے سے قریش کے اور بھی چند آدمی اسطرف متوجہ ہوئے اور حضرت عثمان بن عفان۔ زبیر، عبدالرحمٰن۔ سعد بن ابی وقاص اور طلحہ نے بھی اس نئے مذہب کو قبول کر لیا۔

عمار، ابو فکیہہ۔ صہیب جیسے غریب انسان بھی اس جماعت میں شامل ہو گئے۔

نبی عرب اپنے ان چند پیروؤں کو ساتھ لے کبھی کبھی باہر چلے جاتے اور پہاڑ میں چھپ چھپ کر نماز ادا کرتے۔ ایک دن آپ حضرت خدیجہ اور علیؓ کے ساتھ پہاڑ کے ایک

درے میں محو نماز تھے کہ آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب اُدھر نکلے۔ ان کو نماز پڑھتے دیکھ کر تعجب سے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا "بھتیجے یہ کونسا مذہب ہے؟"

آپؐ نے فرمایا "یہ اللہ کا، اس کے فرشتوں کا۔ اس کے پیغمبروں کا اور ہمارے باپ ابراہیمؑ کا مذہب ہے" خدا نے مجھے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے کہ میں انھیں راہ بد سے ہٹا کر راہ ہدایت پہ لاؤں۔ اور اے میرے چچا! میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ پیغام آپ تک بھی پہنچا دوں۔ تاکہ آپ بھی اس سچائی کو قبول کر لیں۔"

حضرت ابوطالب نے کہا۔

"میرے بھتیجے! میں اپنے آباؤاجداد کا مذہب چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن تم اپنے مذہب پہ قائم رہو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی دکھ نہیں دے سکتا" پھر اپنے بیٹے علی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا تم نے بھی یہ مذہب قبول کر لیا ہے؟"

حضرت علیؓ نے کہا "اے میرے باپ! میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا" یہ سن کر قریش کے اس معزز اور بوڑھے سردار نے جواب دیا۔

"میرے بیٹے! تم اسی کی پیروی کرو۔ کیونکہ وہ تمہیں صرف نیکی کی طرف لے جائے گا"

تین سال تک آپؐ اسی طرح خاموشی سے کام کرتے رہے۔ اس اثناء میں آپؐ نے اپنے حسن اخلاق، راست بازی، صداقت اور صفات عالیہ کی بنا پر کافی کامیابی حاصل کی۔ آپؐ کی کامیابی کلام الٰہی کی تاثیر اور آپؐ کی متواتر جدوجہد کی بنا پر تھی۔

آپؐ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ یہ کہتے ہوئے ایمان لائیں۔

"آپؐ جیسے گرانمایہ اخلاق کا انسان۔ جو غریبوں کا مولیٰ، مقروضوں کا ماویٰ۔ اور مسافروں کا ملجا ہے کبھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار نہیں ہو سکتا"

انیس غفاری اور عمرو بن عنبسہ سلمی یہ دیکھ کر ایمان لائے کہ آپؐ مکارم اخلاق کا حکم دیتے

Marfat.com

ہیں ۔ حضرت عمر ۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی ۔ حضرت جبیر بن مطعم صرف کلام ربانی سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔

حضرت ضماد بن ثعلبہ ازدی نے کلمہ طیبہ سن کر ہی نعرہ حق کیا ۔ عبداللہ بن سلام چہرہ انور کو دیکھتے ہی پکار اٹھے ۔

"یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ۔"

عثمان بن مظعون اور سعید بن زید اس لئے مسلمان ہو گئے کہ انہیں راہ حق کی تلاش تھی

آخر آپؐ نے اعلانیہ کفر و شرک کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۔

آپؐ نے ایک دن پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر فرمایا ۔

"اے قریش کے لوگو ! ادھر آؤ" لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا ؛

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ کیا تم میری بات کا یقین کرو گے ؟"

"لوگوں نے کہا ہاں ! کیونکہ ہم تجھے بچپن سے ہی صادق اور امین پاتے ہیں ۔"

آپؐ نے فرمایا تو یاد رکھو ۔ اپنی عادات بد اور صنم پرستی کو ترک کر کے ایک خدا پر ایمان لاؤ ۔ ورنہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا ۔"

لوگ یہ سن کر غصے میں بھر گئے اور گالیاں بکتے ہوئے ادھر ادھر منتشر ہو گئے ۔

اگلے دن آپؐ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر کعبہ میں نماز ادا کرنے کے لئے پہنچے ۔ مگر بتوں کے پرستار تلواریں لے کر آپؐ پر ٹوٹ پڑے ۔ ان کے اس حملہ میں ربیب بن ابی ہالہ شہید ہو گئے ۔ آپؐ نے نہایت دلیری اور بے باکی سے بد اخلاقیوں اور مورتی پوجا کی مذمت شروع کر دی صدیوں سے بتوں کے سامنے سر جھکانے والے ۔ شراب کے متوالے ، سود خوار ، نسلی افتخار کے نشے میں بدمست اور جاہ و اقتدار کے بھوکے ان باتوں کو بھلا کب برداشت کر سکتے تھے ۔ وہ حضرت ابو طالب کے پاس گئے ۔ اور کہا "یا تو اپنے بھتیجے کو روکیے کہ ہمارے دین کو برا نہ کہے ۔ یا ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو جائیے ۔"

Marfat.com

حضرت ابوطالب نے یہ حالات آپؐ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا ۔

"جان عم! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے میں برداشت نہ کر سکوں"

آپؐ نے بڑے سکون و استقلال سے فرمایا :

"چچا! میں اپنے فرض کو ادا کرنے سے کسی صورت میں باز نہیں رہ سکتا ۔ خواہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے" یہ سن کر بوڑھا سردار جوش کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولا ۔

"میرے بھتیجے! اپنا کام کئے جاؤ ۔ جب تک میری جان میں جان ہے کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا"

قریش نے اب آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھانے شروع کر دیئے ۔ آپؐ نماز پڑھنے تو جسم اطہر پر نجاست پھینک دیتے ۔ چادر آپؐ کے گلے میں ڈال کر کھینچتے ۔ آپؐ کو مارتے ۔ جب یہ تمام حربے ناکام ثابت ہوئے تو طرح طرح کے لالچ دیئے گئے ۔ جب ان کی ہر قسم کی پیش کش کو ٹھکرا دیا گیا تو قریش زیادہ بپھر گئے ۔ ایک دن تفاخر نسلی کا سب سے بڑا پیکر جو تاریخ اسلام میں ابوجہل کے نام سے مشہور ہے ۔ آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ کو سخت سست کہنے کے علاوہ گالیاں بھی دیں ۔ اس کے بعد مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ۔

محمد صلعم کے چچا حضرت حمزہ کی ایک لونڈی اس روح فرسا منظر کو دیکھ رہی تھی ۔ جب اس کا آقا سیر و تفریح سے واپس گھر لوٹا ۔ تو لونڈی نے طعن آمیز لہجے میں کہا ۔

"اگر محمدؐ کا باپ زندہ ہو تو یقیناً قریش آپؐ پر اتنی زیادتی نہ کرتے" یہ سنتے ہی حضرت حمزہ کی ہاشمی عزت جوش میں آئی ۔ خون جوش مار اٹھا ۔ اور عرب کے اس مشہور پہلوان نے جا کر ابوجہل کو جو کعبہ کی عمارت میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ۔ خوب مارا ۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا ۔

"بھتیجے! میں تمہارا بدلہ لے آیا ہوں"

آپؐ نے یہ سن کر کہا :

"چچا! آپ کے اس فعل سے میں خوش نہیں ہوں۔ میری خوشی یہ ہے کہ آپ پیغام حق قبول کرلیں"

حضرت حمزہ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اور رسول اکرم نے اٹھ کر آپ کو چھاتی سے لگا لیا

تاریخ شاہد ہے کہ یہ جانباز، بہادر، نیک اور سچا سپاہی آئندہ اسلام کے لئے ہی قربان ہوگیا۔

قریش کی ایذا رسانی

اب قریش نے ایذا رسانی کا ایک منظم طریقہ شروع کر دیا۔ ہر قبیلہ نے اپنے حلقہ اقتدار کے اندر اس نئے مذہب کو کچلنا شروع کر دیا۔ انھوں نے اپنے غلاموں یا ان ناداروں پر دست تعدی دراز کیا جو اس مذہب کو قبول کر چکے تھے۔ ان میں سے کسی کو گرم ریت پر لٹا کر چھاتی پر پتھر رکھ دیئے جاتے کسی کو قید یا فاقہ کشی کے ذریعے مذہب سے پھرنے کے لئے مجبور کیا جاتا۔ بعض کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا جاتا۔ بعض پر تیر اندازی کی مشق کی جاتی۔ اس کے باوجود ان تمام جاں نثاروں میں سے کسی کا قدم نہ ڈگمگایا۔ اور صحرا کی جھلسی ہوئی ریت پر بھاری پتھر کے بوجھ تلے ان کے خشک لبوں سے "احد" "احد" کی صدا ہی بلند ہوتی رہی۔

ہجرت حبشہ

آپ کو ان غریبوں کی حالت دیکھ کر سخت دکھ پہنچا۔ اس لئے آپ نے انھیں اجازت دے دی کہ وہ مکّہ سے نکل کر حبشہ کے منصف مزاج عیسائی بادشاہ کے پاس پناہ گزیں ہوں۔ چنانچہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں مکّہ سے نکل کر حبشہ پہنچ گئے۔ ظالم قریش نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ عمرو بن العاص کی سرکردگی میں ایک وفد اس غرض کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا گیا کہ وہ ان پناہ گزینوں کو واپس قریش کے حوالے کر دے۔ اس وفد نے پادریوں اور درباریوں کی وساطت سے اپنی درخواست نجاشی کے دربار میں پیش کی۔ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔ اور ان سے حقیقت حال کی وضاحت چاہی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر طیار نے اٹھ کر نجاشی سے کہا۔

"اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بت پوجتے اور مُردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرنا، ہمسایوں کو ستانا ہمارا شیوہ تھا۔ غریبوں پر ظلم

Marfat.com

کرتا اور کمزوروں کو اذیت پہنچانا ہمارا وطیرہ تھا۔ اس اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو دعوت دی کہ یہ سب عادات بد چھوڑ دیں۔ پتھروں کے سامنے سر نہ جھکائیں، سچ بولیں یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ناحق خون بہانے سے گریز کریں۔ ہمسایوں کو آرام پہنچائیں تزکیہ نفس کے لئے نماز پڑھیں شرک و فسق و فجور ترک کر دیں۔"

ہم نے ان کی بات مان لی۔ اسی بنا پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی ہے۔ جب ہم نے بھاگ کر یہاں پناہ لی ہے۔ تو یہاں بھی ہمارے دشمن اس لئے پہنچ گئے کہ ہم کو گمراہی کی طرف واپس لے جائیں۔"

اس پر نجاشی نے سوال کیا "تم لوگ حضرت عیسٰی کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو؟"

حضرت جعفر نے کہا "عیسٰی خدا کا بندہ، پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔"

نجاشی نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا۔

"واللہ جو کچھ تم نے کہا عیسٰی اس سے یہ تنکا بھر بھی زیادہ نہیں۔" اقنوم ثلاثہ کے قائل پادری یہ سن کر سیخ پا ہوئے۔ لیکن نجاشی نے ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قریشی وفد کو دربار سے نکلوا دیا۔

جس زمانے میں حضرت محمد صلعم کے پیرو قریش کے مظالم سے بچنے کے لئے دوسرے ممالک میں پناہ گزیں تھے۔ تو آپؐ پر مصائب کا ایک پہاڑ ٹوٹا ہوا تھا۔ آپؐ بازاروں میں نکلتے تو قریش کے لونڈے "مجنوں" "مجنوں" کہہ کر آپ کا پیچھا کرتے۔ آپؐ کعبہ کے زائرین کے پاس تبلیغ کے لئے جاتے تو ساتھ ہی کوئی قریشی آپؐ کو ساحر ساحر کہتا وہاں پہنچ جاتا۔

آپؐ عکاظ میں کلام الٰہی سنانے کے لئے تشریف لے جاتے تو کفار اس قدر شور و ہنگامہ بپا کرتے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ کوئی مسلمان قرآن پڑھتا تو اسے مار مار کر خاموش کر دیا جاتا۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق جیسا صاحب ثروت انسان بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ پا کر مکہ سے نکل کھڑا ہوا۔

Marfat.com

دربار نجاشی میں قریشی وفد کی ناکامی نے قریش کے غصہ کو اور بھڑکا دیا۔ انھوں نے ایک کانفرنس طلب کی جس نے صلاح مشورہ کے بعد یہ اعلان کیا۔

عمر ابن خطاب درگاہ نبوت میں

"جو شخص محمدؐ کا سر کاٹ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے"! خطاب کا بہادر اور شجاع فرزند انعام کا اعلان سن کر اٹھا اور کہا "اب میں اپنی تلوار کو اس وقت تک نیام میں نہ ڈالوں گا جب تک اس فتنے کا انسداد نہ کرلوں"۔

رسول پاک اسی خطرہ کے پیش نظر ان دنوں ایک مسلمان ارقم کے گھر تشریف فرما تھے عمر ابن خطاب دارالندوہ سے نکلے تو منہ میں کف بھرا ہوا تھا۔ اور ادھر کو بھاگے جارہے تھے۔ راستے میں ایک مسلمان سے مڈبھیڑ ہوئی۔

پوچھا "عمر! اتنی تیزی سے کدھر جارہے ہو"

کہا "تمہارے نبی کو قتل کرنے کے لئے"

مسلمان نے کہا "ادھر پھر جانا۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لو"

"اپنے گھر کی کیا خبر لوں"؟ عمر نے حیرت سے پوچھا۔

"سعید بن زید تمہارا بہنوئی اور تمہاری بہن فاطمہ دونوں اسے خدا کا نبی تسلیم کرتے ہیں"۔

—— عمر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

دوسرے لمحہ عمر اپنی بہن کے گھر پر دستک دے رہے تھے۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور عمر کی بہن فاطمہ قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھیں۔ عمر نے یہ آواز سنی اور آتش زیر پا ہو کر رہ گئے۔ دروازے کو دھکے دینے شروع کئے۔ فاطمہ کے شوہر سعید نے آکر دروازہ کھولا۔ عمر نے اندر داخل ہوتے ہی انھیں گردن سے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ فاطمہ چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں تو عمر نے انھیں بھی بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنا شروع کردیا۔ اور دونوں میاں بیوی کو پیٹنے لگے۔ ان کی بہن نے چیخ کر کہا۔

"عمر! تم ہمیں جان سے مار سکتے ہو لیکن ہمیں اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکتے۔"

عمرؓ ششدر ہو کر رہ گئے۔ اور کہا۔

"وہ اسلام کیا ہے جس پر تم اپنی جان بھی نثار کرنے کو تیار ہو۔ لاؤ مجھے دکھاؤ تم کیا پڑھ رہی تھیں"

"جاؤ پہلے غسل کرو" بہن نے کہا۔

غسل کرنے سے عمر کا غصہ مدھم ہو گیا۔ سوچنے کی طاقت عود کر آئی۔ اور وہ ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ بہن کے پاس آ بیٹھے۔

بہن نے سورۃ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی۔ یکایک عمر چلائے۔

"فاطمہ ٹھہرو۔ میں تمہارے مذہب پر ایمان لاتا ہوں۔"

نمی دانی کہ سوزِ قرات او
دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را (اقبالؒ)

یہ کہہ کر عمر وہاں سے اٹھے۔ اور ایک مختلف جذبے کے ساتھ جو اب اسلام کی حمایت کے لئے تبدیل ہو چکا تھا۔ دامن کوہ میں پہنچے اور ارقم کے دروازہ پر دستک دی۔

صحابہ نے باہر جھانکا اور خوف زدہ ہو گئے۔

"اندر آنے دو۔ اگر اچھی نیت سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا" حضرت حمزہؓ نے کہا۔ دروازہ خود حمزہؓ نے اٹھ کر کھول دیا۔

عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور متبسم ہو کر فرمایا "عمرؓ! کیسے آئے"

عمرؓ نے آگے بڑھ کر آپؐ کے ہاتھ چوم لئے اور کہا:

"آپؐ پہ جان نثار کرنے کو حاضر ہوا ہوں"

دامن کوہ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔

نعروں کی آواز بجلی بن کر قریش کے سر پر کڑکی۔

Marfat.com

مسلمانوں نے پہلی دفعہ باہر نکل کر علے الاعلان کعبہ میں نماز ادا کی۔

ایک دن حضورؐ صحن حرم میں نماز ادا کر رہے تھے اور تلاوت قرآن مجید با آواز بلند فرما رہے تھے وہ واقعہ پیش آیا جسے بعض عیسائی مورخوں نے بڑھا چڑھا کر آپؐ کی کمزوری کا واقعہ بنا کر پیش کیا ہے۔ مواہب میں مذکور ہے کہ جب آپ تلاوت فرماتے ہوئے یہاں پہنچے "کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور تیسرے بت منات کو" جب آپؐ لفظ "منات" پہ آئے تو قریش میں سے کسی نے کہہ دیا۔

"یہ بلند و برتر گ ہیں۔ اور ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے"

آپؐ نے اس کی اگلی آیات تلاوت فرمائیں "یہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لئے ہیں۔ ان کی سچائی کی خدا کی طرف سے کوئی دلیل نہیں۔ اور تم ان کی پیروی کر کے محض اپنے توہمات کی پیروی کر رہے ہو"

نبی عرب کو کمزوری کا طعنہ دینے والے اور ان کے نام سے مناۃ الاخریٰ کے بعد کے الفاظ چسپاں کر کے وقتی مصلحت کوشی کا الزام لگانے والے ذرا حضرت موسیٰ کی حالت کو دیکھیں۔

"تب موسیٰ نے جواب دیا۔ لیکن وہ تو میرا یقین ہی نہیں کریں گے۔ نہ میری بات سنیں گے وہ کہیں گے خداوند تجھے دکھائی نہیں دیا۔ اور خدا نے موسیٰ سے کہا کہ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ اس نے کہا لاٹھی۔ پھر اس نے کہا اسے زمین پر ڈال دے۔ اس نے اسے زمین پر ڈالا۔ اور سانپ بن گئی۔ اور موسیٰ اس کے سامنے سے بھاگا۔

خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کی دم پکڑ لے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اور اسے پکڑ لیا۔ اور وہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی بن گیا۔ تاکہ وہ یقین کریں کہ خداوند ان کے باپ دادا کا خدا ابرہام کا خدا۔ اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا تجھ کو دکھائی دیا۔

پھر خداوند نے اسے یہ بھی کہا کہ تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لے۔ اس نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لیا۔ جب اس نے اسے سینہ پر سے باہر نکال کر دیکھا

اس کا ہاتھ کوڑھ سے برف کی مانند سفید تھا ۔ اس نے کہا تو پھر اپنا ہاتھ پھر سینہ پر رکھ کر ڈھانک لے ۔ اس نے پھر سینہ پر رکھ کر ڈھانک لیا ۔ جب اس نے اسے سینہ پر سے باہر نکال کر دیکھا تو وہ پھر اس کے باقی جسم کی مانند ہو گیا ۔ اور یوں ہوگا کہ اگر وہ تیرا یقین نہ کریں اور پہلے معجزہ کو بھی نہ مانیں تو وہ دوسرے معجزہ کے سبب یقین کریں گے ۔ اگر وہ ان دونوں معجزوں کے سبب سے یقین نہ کریں ۔ اور تیری بات نہ سنیں تو تُو دریا کا پانی لے کر خشک زمین پر چھڑک دینا ۔ اور وہ پانی جو تُو دریا سے لے گا خشک زمین پر خون ہو جائے گا ۔

تب موسیٰ نے خداوند سے کہا " میں فصیح نہیں ۔ نہ تو پہلے ہی تھا اور نہ جب سے تُو نے اپنے بندے سے کلام کیا ۔ بلکہ رُک رُک کر بولتا ہوں اور میری زبان کُند ہے "

تب خداوند نے اسے کہا کہ آدمی کا منہ کس نے بنایا ہے ۔ اور کون گونگا یا بہرا، اندھا یا بینا پیدا کرتا ہے ۔ کیا میں ہی جو خداوند ہوں یہ نہیں کرتا ۔ سو اب تو جا اور میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں ۔ اور تجھے سکھاتا رہوں گا کہ تو کیا کیا کہے ۔

تب اس نے کہا " اے خداوند! میں تیری منت کرتا ہوں کہ کسی اور کے ہاتھ جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج " (خروج باب ۴ مدس ۱)

قریش کو اعتراض تھا کہ ان کی ہدایت کے لئے خداوند تعالیٰ نے مکّہ یا طائف کے کسی سردار کو کیوں نہیں چُنا ۔ انھیں اعتراض تھا کہ رسولِ پاک انھیں معجزات کیوں نہیں دکھاتے ۔ کبھی وہ کہتے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو صحرا میں چشمے بہا دیں ۔ کبھی کہتے آپ سیڑھی کے ذریعے آسمان پر چڑھ کر دکھائیں ۔ کبھی کہتے آپ سونے کا گھر تعمیر کر کے دکھائیں ۔ لیکن آنحضرت فرماتے ۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے ۔ سب اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے ۔ وہی بادشاہ، غالب، پاک ذات اور حکمت والا خدا ہے ۔ اس ذات پاک نے عرب کے جاہلوں میں ایک پیغمبر بھیجا جو انھیں خدا کی آئتیں پڑھ کر سناتا اور انھیں پاک و صاف کرتا ہے ۔ اس سے پہلے وہ لوگ صریحاً گمراہی میں تھے ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے ۔ یقیناً اللہ بڑے فضل و کرم کا مالک ہے ۔ اور میں تو صرف اس کا رسول

Marfat.com

ہوں۔ میں بھی انسان ہوں نہ تو خدائی خزانے میرے قبضے میں ہیں نہ مجھے غیب کا علم حاصل ہے۔ نہ میں اپنی تقدیر پر قادر ہوں۔ میں تو صرف خدا کے الفاظ سنانے اور بنی نوع انسان کے پاس خدا کا پیغام لانے والا ہوں۔ اور تم لوگ جو ہستی خداوندی پر ایمان لانے کے لئے معجزات کے طالب ہو۔ اگر سوچو تو اس نظام شمسی۔ دن رات کی تبدیلی۔ بارش کے نزول اور خود تمہاری ساخت ہی ایک معجزے سے کم نہیں۔ دنیا کا یہ حیرت انگیز نظام یہ سورج اور چاند جو اپنے اپنے راستے پر چل رہے ہیں۔ بے ستونوں کے آسمان اور اس کی زینت بنے ہوئے ستارے۔ یہ وسیع و عریض زمین۔ کیا یہ ہستی خداوندی کا بیّن ثبوت نہیں۔ یہ قسم قسم کے جانور جو تمہارے فائدے کے لئے بنائے گئے۔ یہ بادل جو تمہاری فصلوں کے لئے برسائے جاتے ہیں۔ یہ سمندر جو تمہاری کشتیوں کے لئے راستہ یہ ہوائیں جو جہازوں کو منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہیں۔ یہ رنگ برنگ کے پھول یہ قسم قسم کے میوے یہ ثمرات کے باغات اگر تم غور کرو تو یہی ہستی خداوندی کا مکمل ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر اور معجزوں کے طلب گار کیوں ہو؟"

پیغمبرِ اسلام کی نظر میں دنیا کا ہر ذرّہ چشم بینا کے لئے اپنے اندر ایک سبق رکھتا اور اپنے خالق کا ثبوت رکھتا ہے۔ نبی عرب اہل عالم کو فطرت کے مطابق ہی سبق دینا چاہتے تھے۔ ان کی پیغمبری اور تبلیغ انبیائے بنی اسرائیل کی پیغمبری کی طرح سراپا معجزات کی محتاج نہ تھی۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ فرعون کے دربار میں جاتا۔ مصریوں کو مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کرنا۔ سے پار اترنا۔ بنی اسرائیل کا خدا کا جلوہ دیکھے بغیر ایمان نہ لانا۔ بنی اسرائیل کے لئے بادل کا سایہ کرنا۔ یہ سب معجزات تھے۔ اور اتنے معجزات کے بعد بھی بنی اسرائیل کا ایمان اتنا پختہ نہ تھا کہ حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں چند دن بھی مومن رہ سکتے۔ چنانچہ انھوں نے جھٹ بچھڑے کی پرستش شروع کردی۔

اب انجیل کو دیکھئے تو حضرت عیسیٰ کی پیغامبری۔ بد روحوں کو نکالنے، پانی سے مے بنانے، پانی پر چلنے کے سہارے ہی قائم رہتی معلوم ہوتی ہے۔ حواری مچھلیاں پکڑنے کے معجزات کے

ایمان لائے۔ اور عیسائیت کا مبلغ اعظم پولوس رسول اس طرح مسیح پر ایمان لایا۔

پولوس کا بیان ۔(اعمال باب ۲۲)

"میں یہودی ہوں اور کلکیہ کے شہر ترسس میں پیدا ہوا۔ مگر میری تربیت اسی شہر میں گملی ایل کے قدموں میں ہوئی۔ میں نے باپ دادا کی شریعت کی خاص پابندی کی تعلیم پائی اور خدا کی راہ میں ایسا سرگرم تھا۔ جیسے تم سب آج کے دن ہو۔ چنانچہ میں نے مردوں اور عورتوں کو باندھ باندھ کر اور قید خانہ میں ڈال ڈال کر مسیحی طریق والوں کو یہاں تک ستایا کہ مروا بھی ڈالا۔ چنانچہ سردار کاہن اور سب بزرگ میرے گواہ ہیں کہ ان سے میں بھائیوں کے نام خط لے کر دمشق کو روانہ ہوا۔ تاکہ جتنے وہاں ہوں ان کو بھی باندھ کر یروشلم میں سزا دلانے کو لاؤں۔ جب میں سفر کرتا دمشق کے نزدیک پہنچا۔ تو ایسا ہوا کہ دوپہر کے قریب یکایک ایک بڑا نور آسمان سے میرے گرداگرد چمکا۔ اور میں زمین پر گر پڑا" اور یہ آواز سنی۔

"اے ساول ساول! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "اے خداوند تو کون ہے؟"

اس نے مجھ سے کہا۔ "میں یسوع ناصری ہوں جسے تو ستاتا ہے" اور میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا۔ لیکن جو مجھ سے بولتا تھا اس کی آواز نہ سنی۔ میں نے کہا اے خداوند! میں کیا کروں خداوند نے مجھ سے کہا۔

"اٹھ کر دمشق میں جا۔ جو کچھ تیرے کرنے کے لئے مقرر ہوا ہے۔ وہاں تجھ سے سب کچھ کہا جائے گا۔" جب مجھے اس نور کے جلال کے سبب سے کچھ دکھائی نہ دیا۔ تو میرے ساتھی میرا ہاتھ پکڑ کر دمشق لے گئے۔ اور حننیاہ نام ایک شخص جو شریعت کے موافق دیندار اور وہاں کے سب رہنے والے یہودیوں کے نزدیک نیک نام تھا۔ میرے پاس آیا۔ اور کھڑے ہو کر مجھ سے کہا۔

"بھائی ساول! پھر بینا ہو" اسی گھڑی بینا ہو کر میں نے اس کو دیکھا۔"

Marfat.com

ان حوالہ جات کو دیکھئے اور ان کا موازنہ ہادیٔ اسلام کی زندگی سے کیجئے اور انصاف کیجئے کہ یورپ کے متعصب مصنف جو موہڈ کے نام سے ساحری اور جادو کے کام وابستہ کرکے بنی عرب کا مذاق اڑاتے ہیں سامیں وہ کہاں تک حق بجانب ہیں۔ کوئی مسلمان کسی نبی کی ذات گرامی پر حملہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن ان کی جہالت کے پیش نظر یہ حوالے ان کی کتاب مقدس سے پیش کرکے آپ کے سامنے رکھ دیئے گئے ہیں تاکہ آپ کو ان کی ہٹ دھرمی کا اندازہ ہو جائے۔

جب قریش کی مسلسل روک ٹوک اور مقابلہ کے باوجود اسلام ترقی ہی کرتا گیا۔ تو منکرین حق نے فدایان اسلام کو تنگ کرنے کا ایک نیا طریقہ سوچا۔ قریش کے تمام قبائل نے مل کر سنہ نبوی میں ایک عہدنامہ مرتب کیا کہ کوئی شخص بنو ہاشم سے لین دین، رشتہ ناطہ یا خرید و فروخت نہ کرے۔ یہ عہد نامہ لکھ کر اور اس پر سب معززین قریش کے دستخط کروا کر کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ اس معاہدے کا کاتب منصور بن عکرمہ تھا۔

شعب ابی طالب

رسول پاک کا وہ شفیق و محترم چچا جس نے بچپن سے آنحضرت صلعم کو اپنی گود میں لیا تھا۔ قریش کی اس کارروائی سے مطلق ہراساں نہ ہوا۔ یہ معمر اور معزز صحرائی بہادر ان کی اس حرکت نازیبا سے اور زیادہ غصہ میں بھر گیا اور بجائے قریش کے سامنے جھکنے کے تمام بنو ہاشم کو ساتھ لے کر اپنی جاگیر شعب ابی طالب میں چلا گیا۔ شعب ابو طالب ایک تنگ وادی ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی ہے۔ عسرت اور عزبت کی حالت میں جمع کیا ہوا سارا سرمایہ اور اناج چند ہی روز میں ختم ہو گیا اور بنو ہاشم کو جھاڑیوں کے پتے کھا کر دن گذارنے پڑے۔

صاحب روضۃ الالف کے بیان کے مطابق مسلمانوں پر اس قدر تنگی آئی کہ ایک سوکھا ہوا چمڑا آگ پر بھون کر کھانا پڑا۔ اس قدر تنگی و عسرت کے باوجود ہاشمیوں نے خودداری اور حوصلے سے کام لے کر دشمن کے سامنے سر نہ جھکایا۔ انھوں نے نہ تو اپنی خو

کو ہاتھ سے دیا اور نہ ہی یہ قبول کیا کہ قریش کے سامنے ہاتھ پھیلائیں ۔ گاہے گاہے حضرت خدیجہ کے بھتیجے اپنی پھوپھی کی مدد کرتے تھے ۔

تین سال کا لمبا عرصہ اسی تنگی میں گذر گیا ۔ مگر محصورین نے یہ دردناک اذیت جری بہادروں کی طرح برداشت کی ۔ صبر و تحمل کا یہ لاجواب نمونہ اور لواحقین کی یہ لے مثال ہمدردی تاریخ کے صفحات پر خال خال نظر آتی ہے ۔

بالآخر قریش میں اس معاملہ پر نفاق پیدا ہو گیا ۔ زہیر ۔ مطعم بن عدی بن قیس ۔ حکیم بن حزام ۔ ابوالبختری ۔ زمعہ بن الاسود نے مشورہ کر کے قریش سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنی اس ظالمانہ کارروائی کو ختم کر دیں ۔ ابوجہل اس بات کو ماننے کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوا آخر ناامید ہو کر یہ لوگ مسلح ہو کر در کعبہ پر آئے ۔ اور عہد نامہ اتار کر چاک چاک کر ڈالا ۔ وہاں سے یہ لوگ شعب ابو طالب میں جا کر بنو ہاشم کو اپنے ساتھ شہر میں لے آئے ۔

عام الحزن

ابھی اس مصیبت سے نجات ملی ہی تھی کہ بانیٔ اسلام کو دو جانکاہ صدموں سے دوچار ہونا پڑا ۔ آپؐ کی غمگسار ۔ ہمدرد اور دانا ۔ رفیق حیات چند روز بیمار رہ کر انتقال فرما گئیں ۔ آپؐ اس صدمہ کو ساری عمر فراموش نہ کر سکے ۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے اشاعت اسلام میں سرور کائنات کی اتنی ہی مدد کی جتنی ایک دانا اور سعادتمند بیوی کر سکتی ہے ۔ انھوں نے آپؐ کو ہر وقت تسلی دی آپؐ کا دل بڑھایا ۔ اور آپؐ کو گھر میں کبھی غمگین نہیں ہونے دیا ۔

ابھی حضرت خدیجہ کی وفات کو چند دن ہی گذرے تھے کہ آپؐ کا شفیق اور مہربان چچا بھی چند روز صاحب فراش رہ کر عالم جاودانی کو سدھار گیا ۔ ان دونوں کی وفات سے آپؐ بہت دل شکستہ ہوئے ۔ اسی بنا پر یہ سال مسلمانوں میں عام الحزن کے نام سے مشہور ہو گیا ۔

سفرِ طائف

ابو طالب کی وفات نے قریش کو ہادیٔ اسلام کی ایذا رسانی میں اور بھی دلیر کردیا۔ راہ چلتے آپ صؐ کے سر پر خاک ڈال دی جاتی۔ آپؐ کو پکڑ کر بازار میں گھسیٹا جاتا۔ نماز کے وقت جب آپؐ سجدے میں ہوتے تو سر پر بوجھ یا نجاست رکھدی جاتی۔ چند دن کے بعد جب آپؐ کے دل سے صدمہ کا بوجھ کچھ کم ہوا تو آپؐ ادائیگی فرض کے لئے مکہ سے ۵۰ میل دور طائف کے مقام پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے سرداروں سے ملے۔ عزور و تکبر، شقاوت و بدبختی کے ان پتلوں نے نہ صرف آپؐ سے بات کرنے سے انکار کردیا بلکہ طائف کے لونڈوں کو اکٹھا کر کے انھیں آپؐ پر سنگباری کرنے کو کہا۔ اس دردناک واقعہ کا تصور کیجیئے کہ ایک انسان گمراہوں کو عادات بد اور اطوار ذمیمہ چھوڑ کر اخلاق کی طرف بلا رہا ہے لیکن وہ اس پر سنگ باری کر رہے ہیں۔

پتھروں کی بوچھاڑ سے آپؐ زخمی ہو گئے۔ اور جسم سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ صؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ آپؐ نیم بے ہوش ہو کر عتبہ بن ربیعہ کے باغ کے پاس گر پڑے۔ زید بن حارث آپؐ کے ہمراہ تھے۔ وہ آپؐ کو اٹھا کر باغ میں لے گئے۔ آپؐ پانی کے چھینٹے منہ پر مارے۔ جب آپؐ کو ہوش آیا تو باغ کے مالک نے کچھ انگور ایک تھالی میں رکھ کر بھیج دیئے۔ اسی حالت میں آپؐ غارِ حرا میں واپس پہنچے۔ مکہ میں چونکہ جان کا خطرہ بڑھ چکا تھا اس لئے آپؐ نے ایک شریف النفس اور دلیر انسان مطعم بن عدی کو جس نے قریش کا عہد نامہ درِ کعبہ سے اتار کر چاک کیا تھا۔ پیغام بھیجا اور اس کی حمایت چاہی۔ اس نے اپنی مخصوص صحرائی روایات اور حوصلہ مندی سے کام لے کر مطعم بمع اپنے بیٹوں کے مسلح ہو کر غارِ حرا میں پہنچا اور تلواروں کے سائے میں آپؐ کو آپؐ کے گھر پہنچا دیا۔ کچھ عرصے کے لئے آپؐ لوگوں سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے۔ اہلِ مکہ سے چونکہ آپؐ ناامید ہو رہے تھے اس لئے حج کے موقعہ پر آپؐ نے ان اجنبیوں سے ملنا شروع کیا۔ جو دور دراز سے حرم کعبہ کی زیارت

کے لئے آتے تھے۔ اسی اثنا میں آپؐ کو یثرب کے چند باشندے ملے۔ یہ لوگ مکہ سے ۳۰۰ میل شمال کی طرف اس شہر کے رہنے والے تھے۔ جو بعد میں مدینۃ النبی کے نام سے مشہور ہوا۔ قحطانی نسل کے یہ لوگ اصل میں سبا کے باشندے تھے۔ جو سبا کے مشہور بند کے ٹوٹ جانے اور ملک کی تباہی کے بعد حوالیٔ مدینہ میں جا آباد ہوئے تھے۔ یہ دو بھائیوں اوس وخزرج کی اولاد تھے۔ اسی بنا پر ان کے قبائل اوس وخزرج کے نام سے مشہور تھے۔ آپؐ نے ان کے پاس جا کر قرآن کی چند آیات تلاوت کیں۔ یہ آدمی تعداد میں چھ تھے۔ یہ سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ اگلے سال یہ یثربی اپنے ساتھ چھ اور آدمیوں کو لائے۔ ان بارہ آدمیوں نے (بعض روایات کے مطابق گیارہ) ہادی عرب سے مندرجہ ذیل باتوں پر بیعت کی۔

۱۔ ہم ایک خدا کی پرستش کریں گے۔
۲۔ ہم چوری نہ کریں گے۔
۳۔ ہم زنا کے قریب نہ جائیں گے۔
۴۔ ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے (یعنی لڑکیوں کو نہ ماریں گے۔)
۵۔ ہم تہمت اور غیبت سے بچیں گے۔
۶۔ ہم پیغمبر کی ہر بات مانیں گے۔ اور ان کے وفادار رہیں گے۔

ان بارہ آدمیوں نے یثرب میں جا کر تیزی سے اسلام پھیلانا شروع کیا۔ مصعب بن عمیر مکہ سے اسی غرض کے لئے ان کے ہمراہ کر دیئے گئے۔

Marfat.com

معراج

اگر حضرت عیسٰے صلیب پر چڑھنے ۔ زخمی ہونے اور تین دن یوسف کے باغ والی قبر میں پڑے رہنے کے باوجود آسمانوں پر جا سکتے ہیں ۔ اور اگر آج کل کا سائنسدان چاند کی سیر کا دعویٰ کرسکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عیسائی مصنف اسبات کے ممکن ہونے یا نہ ہونے پر بحث کریں کہ رسول عربیؐ کا معراج جسمانی تھا یا روحانی ۔

معراج کے معنی ہیں بلندی پر جانا ۔ اور اس سے مراد وہ واقعہ ہے جو سرور کائنا کو پیش آیا ۔ جس کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے کہ رسول اکرمؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور اسرا کائنات ان پر منکشف کئے گئے ۔

معراج کے متعلق راویوں میں نہ صرف اس جگہ کا اختلاف ہے جہاں سے آپ معر گئے بلکہ دن ، مہینے اور وقت کے متعلق بھی راوی متفق نہیں ۔ اسی طرح یہ بھی اتفا نہیں کہ آیا آنحضرت صلعم بجسد خاکی آسمانوں پر تشریف لے گئے یا یہ ایک رویا تھا ۔ رویا

مطلب بحالت بیداری روح کی سیر ہے۔

حضرت عائشہ رسول اکرم کی زوجہ محترمہ اسے رویا ہی مانتی ہیں۔ قرآن مجید کی آئت کہ "ہم نے جو رویا تجھے دکھایا وہ لوگوں کے لئے آزمائش بنایا گیا" اور ابن عباس سے اس کی تشریح بھی اس دلیل کی مؤید ہیں۔

معراج سے مقصد آنحضرت صلعم کو روحانی مدارج طے کرانا اور آپؐ کی ملاقات اس خالق سے کرانا تھا جس کا کوئی جسد، کوئی جسم اور کوئی رنگ و بو نہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ شب معراج کو آپؐ نے تمام انبیائے کرام کو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھائی۔ یہ تمام انبیاء وہ تھے جنہیں وفات پائے چھ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہاں سب حضرات اپنے روحانی وجود میں ہی تشریف لے گئے ہوں گے۔ اس لئے آنحضرت صلعم کا بھی وہاں بحالت روحانی وجود ہونا ہی قرین قیاس ہے۔ کیونکہ عالم روحانیت میں جسد عنصری کی نفی ضروری ہے۔ شب معراج میں آپؐ ایک غیر مادی سواری پہ غیر مادی رہبر کی رہنمائی میں آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ آپؐ نے بعالم بیداری یہ سفر روحانی طور پر طے کیا۔

آسمانوں کی ساری مخلوق غیر مرئی غیر مجسم ہے۔ اس لئے وہاں روح جیسی لطیف شے کا گذر ہی ممکن ہے۔ قریباً قریباً تمام پیغمبروں کو شرف معراج حاصل ہوا حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ سب نے معراج نبوی سے ملتے جلتے واقعات بیان کئے۔ مگر وہ سب کے سب رویا ہی ہیں۔ اس لئے گمان ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا معراج بھی دیگر انبیاء کی طرح روحانی ہی ہو گا۔ یہ فرق ضرور ہے کہ ہر ایک کا معراج حسب مراتب ہوتا ہے۔ آنحضرت چونکہ امام رسل تھے اس لئے آپ یقیناً بارگاہ لامکان میں وہاں تک پہنچے ہوں گے جہاں تک پہلے کسی کا گذر نہ ہوا تھا۔

رویا سے مراد خواب ہرگز نہیں بلکہ رویا ایک ایسا عالم ہے جسے الفاظ میں بیان

Marfat.com

نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک قسم کی حالت ملکوتی ہے۔ جو خواب سے مختلف ہے۔ ہمارے ظاہری حواس کے قوانین طبعی کی رو سے جو چیزیں ہمیں محال و ناممکن معلوم ہوتی ہیں۔ وہ یہاں بالکل آسان ہوتی ہیں۔ اس عالم میں تمام مادّی پردے آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ قیود زمان مکان کی بیڑیاں کاٹ دی جاتی ہیں۔ ارض و سما کے مخفی مناظر سامنے آجاتے ہیں۔ وقت کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

حافظ ابن قیم اس کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔

"ابن اسحاق نے حضرت عائشہ اور معاویہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ معراج میں آپؐ کی روح لے جائی گئی۔ اور آپؐ کا جسم کھویا نہیں گیا۔ حسن بصری سے بھی اسی قسم کی روایت۔ حضرت عائشہ اور معاویہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ معراج خواب تھا۔ انھوں نے یہی کہا کہ معراج میں آپؐ کی روح کو بیجا یا گیا۔ خواب میں اور رویا میں بڑا فرق یہ ہے کہ خواب میں آدمی جو کچھ دیکھتا ہے اس کی تمثیلیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں۔ اس میں اس کی قوت متخیلہ اس کے سامنے تمثیل پیش کرتی ہے۔ لیکن رویا میں روح کے ساتھ سب معاملات حقیقت میں پیش آتے ہیں۔"

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

"آپؐ کو معراج میں مسجد اقصٰی اور پھر سدرۃ المنتہٰی لے جایا گیا۔ اور یہ تمام جسم مبارک کے لئے بیداری کی حالت میں ہوا۔ لیکن اس میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے۔ جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے۔ اس لئے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے۔ اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے۔"

Marfat.com

ہجرت

جس سال یثرب کے بارہ آدمیوں نے اپنی عادات بد کو چھوڑنے اور نبی عرب کے احکام ماننے کے لئے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپؐ نے مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ یثرب بھیج دیا تاکہ وہاں اسلام کی تبلیغ کی جائے۔ ان بارہ انسانوں کی سعی پیہم کا نتیجہ یہ تھا کہ اگلے سال مزید ۷۲ آدمیوں نے مکہ میں آکر اپنی عادات قبیحہ کو چھوڑ دینے اور اخلاق حسنہ کو اختیار کرنے کا نہ صرف وعدہ کیا۔ بلکہ نبی اکرمؐ کو یہ دعوت دی کہ وہ مدینہ جا کر انھیں مذہب سکھائیں۔ اس بیعت کے وقت رسول اکرم کے چچا حضرت عباس بھی موجود تھے۔ انھوں نے کہا۔

"اے مدینہ والو! محمدؐ اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ پر ہم ہمیشہ آپؐ کے لئے سینہ سپر رہے ہیں۔ اب تم اگر انھیں لے جانا چاہتے ہو تو شرط یہ ہے کہ مرتے دم تک ان کا ساتھ نہ چھوڑو۔"

Marfat.com

مدینہ والوں نے کہا۔

"اگر آپؐ اقتدار حاصل کر کے ہمارے ہی ساتھ رہنے کا وعدہ فرمائیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے"

آپؐ نے مسکرا کر فرمایا۔

"آج سے تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے اور میں تمہارا ہوں"

ایک یثربی نے اٹھ کر کہا۔

"ساتھیو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اسلام قبول کرنے کا مطلب ساری دنیا سے اعلان جنگ کرنا ہے"

سب نے جواب دیا۔

"ہاں ہم سب جانتے ہیں"

اور ان کا یہ اعلان جنگ ساری دنیا کے بدکاروں کے خلاف بدستور ۱۴۰۰ سو سال سے قائم ہے۔

حضورؐ مکہ چھوڑتے ہیں

اگلے چند مہینوں میں بہت سے مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور مکہ میں صرف چند نادار مسلمانوں کے علاوہ بانی اسلام حضرت ابوبکر اور حضرت علی رہ گئے۔ قریش نے جب مکہ کی سنسان گلیاں دیکھیں اور ان کو اپنے بچھڑے ہوئے رشتہ دار یاد آئے تو انھوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ سب کچھ محمدؐ کی بدولت ہوا ہے ایک مجلس مشاورت طلب کی۔ اس مجلس میں وہ لوگ شریک ہوئے جو بنو ہاشم کو شعب ابوطالب سے نکال کر لائے تھے۔ باہم صلاح و مشورہ سے یہ طے ہوا کہ ہر خاندان کا ایک ایک مضبوط نوجوان منتخب کیا جائے۔ یہ سب لوگ رات کے وقت کاشانہ نبوی کا محاصرہ کر لیں۔ صبح کے وقت جب آپؐ گھر سے باہر نکلیں تو اکٹھے ہو کر سب آپؐ پر ٹوٹ پڑیں۔ یوں آپؐ کا خون کسی ایک کے سر نہیں آئے گا۔ اور بنو ہاشم سب سے لڑنے کی جرأت نہ کریں گے

اسی رات کو آدھی گذرنے پر نبی اکرم اپنے گھر سے سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے نکلے اور حکم خداوندی کے تحت حضرت صدیق کی ہمراہی میں مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ چونکہ بہت سے لوگوں کی امانتیں آپؐ کے پاس رکھی ہوئی تھیں اس لئے رخصت ہونے سے قبل آپؐ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی کو کہا کہ وہ ان کی چارپائی پر لیٹ جائیں اور سب کی امانتیں واپس کرکے مدینہ پہنچ جائیں۔

آپؐ نے مکہ سے رخصت ہوتے وقت رقت آمیز لہجہ میں فرمایا۔

"مکہ اے میرے وطن! تو مجھے ساری دنیا سے عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔"

ان الفاظ کے ساتھ آپؐ نے باچشم پرنم مکہ کو الوداع کہا اور حضرت صدیق کی ہمراہی میں پا پیادہ شہر سے چل کھڑے ہوئے۔ چونکہ آپؐ کو معلوم تھا کہ قریش مکہ آپؐ کو نہ پا کر صبح یقیناً تعاقب کریں گے۔ اس لئے آپؐ نے شہر سے چند میل دور ایک غار میں جو غار ثور کے نام سے مشہور ہے' پناہ لی۔

قریش نے صبح اٹھ کر جب آپؐ کو بستر پر نہ پایا تو آپؐ کی تلاش کے لئے سو اونٹ کا انعام مقرر کیا۔ بہت سے آدمی اس لالچ میں مکہ سے نکلے۔ کئی غار تک پہنچے مگر قدرت کو اور ہی کچھ منظور تھا۔ اس لئے قضا و قدر کے کارکنوں نے ایسا بندوبست کیا کہ کوئی آدمی غار کے دہانہ تک پہنچ کر اندر نہ جھانک سکا۔

آپؐ تین دن غار میں مقیم رہے۔ حضرت صدیق کا غلام رات کو بکریوں کا دودھ لاتا آپ کو پلا جاتا۔ ان کا صاحبزادہ عبداللہ رات کو قریش کے مشوروں سے آپ کو آگاہ کرتا۔ تین دن کے بعد حضرت کی پرورش کردہ دو سانڈنیاں غار کے دہانہ پر لائی گئیں اور آپؐ اپنے سہ روزہ مسکن سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہو گئے۔

انعام کے لالچ میں جو آدمی تلاش کے لئے نکلے تھے ان میں سے ایک سراقہ بن جعشم بھی تھا۔ یہ گھوڑے پر سوار مکہ سے نکلا اور آنحضرتؐ کو جا لیا۔ اس وقت آپؐ

Marfat.com

سانڈنی پر سوار جا رہے تھے۔ وہ جب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اٹھا پھر گرا۔ اب اس نے سمجھ لیا کہ قدرت خود ان کی مدد کر رہی ہے۔ اس لئے اس نے آپؐ سے معافی مانگی اور واپس چلا گیا۔

آخر سفر طے کرتے ہوئے آپؐ یثرب کی حدود میں پہنچ گئے۔ جون ۶۲۲ء کا ایک گرم اور جھلسا دینے والا دن تھا کہ آپؐ نے اس سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا۔ جو آئندہ آپؐ کا مامن و مسکن بننے والی تھی۔ مدینہ میں کئی دنوں سے آپؐ کا انتظار ہو رہا تھا۔ روزانہ مدینہ کے مسلمان اور بنو نجار جو آپؐ کے والد کے ننہال تھے شہر سے باہر آپؐ کا انتظار کرتے۔

آخر ایک ساعت سعید میں آپؐ وہاں جا پہنچے۔ ایک یہودی دور سے دیکھ کر چلایا "وہ پیغمبر آگیا۔"

آپؐ نے چند روز تک مدینہ سے تین میل جنوب کی جانب مقام قبا میں قیام فرمایا۔ آپؐ اسی جگہ تھے کہ حضرت علیؓ بھی آپؐ سے آملے۔ گو قبا والے آپؐ کو ٹھہرانے پر مصر تھے مگر آپؐ نے اپنے فرض کی ادائیگی کے پیش نظر یثرب میں جلدی پہنچنا پسند فرمایا۔ چنانچہ آپ ۲ جولائی ۶۲۲ء عیسوی بروز جمعہ ۱۶ ربیع الاوّل کو مدینہ تشریف لائے۔ سارے شہر کے مسلمان آپؐ کو اپنے ہاں ٹھہرانے پر مصر تھے۔ ان کا یہ اشتیاق دیکھ کر آپؐ نے فرمایا "جس مسلمان کے مکان کے سامنے میری سانڈنی بیٹھ گئی میں اسی کا مہمان ہوں گا۔"

قدرت نے یہ سعادت حضرت ابوایوب انصاری کو بخش دی۔ رحمت عالم کے میزبان پر ہزاروں سلام ہوں۔ اسی ہجرت کو یورپ کی تاریخ محمدؐ کا فرار کہتی ہے۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کا بابل کو چھوڑ دینا، حضرت یعقوبؑ کا وطن سے نکل جانا۔ حضرت موسیٰؑ کا مدائن کو چلے جانا۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کے والدین کا مصر کو جانا۔ کیا ان تمام انبیائے کرام کی ہجرت کو بھی فرار ہی کہا جائے گا؟

Marfat.com

یثرب سے مدینۃ النبیؐ

عیسائی معترضین کے اعتراض سرور کائنات کی مکّی زندگی پر تو بالکل معمولی اور عامیانہ ہیں۔ وہ زیادہ تر ایسے قصوّں سے تعلق رکھتے ہیں جن کا کوئی سر و پا نہیں۔ لیکن جونہی آپؐ کی مدّنی زندگی کا ذکر آتا ہے۔ اعتراض کرنے والوں کا قلم زیادہ زہریلا ہو جاتا ہے۔ یہودیوں کے اخراج و قتل، قریش پر حملہ کرنے میں پہل، عشق و محبت کے قصے" اور تلوار کے زور سے اسلام کا پھیلانا۔ نبی کی حیثیت کی بجائے بادشاہی مقام اختیار کرنا وغیرہ اعتراضات آپؐ کی اس دس سالہ زندگی پر ہی کئے جاتے حالانکہ اگر نبی کی گذشتہ زندگی کو دیکھا جائے تو ہمیں نظر آتا ہے (بقول سیّد امیر علی) "محمد صلعم وہ یتیم بچّہ ہے جو بچپن میں ہی الفتِ پدری و مادری سے محروم ہو گیا۔ جس کی ابتدائی زندگی حادثات سے پُر ہے۔ وہ ایک متفکر بچپن سے متفکر تر جوانی میں پہنچتا ہے۔ اس کی جوانی ایسی ہی پاکیزہ و معصوم ہے جیسا کہ اسکا

Marfat.com

بچپن ۔ اس نے اپنی جوانی کے بہترین ایام ایک محبت بھرے دل کے ساتھ ادائیگی فرض میں گذار دیئے ہیں ۔ وہ بڑھاپے میں بھی ایسا ہی عابد و زاہد ہے جیسا کہ جوانی میں ۔ ناتوانوں اور غریبوں کی کہانی سننے کے لئے ہر وقت تیار ہے ۔ اس کا دل نہ کی مخلوق کی الفت و محبت سے بھرا ہوا ہے ۔ وہ اس عجز و پاکیزگی سے چلتا ہے کہ راہ چلتے لوگ ٹھہر کر ایک دوسروں کو اشاروں سے بتاتے ہیں ۔ یہ وہ الامین ہے جو راست باز ، نیک اور دیانت دار ہے ۔"

"وہ بچوں کو مسکرا کر پیار کرتا ۔ بوڑھوں کی مدد کرتا ہے ۔ وہ اتنا سادہ دل ہے کہ ایک لونڈی بھی اسے پکڑ کر بازار میں ٹھہرا لیتی ہے ۔ اس کے کپڑوں میں اس کے اپنے ہاتھ کے پیوند لگے ہوئے ہیں ۔ وہ اپنے گھر کا کام خود کرتا ہے ۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتا ہے ، وہ کبھی کسی پر ناراض نہیں ہوتا ۔ اس نے ساری زندگی ہتھیار نہیں چلایا ۔ وہ جانوروں پر رحم کا سبق دیتا ہے ۔ اسے کسی کے ساتھ ناانصافی پسند نہیں ۔ اگر ایک دشمن بھی آکر اس گلے میں چادر ڈال کر کھینچتا ہے ۔ تو وہ اسے نرمی سے جواب دیتا ہے ۔ وہ ایک مخلص دوست محبت کرنے والا خاوند ، بچوں کی موت پر آنسو بہانے والا باپ ہے ۔ وہ ایک فلاسفر ہے ۔ جو موت و زندگی کے اسرار افعالِ انسانی کے نتائج اور تخلیق انسانی کے مقصد پر غور کرتا ہے ۔ وہ ایک قوم نہیں ایک ملک نہیں بلکہ ساری دنیا کی ہدایت کی ذمہ داری سنبھالتا ہے ۔ وہ دوسروں کو کتے نہیں بتاتا ۔ بلکہ سب انسانوں کو بھائی بھائی کہتا ہے ۔ وہ رنگ ، نسل ۔ امارت ۔ دولت اور جاگیر کی بنا پر کسی انسان کے تفوق کا قائل نہیں ۔ اس کے نزدیک وہی بڑا ہے جس کا اخلاق اعلیٰ ہے ۔ وہ حق کی خاطر جان تک لٹا دینے والا ہے ۔ وہ کسی لالچ میں آنے والا نہیں ۔ وہ صاف کہتا ہے کہ سورج اس کے دائیں ہاتھ پر اور چاند بائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو بھی وہ مخلوق کی ہدایت سے باز نہیں آئے گا ۔ وہ ہر عمل کا نمونہ پیش کرتا ہے ۔ اس کا ہر حکم اس کے عمل کے مطابق

Marfat.com

ہے۔ وہ انسانی دلوں کا حکمران قوم کا قائد اور دنیا کا مقنن اعظم ہے۔ وہ جس کا قانون آج دنیا کے مہذب ترین ملک ماننے پر مجبور ہیں۔ جس کے اسباق تہذیب و تمدن ہر جگہ رائج ہیں۔ قوی سے قوی ترین بادشاہوں سے بھی قوی ہے۔ لیکن اس میں غرور و تکبر نام کو نہیں۔ عجز و انکساری اس کا شیوہ ہے۔ اس کے حلم تحمل۔ عفو، تعلیم اور عمل نے اس کے گرد لاکھوں فدائی جمع کر دیئے ہیں۔ لیکن وہ کسی پر برتری نہیں جتاتا۔ جہاں جگہ ملتی ہے بیٹھ جاتا ہے۔ وہ گدڑی پوش جس کے شریفانہ طرز عمل۔ بہت جفاکش راستی اور اعلائے کلمۃ الحق نے سارے عرب کو اس کے قدموں میں جھکا دیا تھا۔ جب دشمنوں پر فتح پاتا ہے تو ان کے ساتھ وہی کریمانہ سلوک کرتا ہے جس کی خود دشمن کو توقع نہیں"۔ (سید امیر علی)

وہ شخص جو کہتا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ مذہب ہر ایک کا اپنا اپنا ہے البتہ فتنہ و فساد خدا کو پسند نہیں۔ جو یہ کہتا ہے کہ جو شخص خدا کی مخلوق اور اپنی اولاد سے محبت نہیں کرتا۔ خدا اس سے محبت نہیں کرے گا۔ جو یہاں کسی کو کپڑے پہنائے خدا اسے بہشتی خلعت عطا فرمائے گا۔ جو غریبوں کا والی یتیموں کا مولیٰ ہے۔ جو مفتوح قوم کو اس لئے چھوڑ دیتا ہے کہ اس قوم میں ایک سخی مرد گزرا ہے۔ جو خیرات دینے والے ہاتھ کو تمام مخلوق سے زبردست بتاتا ہے۔ جس کی خیرات کی تعریف ہر قسم کے رحم و کرم پر حاوی ہے جو ہر نیک کام کو خیرات سمجھتا ہے۔ تمہارا اپنے بھائی سے خوش اخلاقی سے بولنا۔ اپنے ہم جنس کو نیکی کی تلقین کرنا۔ راستے سے پتھر اور کانٹے اٹھانا اور مسافر کو راستہ بتانا بھی خیرات ہے۔ اندھے کی دستگیری کرنا اور پیاسے کو پانی پلانا بھی خیرات ہے۔ وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی تو معاف ہو سکتی ہے لیکن حقوق العباد اگر ادا نہ ہوئے تو بخشش مشکل ہے۔ جس کا حکم ہے کہ کسی سے ملتے وقت گھر سے آتے

Marfat.com

وقت گذر جاتے وقت مسکرا کر سلام کرو۔ جو یہ کہتا ہے کہ ایک آدمی اس لئے بخش دیا گیا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی تھی۔ ایسے رحیم و کریم کی زندگی پر اعتراضات کیسے ؟

یہ ہمیں سوچنا پڑے گا اور ہمارا یہ فرض ہو گا کہ ان پر کوئی اعتراض سنتے وقت ان کی زندگی کا ریکارڈ سامنے رکھیں۔ ان کے احکام کو پرکھیں۔

وہ شخص جس کا مذہب پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ نیکی صرف یہی نہیں کہ کسی خاص سمت کو رخ کر کے نماز پڑھ لی جائے۔ بلکہ یہ بات بھی ثواب ہے کہ آدمی خدا پر، قیامت ملائکہ پر۔ خدا کی کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ خدا کی محبت پر رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے اپنی دولت ایسے شخص کے متعلق ہم کس سمجھ لیں کہ اس نے کوئی ظلم کیا ہو گا۔ جس نے مدینہ میں داخل ہوتے ہی یہ خطبہ دیا ہو۔

مدینہ میں پہلا خطبہ

"تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ میں اسی کی حمد کرتا ہوں۔ اسی سے رحم و بخشش اور ہدایت چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے، میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے۔ وہ لاشریک ہے۔ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اسی نے محمدؐ کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانہ میں بھیجا جب کہ مدتوں سے کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں آیا تھا۔ علم گھٹ چکا تھا گمراہی بڑھ گئی تھی۔ اسے آخری زمانے میں قیامت کے قریبی زمانے میں بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ

Marfat.com

سیدھی راہ پر ہے ۔ جو نافرمانی کرتا ہے وہ گمراہ ہے ۔"

مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں ۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ اُسے آخرت کے لئے آمادہ کرے ۔ اور اسے اللہ سے ڈرنے کے لئے کہے ۔ لوگو! جو باتیں خدا نے تم پر حرام کیں ان سے بچو ۔ اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت نہیں ۔ خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے ۔ اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا ۔ اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کے لئے خدا فرماتا ہے ۔ ہمارا قانون تبدیل نہیں ہوتا ۔ اور ہم کبھی اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے ۔

مسلمانو! اپنے موجودہ ، آئندہ ، ظاہرا اور خفیہ تمام کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہو ۔ کیونکہ خدا سے ڈرنے والا بدی کو چھوڑ دیتا ہے ۔ خدا اس کے اعمال کا اجر بھی زیادہ کرتا ہے ۔ خدا سے ڈرنے والے لوگ ہی اپنی مرادیں پائیں گے ۔ یہ صرف تقویٰ ہی ہے جو خدا کے عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے ۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرے کو درخشاں اور کردگار کو خوش کرتا ہے یہی بلند مناصب پر پہنچاتا ہے ۔

لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اپنی زندگی آرام سے گذارو ۔ مگر نہ کبھی حد سے بڑھو اور نہ ہی خدا کے احکام بھولو ۔ لوگو! اللہ کا ذکر کیا کرو ۔ اور آئندہ زندگی خوشگوار بنا لینے کے لئے عمل کرو ۔ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان معاملہ کو درست کر لیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملات کو درست کر دیتا ہے ۔"

کیا یہ خطبہ دینے والا انسان اپنی ۵۲ سال تک کی عمر پاکبازی سے گذار لے کے بعد بڑھاپے میں جنسی عشق و محبت کا خیال بھی ذہن میں لا سکتا ہے ۔

آپؐ کا مدینہ میں بیٹھ کر یہود و قریش پر سیاسی غلبہ حاصل کر لینا یورپی مورخین کو بہت زیادہ کھٹکتا ہے ۔ اور انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ آپؐ کی مدینہ کی زندگی

کو ایک شاہانہ زندگی بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا جاوے۔ جنگ بدر میں وہ مسلمانوں کی پہل بتاتے ہیں۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر پر مسلمانوں کا ظلم بیان کیا جاتا ہے۔ ان پر بحث تو ہم پھر کریں گے۔ پہلے بائبل سے یہودیوں اور عیسائیوں کی شریعت کے احکام سینئے۔

"اور خداوند نے موسٰی سے کہا۔ مدیانیوں کو ستانا اور ان کو مارنا۔ کیوں کہ وہ تم کو اپنے مکر کے جال میں پھنسا کر ستاتے ہیں"۔ گنتی باب ۲۵۔ درس ۱۶ دنیا پرانا عہد نامہ

"جب تیرا خداوند تجھ کو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لئے تو جا رہا ہے۔ پہنچا دے اور تیرے آگے سے ان بہت سی قوموں کو یعنی حتیوں اور جرجاسیوں اور اموریوں۔ اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں نکال دے۔ اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے ان کو شکست دلائے۔ اور تو ان کو مارے۔ تو تو بالکل نابود کر دینا۔ تو اُن سے کوئی عہد نہ باندھنا۔ اور نہ ان پر رحم کرنا۔ تو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا نہ ان کے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا۔ اور نہ اپنے بیٹوں کے لئے ان کی بیٹیاں لینا۔ کیوں کہ وہ تیرے بیٹوں کو مجھ سے میری پیروی سے برگشتہ کر دیں گی تاکہ وہ اور معبودوں کی عبادت کریں"۔ استثنا باب ۷۔

اب ہم رسول عربیؐ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں۔

جس وقت آپؐ مدینہ پہنچے تو آپؐ نے سب سے پہلا کام تعمیر مسجد کا کیا۔ اس کے لئے زمین خریدی گئی۔ آپؐ خود مزدوروں کے ساتھ شامل ہو کر اینٹ، پتھر اور گارا لاتے اور مسجد کی تعمیر میں حصہ لیتے۔ سیدھی سادی مسجد تعمیر کر کے کھجور کے تنوں کا چھپر اس پر ڈال دیا گیا۔ مسجد کا فرش اینٹ کچا تھا۔ مگر قریب ہی کچی اینٹوں کے حجرے اور مکانات آپؐ کے لئے بنائے گئے۔ یہ حجرے جو

بیوی کے لئے علیحدہ علیحدہ بنے تھے چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے۔ دس دس ہاتھ لمبے۔ اور تقریباً سات ہاتھ بلند تھے۔ دروازوں پر کمبل کا پردہ تھا۔ شروع شروع میں لوگ خود ہی نماز کے وقت اکٹھے ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں آپؐ نے اذان دینے کا حکم دیا۔ اور اس طرح اسلامی تنظیم کا ایک عظیم الشان دروازہ کھل گیا۔

آپؐ کے آنے سے مدینہ میں تین گروہ بن چکے تھے۔ پہلا انصار اور مہاجرین انصار کا نام مدینہ کے مسلمانوں کو دیا گیا۔ مہاجر وہ تھے جو مکہ سے ہجرت کر کے آنحضرت صلعم کے ساتھ آئے تھے۔ مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی۔ آپؐ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی مقرر فرما دیا جس کی ہر کام کی دیکھ بھال اس کے ذمہ رکھی گئی۔ انصار میں سے ہر ایک نے اس رشتہ اخوت کے ماتحت اپنی نصف جائداد مہاجر بھائی کے حوالے کر دی۔ کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی گئی حتےٰ کہ بعض انصاریوں نے یہ پیش کش بھی کی کہ وہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیں تاکہ ان کے انصار بھائی بھی صاحب خانہ بن جائیں۔

دوسرا گروہ ان بُت پرستوں کا تھا جنھیں اسلام کسی طرح پسند نہ تھا۔ ان کا سردار عبداللہ ابن ابی تھا۔ کثرت سے آدمی اس کے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ جنگ احد میں جب انصار و مہاجرین کی تعداد سات سو تھی۔ عبداللہ ابن ابی کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تھی۔ یہ شخص مدینہ کی حکومت کے خواب دیکھ رہا تھا۔ مگر ہنوز اس کی یہ امید بر نہ آئی تھی۔ کہ ہادی اسلام نے مدینہ میں ورود فرمایا۔ ان کے تشریف لانے سے عبداللہ کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اور بہت سے آدمی مسلمانوں سے جا ملے۔ اس بات کے پیش نظر عبداللہ نے بھی کچھ دیر کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا کہ شاید اسی طرح مقصود حاصل ہو جائے۔

تیسرا گروہ ان عربوں کا تھا جنہوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ یہ تین قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع تھے۔ یہ لوگ تاجر تھے۔ اسی بنا پر عرب میں

Marfat.com

وسیع واقفیت اور اکثر قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدا میں انھوں نے بُت پرست
کے مقابلہ میں اسلام کو ترجیح دی۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر کسی دن یہ نئی طاقت پکڑ
اور اس نے بُت پرستوں کا خاتمہ کر دیا تو یقیناً وہ یہودی مذہب کا ہمنوا ہوگا اور اس
انھیں اپنی سلطنت قائم کرنے میں مدد مل جائے گی۔ لیکن بمشکل ایک مہینہ گذرا
کہ ان کی وہی خصلت جس کی بنا پر انھوں نے انبیاء کو ایذائیں دی تھیں ابھر آ
چنانچہ انھوں نے در پردہ سازشیں شروع کر دیں۔ آنحضرت کو پتہ چلا تو آپ نے
اور حوالی مدینہ کے تمام باشندوں کو بلا کر ایک عہد نامہ مرتب کیا جس کا مضمون حسب
رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے تیار کیا جاتا ہے۔

معاہدہ

"یہ محمد الرسول اللہ کی طرف سے اہل کتاب کے ساتھ خواہ وہ یثربی ہوں یا
یا ان کے علاوہ کسی قبیلہ یا قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن مسلمانوں
مقاصد سے متفق ہوں۔ معاہدہ کیا جاتا ہے کہ وہ سب ایک قوم شمار ہوں گے
اس معاہدہ پر مدینہ اور مدینہ کے ارد گرد بسنے والی تمام قوموں کے نمائندوں
دستخط ہو گئے۔ نبی اکرم نے گرد و نواح میں بسنے والے قبائل کو بھی صلح و آشتی کی طرف
لیکن یہود نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کا مذہب یہود سے مختلف، ان کا قبیلہ ان سے
الگ اور ان کے عقائد ان سے علیحدہ ہیں تو وہ اسلام کو اپنے مذہب پر کاری ضرب
اور تہذیب و شرافت کو بالائے طاق رکھ کر مدینہ میں مسلمانوں کو تنگ کرنے لگے۔
قرآن حکیم کی نقل اتارنا اور مسلمانوں کے متعلق مکروہ اشعار کہنا ان کا عام شیوہ بن گیا
ادھر وہ قریش جنھوں نے حبش تک مسلمانوں کا پیچھا کیا تھا اور نجاشی سے بھی
یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان کی قوم کے مہاجروں کو ان کے سپرد کر دے۔ کب نچلے بیٹھے
تھے۔ انھوں نے مدینہ کے ارد گرد کی املاک پر ڈاکہ زنی شروع کر دی۔ اس کے
ہی انھوں نے عبداللہ بن ابی کو یہ خط لکھا

Marfat.com

"تم نے ہمارے ایک شخص کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ ہم سب یک بارگی تم پر حملہ کردیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے۔"

اس خط کو پاکر عبداللہ بن ابی ہشیار ہوا اور اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر آمادہ فساد ہوا۔ مگر آنحضرت کی صلح کل پالیسی کی وجہ سے یہ خطرہ وقتی طور پر ٹل گیا۔ اپنی اس دھمکی کو ناکام پاکر ایک قریشی کرز بن جابر فہری یثرب پہنچا اور مسلمانوں کے مویشی جو باہر چراگاہ میں تھے لوٹ کر لے گیا۔ اب مسلمانوں کی سخت ترین آزمائش کا وقت تھا مسلمانوں کو نہ صرف باہر سے بلکہ اندرون شہر سے بھی خطرہ تھا۔ ادھر قریشی یہ دھمکیاں دے رہے تھے کہ تم ہمارے ہاتھ سے بچ نہ سکو گے۔ ادھر مدینہ میں ان نو واردوں کو نکالنے کے لئے سازشیں ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لئے دو ہی راستے تھے۔ صلیب پر لٹک جانا۔ یا دشمنوں کا مقابلہ کرنا۔ اس لیے خداوند تعالیٰ نے فرمایا "اب مسلمانوں کو بھی لڑنے کی اجازت ہے کیوں کہ ان پر ظلم کیا جا رہا ہے اور خدا ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔ خدا کی راہ میں تم ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔" (سورۃ توبۃ)

Marfat.com

جنگِ بدر

سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے رئیس اعظم مکہ کو حج کے لئے گئے تو امیہ بن خلف کے ہاں ٹھہرے۔ ابوجہل نے دیکھ پایا تو بولا۔

"خلف کے مہمان ہو۔ اگر تمہیں اکیلا پاتا تو زندہ نہ چھوڑتا۔ ہم تمہیں مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔"

سعد نے کہا "اگر تم نے ہمیں حج سے روکا تو ہم تم کو شام کی تجارت سے روک دیں گے۔"

واپس مدینہ آکر سعد نے یہ تجویز مسلمانوں کے سامنے پیش کی کہ اگر قریش کی تجارت بند کر دی جائے تو ہمارے ساتھ صلح رکھیں گے۔ اس خیال سے مسلمانوں کے گروہ کبھی کبھی شام کی طرف جانے لگے۔ لیکن قریش سے کبھی مڈھ بھیڑ نہ ہوئی۔ سنہ ۲ ہجری میں عبداللہ بن جحش جو بارہ آدمیوں کے ہمراہ طائف کی طرف جا رہا تھا قریش کے ایک تجارتی قافلے سے ملا۔ اس

ان پر حملہ کر کے قریش کے ایک رئیس عمر بن حضرمی کو قتل کر دیا۔ دو قریشی گرفتار کر لیے، مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر جب وہ آنحضرت کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے فرمایا۔

"تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا۔ اور ماہ حرام میں لڑے۔ حالانکہ اس مہینہ میں تم لڑنے کا حکم نہ تھا"

قریش نے جب اس خبر کو سُنا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

مدینہ میں قریش کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو مسلمان سخت متفکر ہوئے اور ان کی اکثر راتیں اس حالت میں گذرنے لگیں کہ وہ تمام تمام رات ہتھیار بند رہتے۔ اور باری باری جاگ کر پہرہ دیا کرتے۔

انہی دنوں قریش کا قافلہ تجارت شام کی طرف گیا ہوا تھا۔ اہل مکہ کو خیال پیدا ہوا کہ مسلمان ہمارے قافلے کو لوٹ لیں گے۔ اتنے میں قافلے والوں کی طرف سے بھیجا ہوا ایک آدمی بھی مکہ آیا اور کہا کہ قافلہ لوٹ لیا گیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ غلط تھا۔ اب اہل مکہ قہر و غضب سے بھر گئے اور انھوں نے فی الفور اعلان کر دیا۔ ایک ہزار نوجوان ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مدینہ کی طرف بڑھے۔ قریش کے نقارہ کی آواز مدینہ پہنچی۔ تو رسول اللہ نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ اور اس واقعہ کا اظہار کر کے ان کی رائے طلب کی۔ مہاجر تو ہر حالت میں کٹنے مرنے کو تیار تھے ہی۔ انصار کے ایک رئیس سعد بن عبادہ نے کہا "آپؐ ہماری طرف سے بالکل فکر نہ کریں۔ ہم تو آپؐ کے لئے سمندر میں بھی کود پڑنے کو تیار ہیں" مقداد نے کہا "بنی اسرائیل کی طرح ہرگز یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں" اور واقعی مہاجرین وانصار نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ حواریوں کی بزدل نہ تھے۔

بارہ رمضان ۲ھ کو آپؐ ۳۱۳ مسلمانوں کے ساتھ کفار کا راستہ روکنے

Marfat.com

کے لئے مدینہ سے نکلے۔ چونکہ مدینہ میں عبداللہ ابن ابی اور یہودیوں کی طرف سے بھی خطرہ تھا۔ اس ملئے کچھ مسلمان مدینہ ہی میں چھوڑ دیئے گئے جن پر ابولبابہ اور عاصم بن عدی کو سردار بنایا گیا۔

بعض عیسائی مورخین نے یہاں یہ بیان کیا ہے کہ مسلمان قریش کے قافلہ کو لوٹنے نکلے تھے۔ مگر انھیں مقابلہ فوج سے کرنا پڑا۔

ان کی تحریروں کی سند بعض مسلمان مورخین کی بہا ہے تحریہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر قافلہ لوٹنے کا مقصد ہی مسلمانوں کے پیش نظر ہوتا۔ تو مسلمان قافلہ کو مدینہ سے شمال کی طرف شام کے راستہ پر روکتے نہ کہ وہ مدینہ سے جنوب کی طرف مکہ کی سمت بڑھتے۔ دوسرے قافلہ لوٹنے کے لئے حضرت صلعم کا ساتھ ہونا کوئی ضروری نہ تھا۔ اور وہ اس مقصد کے لئے کبھی مدینہ کو نہ چھوڑتے۔ تیسرے اگر واقعی مسلمان قافلہ کو لوٹنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ تو یقیناً وہ اتنی رازداری سے کام لیتے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ ان مسلمانوں کی تاریخی غلطی جو مسلمانوں کو قافلہ لوٹنے کے ارادے سے مدینہ سے نکلتا ہوا دکھاتے ہیں۔ ان مختلف بیانوں اور مشوروں سے عیاں ہے۔ جو مدینہ چھوڑنے سے قبل رسول اکرم نے انصار و مہاجرین سے کئے تھے۔

کیا یہ سمجھ لینا درست نہیں کہ مدینہ کے تین سو منافقین نے مسلمانوں کے خلاف یہ افواہ پھیلائی جس طرح کہ وہ بعد میں بھی الزام لگاتے رہے۔

میدان بدر میں جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو قدرت نے مسلمانوں کی مدد کی۔ قریش مسلمانوں سے پہلے ہی وہاں خیمہ زن تھے۔ میدان اور پانی کے کنوئیں ان کے قبضے میں تھے۔ مسلمانوں کا بسیرا ریت پر تھا۔ بروقت بارش نے نہ صرف مسلمانوں کو پانی کا ذخیرہ بہم پہنچایا بلکہ صحرا کی اڑتی ہوئی ریت بھی اس سے جم گئی۔

مدینہ کے لوگ چونکہ زراعت پیشہ تھے اس لئے وہ مکی تاجروں کی نسبت غریب

Marfat.com

تھے۔ ان کا سامان جنگ کمتر اور ناقص تھا۔ ان کی تعداد بھی تھوڑی تھی۔ لیکن ان میں جذبۂ ایمان اور سرفروشی کا سودا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کے مقابلے میں قریش اتنے متکبر تھے کہ اگلے دن جس وقت میدان میں اہل مکہ کے تین بہادروں نے مبارزطلبی کی اور ان کے مقابلے کے لئے تین انصاری نکلے تو انھوں نے مدینہ کے اُن چرواہوں کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا۔ قدرت ان کے تکبر کی سزا ان کو دینا چاہتی تھی۔ لڑائی ہوئی تو ان کے بڑے سردار میدان جنگ میں قتل ہو گئے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ ستر کے قریب ہی قریش گرفتار کر لئے گئے۔ باقی مکی بُری طرح شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے

مسلمان قیدیوں اور مالِ غنیمت کو لے کر خدا کی تسبیح و تہلیل کرتے مدینہ لوٹے۔ ان قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں نے جو سلوک کیا۔ وہ خود ایک قیدی کی زبانی سنیئے۔

" مدینہ والوں پر خدا کی رحمت ہو۔ وہ ہمیں سواری دیتے اور خود پیدل چلتے۔ ہمیں گیہوں کی روٹی دیتے اور خود کھجوروں پر قناعت کرتے۔

ان قیدیوں میں سے بعض کو زر فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ بعض کے ذمہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کا کام لگایا گیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم نے مسلمان سپاہیوں میں جھگڑا پیدا کر دیا۔ آنحضرت نے اس وقت سب کو مساوی حصہ دے کر اس جھگڑے کو ختم کر دیا۔

سورۃ انفال میں مالِ غنیمت کے متعلق ایک قطعی اور آخری فیصلہ دے دیا گیا۔ اس فیصلہ کے مطابق مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے اور باقی چار حصوں کی تقسیم سپاہیوں میں ہونی قرار پائی۔ بیت المال کو قائم کرنے کی غرض غریبوں، یتیموں، محتاجوں اور اپاہج لوگوں کی امداد تھی۔

ادھر مکہ کا ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ وہاں ذلت، رنج واندوہ اور غم و غصہ کی آندھیاں چڑھی ہوئی تھیں۔

Marfat.com

ادھر مدینہ والے رحمت خداوندی کے لطیف وخوش گوار جھونکے محسوس کر رہے تھے۔ مکہ اُجڑ گیا۔ قریش کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ لات وعزیٰ نے اپنے پیروؤں کی کوئی مدد نہ کی۔

Marfat.com

ابوسفیان کی قسم

جنگ بدر میں قریش مکہ شکست، مکہ والوں کی ہزیمت اور مسلمانوں کی فتح مدینہ والوں کی کامیابی نہ تھی بلکہ یہ لات ومنات، عزیٰ وہبل کی شکست کا اعلان تھا۔ یہ دنیا بھر کے دیوتاؤں کی شکست تھی۔ آتش کدہ ایران اور بابل کے سورج دیوتا کی موت تھی۔ یہ چھوت چھات اور نسلی فخر وغرور کی تباہی تھی۔ سرمایہ پرستی اور عیسائیت کے فلسفہ اقنوم ثلاثہ کے بطلان کا اعلان تھا۔ یہ جیت قریشیوں پر انصار کی نہ تھی۔ بلکہ کفر پر اسلام کی فتح تھی۔ یہ خدائے واحد کی برتری کا اعلان تھا۔ نجد کی سطح مرتفع۔ حجاز کے خطے اور وسیع صحرا میں ہر اُس دیوتا کی شکست تھی جو معبود بنا ہوا تھا۔ یہ خدا کے جلال کے ظاہر ہونے کا دن تھا۔ یہ یوم الفرقان تھا۔

اس دن کے بعد کفر قیامت تک کے لیے سرنگوں ہو گیا۔ تاہم آج تک وہ اسلام سے برسرپیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ علیؑ کے قول کے مطابق ابتدا میں

اسلام دونوں مذاہب یہود اور عیسائیت سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن اس دن کے بعد اسلام کا وہ انقلابی فلسفہ دنیا کے سامنے آنے لگا۔ جس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ مذاہب جنہیں عیسائیت اور یہودیت کہا جاتا ہے۔ وہ حق سے منحرف مذہب ہیں۔ گو وہ کبھی مذاہب حق تھے۔ لیکن اب وہ مذاہب مسخ ہو چکے ہیں۔

یہ فتح ایک اخلاقی فلسفے اور مذہبی پاکیزگی کی فتح تھی۔ کسی اندھی فوجی قوت کی فتح نہ تھی (جو اسے فوجی فتح قرار دیتا ہے۔) یہ ان تین سو تیرہ مجاہدین کی فتح تھی جو ناموس مذہب کی خاطر ان لوگوں سے لڑنے نکلے تھے۔ جن کو بدکاری، جوا بازی اور شراب نوشی، پاکیزگی کی نسبت زیادہ پسند تھے۔ اگر یہ کسی فوجی قوت کی فتح ہوتی تو سب سے پہلے مدینہ کے یہودیوں پر حاصل کی جاتی۔ عبداللہ ابن ابی کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا جاتا۔ اگر یہ اندھی فوجی قوت کی فتح ہوتی تو فتح مکہ کے دن مشرکین مکہ کو معاف نہ کیا جاتا۔ بلکہ اندھی فوجی قوت کے تقاضوں کے مطابق شہر میں قتل عام کیا جاتا۔ عورتیں اٹھالی جاتیں۔

بدر کی شکست نے مکہ والوں کو اور زیادہ پرغضب بنا دیا۔ جس وقت ان کے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ سے رہا ہو کر مکہ پہنچے تو ابوسفیان نے دو سو سوار ہمراہ لے کر چھپتے چھپاتے مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ اس نے مکہ میں یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے اس شکست کا بدلہ نہ لے لے گا واپس نہ لوٹے گا۔ اس مقصد کے پیش نظر وہ یلغار کرتا ہوا مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر اچانک مسلمانوں پر آنازل ہوا۔ جو مسلمان ملا اسے قتل کر ڈالا۔ لیکن جونہی مسلمان اس کے تعاقب میں نکلے وہ اپنا سامان رسد وغیرہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور مکہ میں جاکر نئی شرارت سوچنے میں لگ گیا۔

مسئلہ ھ میں آنحضرت صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا نکاح اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت علیؓ سے کیا گیا۔ جہیز بان کی ایک چارپائی، چمڑے

کا ایک گدّا، ایک چھاگل، ایک مشک۔ دو چکیوں اور دو گھڑوں پر مشتمل تھا۔ نکاح سے قبل حضرت فاطمہ کی رضامندی حاصل کر لی گئی۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ افرادِ اُمت اپنی لڑکیوں کے نکاح سے پہلے ان کی رائے معلوم کر لیا کریں۔

نمازِ جمعہ اور رمضان کے روزے اسی سال مسلمانوں پر فرض کیے گئے۔

Marfat.com

جنگِ اُحد

ابوسفیان مکہ میں جا کر خاموش نہیں بیٹھا بلکہ اس نے جاتے ہی ایک نئی لڑائی کی
تیاریاں شروع کر دیں۔ شوال ۳ھ میں اس نے قبائل قریش اور اپنے حلیف قبائل
کے تین ہزار جوانوں کے ہمراہ ایک دفعہ پھر مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ اہل لشکر نے مدینہ سے
چار میل پیچھے ہی چراگاہوں میں اپنے مویشی چھوڑ دیئے۔ اور خود وہاں خیمہ زن ہو گئے۔ ایک
دفعہ پھر وہ رحمدل انسان جس نے کبھی کسی پر ہتھیار نہ اٹھایا تھا جو غیر کے مصائب
دیکھ کر آب دیدہ ہو جاتا تھا۔ اور جس کی ساری ساری راتیں رکوع و سجود میں گذر جاتی
تھیں۔ حفاظت ناموس کی خاطر اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ میں نکلا۔ بعض
حضرات کی رائے تھی کہ شہر میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ لیکن جوشیلا اور نوجوان عنصر
میدان میں نبرد آزما ہونے کا متمنی تھا۔ عبداللہ ابن ابی کی رائے بھی شہر میں رہ کر
مقابلہ کرنے کی تھی۔ اب جس وقت سرورِ دو عالم نے شہر سے باہر نکلنے کا قصد کیا

Marfat.com

اسی بات کو بہانہ بنا کر وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر آپ سے علیحدہ ہوگیا۔ یوں اس نے اپنا عہد نامہ توڑ کر عین وقت پر مسلمانوں کو دھوکا دیا۔

قریش مکہ اس جنگ میں مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے پوری طرح لیس ہو کر آئے تھے۔ ان کی عورتیں بھی رجز خوانی کے لئے ہمراہ تھیں۔ ہفتہ کے دن صبح سویرے ابوسفیان کی بیوی ہندہ، عکرمہ بن ابوجہل کی زوجہ ام حکیم، خالد کی بہن فاطمہ، مسعود ثقفی کی بیٹی برزہ۔ مصعب بن عمیر کی ماں خناس اور عمرو بن العاص کی بیوی دوسری عورتوں کے ہمراہ یہ رجز پڑھتی ہوئی میدان کی طرف آئیں۔

نحن بنات الطارق۔ نمشی علی النمارق۔ ان تقبلو

نعانق۔ او تدبر و نفارق۔

پہلے جنگ مبارزت شروع ہوئی جس میں قریش کے دو علم بردار طلحہ اور عثمان مارے گئے۔ پھر عام جنگ شروع ہوگئی۔ تھوڑی دیر کی لڑائی نے نہ صرف قریشیوں کے منہ پھیر دیئے۔ بلکہ ان کو ابھارنے والی آسمان کے تاروں کی بیٹیاں بھی منہ چھپانے کے لئے بھاگیں۔ مسلمان مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ خالد بن ولید جو میمنہ کا جرنیل تھا۔ یہ دیکھ کر اپنے سواروں کا دستہ لے کر پلٹا۔ اور چکر کاٹ کر مسلمانوں پر پشت سے حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے نے مسلمانوں کو ہراساں و پریشان کر دیا۔ وہ جہاں جہاں تھے ٹھٹھک کر رہ گئے۔ کفار کا مقصد رسول اکرم کو تلوار کے گھاٹ اتارنا تھا۔ اس لئے وہ سب اسی طرف کو بڑھے۔ اتنی دیر میں مسلمان صورت حالات کو بھانپ کر سنبھل چکے تھے۔ وہ بھی ہادی برحق پر نثار ہونے کے لئے آگے بڑھے۔ ہادی اسلام کے جاں نثار ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ یہاں تک کہ قمیہ نے آگے آ کر رسول اللہ کے چہرے پر تلوار سے وار کیا۔ زرہ کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار میں دھنس گئیں۔ کسی کی فلاخن

Marfat.com

کا پتھر بھی چہرہ مبارک پر آلگا جس کی وجہ سے آپؐ کا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا۔ اس زخمی حالت میں جب آپؐ کے چہرہ سے خون بہہ رہا تھا۔ آپؐ کے جاں نثاروں کی لاشیں سامنے پڑی تھیں۔ تیروں اور تلواروں کی بارش ہو رہی تھی۔ آپؐ کہہ رہے تھے۔

"اے خدا! میری قوم کی خطا بخش دے۔ وہ جانتے نہیں ہیں"۔

آخر مسلمانوں کے ایک زوردار حملہ نے کفار کو پیچھے دھکیل دیا۔ نبی اکرمؐ معہ چند ہمراہیوں کے ایک ٹیلے پر جا چڑھے۔ مسلمان وہاں اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ قریش نے مسلمان شہیدوں کی لاشوں کے ناک، کان کاٹنے کے علاوہ ان کے دل و جگر بھی نکال لیے۔ ابو سفیان کی بیوی، معاویہ کی ماں ہندہ نے امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبا لیا۔ آپؐ کو اطلاع ہوئی تو سخت افسوس ہوا۔ اس جنگ میں ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔ مدینہ ماتم کدہ بن گیا۔ قریش شاداں و فرحاں مکہ کو لوٹے اور مسلمان اپنے لالچ (اس جنگ میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ مالِ غنیمت کی لوٹ میں مصروف ہو جانا تھا) پر نادم۔ عزیزوں کے غم میں اندوہگین واپس ہوئے۔ اسی لالچ کو روکنے کے لئے بعد میں آنحضرتؐ نے فرمایا

"جو مسلمان مالِ غنیمت کی خاطر لڑتا ہے۔ وہ اپنا دو تہائی ثواب ضائع کر لیتا ہے۔ خالص جہاد وہی ہے جس میں کسی لالچ اور حرص کو دخل نہ ہو"۔

اسی سال کے آخر میں آپؐ نے حفصہؓ سے نکاح کیا۔ قانون وراثت کے متعلق آیات بھی اسی سال نازل ہوئیں۔

جنگ کا اثر بدر کی فتح سے مسلمانوں کا جو رعب مشرکین پر طاری ہو چکا تھا وہ اس شکست سے زائل ہو گیا۔ اور عرب کے متعدد قبائل نے مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ مگر ان میں چونکہ اتفاق نہ تھا اس لئے کامیاب نہ ہو سکے اب انھوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ اسلام سیکھنے کے بہانے وہ مسلمانوں کے

گروہ کو ساتھ لے جاتے اور موقع پا کر سب کو قتل کر دیتے ۔ اس طرح قریباً ۱۲۵ کے قریب مسلمان دھوکہ سے مارے گئے ۔ کفار کی اس دھوکہ بازی نے بعض مسلمانوں کو بھی مشتعل کر دیا ۔ اور انھوں نے پانچ چھ کافروں کو قتل کر دیا ۔ ہادیٔ اسلام نے اس طریقہ کو ناپسند کرتے ہوئے دھوکہ بازی سے مسلمانوں کو روک دیا ۔ بہت سے منافقین اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام اختیار کرتے اور پھر مرتد ہو جاتے ۔

انصار اور مہاجرین میں نفاق ڈالنے کی کوشش کی گئی ۔ یہودی شرانگیزی میں پیش پیش تھے ۔ وہ اپنے شعرا سے ہادیٔ اسلام کی ہجوین کہلواتے ۔ نئے مذہب کو اعلانیہ برا کہتے ۔ بالآخر ان سب باتوں کو بے اثر پا کر انھوں نے نبی اکرم کو قتل کرنے کی سازش کی ۔ اس سازش کا بھید عین موقعہ پر کھل گیا ۔ اور مسلمانوں نے سازش کرنے والے بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا ۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے گھٹنے ٹیک دیئے ۔ اور وہ مدینہ سے اس شرط پر جلاوطن کر دیئے گئے کہ وہ جو کچھ وہ اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں اٹھا کر لے جائیں ۔ ان لوگوں نے یہاں سے جلاوطن ہو کر خیبر میں رہائش اختیار کی ۔

Marfat.com

جنگِ احزاب

خدائے واحد کے پرستار ۔ گنتی کے چند نفوس حضرت محمد رسول اللہ کی پیروی کر
والے مدینہ کے کچھ حصہ پر قابض تھے ۔ دوسری طرف کھلے اور وسیع صحراؤں کے معبود ۔ سا
سمندر کے دیوتا ۔ پہاڑی اور زرخیز خطوں کے خدا ۔ مصر ، فلسطین ، شام ایران او
ہند کے تمام معبود اس وقت باقی ربع مسکوں پر چھائے تھے ۔ لیکن ابھی ایران کے آ
کدہ ۔ شام کے شماس دیوتا اور مشرق کے کسی پتھر کے ٹکڑے کو مدینہ کے خدا
اعلان کی خبر نہ ہوئی تھی ۔ البتہ قرب وجوار کے تمام معبود اپنی اس تحقیر و توہین پر پیچ و تا
کھا رہے تھے ۔ کبھی لات عزیٰ اپنی طاقت آزماتے تو کبھی ہبل جوش کھا کر اٹھتا ۔ کبھی
کا سادگی پسند دیوتا جس کی حکمرانی نکھری ہوئی صحرائی چاندنی راتوں پر اونٹوں کے گلو
بھیڑوں کے ریوڑ اور کھجور کے جھنڈوں پر تھی ۔ آتش زیر پا ہو کر پیچ و تاب کھاتا ۔
گھور گھور کر مدینہ کی طرف نظر اٹھا کر اس طرح دیکھتا گویا مدینہ کو نگل جائے گا ۔ لیکن مدینہ

Marfat.com

میں عجیب قسم کے انسان آباد تھے۔ فولاد سے زیادہ سخت عزائم، ریشم و پرنیاں سے زیادہ نرم دل رکھنے والا گروہ جو زمین پر آنکھیں جھکا کر چلتا تھا۔ لیکن عرب کے ہر معبود باطل کے سامنے جاتے ہی اس کی آنکھوں سے خدا کے جلال کے شرارے نکلنے لگتے تھے۔ اس گروہ کو کسی کے غضب کی پرواہ نہ تھی۔ وہ ہر ایک سے ٹکرانے کے لئے تیار تھا۔ قدیمی سامی مذہب۔ چاند اور ستاروں کی پرستش کا مذہب۔ موسیٰ کا مسخ شدہ مذہب، وہ ہر ایک کو مٹا دینا چاہتا تھا۔ وہ اپنی تیز تلوار سے پتھر کے ہر معبود کی بے بصر آنکھیں نکال کر اسے پاؤں کے نیچے لتاڑ دینا چاہتا تھا۔ فضا میں چھنتا ہوا سبز نور ان بتوں کو چبھ رہا تھا۔ وہ اس سے بے قرار تھے۔ مگر ان کی سنگین گردنیں اکڑی ہوئی تھیں۔ کعبہ میں پڑے ہوئے اصنام کی شکست دیکھ کر مدینہ کے نزدیک کے خداؤں کو بڑا غصہ آیا۔ ہر ایک نے مختلف طریقے سے غصہ نکالنا شروع کیا۔ انہی خداؤں میں سے ایک دیوتا بنی مصطلق کا تھا۔ جو بنو خزاعہ کی ایک شاخ تھی۔ اس نے مدینہ پر چڑھنے کا ارادہ کیا لیکن خدائے مدینہ نے بھی اپنے بندوں کو اطلاع کر دی۔ وہ اکٹھے ہوئے اور قبل اس کے کہ دیوتا کا سنگین ہاتھ ان کی گردنوں تک پہنچے، ان کے فولادی گرز نے دیوتا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ بت پرست گرفتار کر لئے گئے۔ ان کے مویشیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی جویریا بھی قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ جویریا کے باپ نے رسول عربی کو کہلا بھیجا کہ ایک سردار کی بیٹی کا لونڈی بن کر رہنا اس کے لئے باعث ذلت ہے۔ آپ اسے رہا کر دیں۔

آنحضرت نے جویریہ کو رہا کر دیا۔ جویریا نے آپؐ سے نکاح کر لیا۔ نکاح ہوتے ہی دفعتہً سارا قبیلہ مصطلق آزاد کر دیا گیا۔ یہ یقیناً مدینہ کے خدا کی اخلاقی فتح تھی۔ صحرا کے دیوتا نے اس کا انتقام یوں لیا کہ جس وقت مسلمان مدینہ واپس آ رہے تھے۔ تو عبداللہ ابن ابی کے ساتھیوں نے آنحضرت صلعم کی زوجہ محترمہ عائشہ صدیقہ کے متعلق ایک بے بنیاد افواہ اڑا دی۔ مسلمان سخت پریشان ہوئے۔ لیکن جلد ہی اس اتہام کا کذب واضح ظاہر ہو گیا۔ یہ اتہام اس تہمت سے مختلف نہ تھا جو مریم صدیقہ پر یہودیوں نے لگایا تھا۔

Marfat.com

اب یہود کی باری تھی۔ مسلمانوں نے ان کے قبیلہ کی حرمت مٹادی تھی۔ اس کے پیروؤں کو شر انگیزی کی بنا پر مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اس لئے اس نے اب دوبارہ اپنے ان بندوں کو اکسایا۔ جو بے شمار نبیوں کی پیش کردہ ہدایت قبول نہ کر سکے تھے۔ جنھوں نے مسیح کو مصلوب کرایا تھا۔ اور جو پیغامبروں کو ستانے کے عادی ہو چکے تھے۔ چنانچہ بنو نضیر، بنو سلیم، بنو غطفان۔ بنو اسد۔ بنو سعد اور مکہ کے قریش تمام کے تمام متحد ہو کر دس ہزار انسانوں کا لشکر گراں لے کر مدینہ پر چڑھ دوڑے۔

خدائے محمدؐ اب وہ خدا نہ تھا جو یہ کہہ دیتا کہ موسیٰ کی طرح لاٹھی لے کر چٹان پر بیٹھ جاؤ اور اپنی لاٹھی کو اونچا کر دو۔ جب تک لاٹھی اونچی رہے گی۔ دشمن مغلوب و مقتول ہوتے رہیں گے۔ بلکہ اب وہ ایسا خدا تھا جس نے کہا۔

" انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے۔ اب خدا چاہتا تھا کہ مسلمان اسی صورت میں فتح حاصل کریں کہ سر سے کفن باندھے ہوں۔ موت کو گوارہ راحت سمجھے ہوں۔ وہ میدان میں تلوار چلا چلا کر تھک چکے ہوں۔ ان کی چھاتیاں اکڑی ہوئی اور بازو بپھرے ہوئے دشمن کی طرف اٹھ رہے ہوں۔ لیکن دل میں وہ یہ کہہ رہے ہوں۔

"اے پروردگار ضعیف بندوں سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ کر دیا۔ اب فتح اور شکست تیرے ہاتھ میں ہے"

اسے صرف انہی لوگوں کو فتح دینا تھی جو جان فروشی میں بڑھے ہوئے ہوں۔ جن کی صفوں میں انتشار نہ ہو جو لوگ ذاتی نفع کو جماعتی نفع پر قربان کر دیں۔ جن میں غیرت کی چنگاری موجود ہو۔ جو ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دیں۔ جن کی تلواریں چمک دار اور تیز ہوں۔ جن میں کبر و غرور اور نخوت نہ ہوں۔ انہی لوگوں کو اسے دنیا کی حکومت دینا تھی۔ فتح اور کامیابی سچائی کی بہترین کسوٹی ہے۔

عیسائیت کے عروج سے پہلے جب یہودی مسیحیوں کو زندہ جلا رہے تھے

ایک نیک فریسی نے کہا تھا۔

"انھیں چھوڑ دو اگر یہ جھوٹے ہیں تو خود نابود ہو جائیں گے۔"

دین مسیح کی حمایت آسمانی نشانوں نے کی۔ پولوس نے اسکی تبلیغ کی۔ اور قسطنطین نے اس کو قیصر کا تخت دلایا۔ (یہ دونوں آسمانی نشانیاں دیکھ کر لوگ عیسائی ہوئے تھے)۔ لیکن اسلام کی تبلیغ مسلمانوں کی سرفروشانہ جدوجہد کی مرہون منت ہے۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ خدائے محمدؐ اب عجیب وغریب کاموں کے کرنے سے عاجز آچکا تھا۔ نہیں وہ آج تک محیر العقول کارنامے سرانجام دے رہا ہے۔ آج بھی اس کے بہت سے کام محدود ذہن انسانی کی رسائی سے بہت دور ہیں۔ اس نے اپنے اس رسولؐ کے ہاتھ پر بھی بہت سے معجزات دکھلائے۔ لیکن اسے اپنا دین معجزات کے زور سے نہیں پھیلانا تھا۔ بلکہ انسانوں کو سعی و عمل کا پیغام دینا تھا۔ انھیں مصیبت میں ثابت قدم رہنے کا سبق دینا تھا۔

جنگ احزاب مسلمانوں کو بت پرستوں اور یہودیوں کے مشترکہ لشکر کے آمد کی خبر ہوئی تو ایک مجلس مشاورت طلب کی گئی۔ سلیمان فارسی بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ چونکہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ میدان میں مقابلہ کرنا سخت مشکل تھا۔ اس لئے یہ طے پایا کہ شہر کے شمالی رُخ پر جو کہ کھلا تھا خندق کھود دی جائے۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت تین ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ یہ مسلمان ہادیِ اسلام کے ساتھ ہاتھوں میں پھاوڑے لے کر جائے مجوزہ پر پہنچے۔ دس گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودنے کے نشان لگا دیئے گئے۔ ہادیٔ اسلام خود بھی پھاوڑا اچلانے میں مصروف تھے۔ اور یوں آسمان ایک انوکھا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ کہ افواج کا جرنیل، امت کا ولی، مذہب کا بانی۔ خدا کا نبی اور امام الرسول خود مٹی میں لت پت دعوت عمل دے رہا ہے۔ صحابہؓ کے ایک ایک گروہ کو دس دس گز زمین کھودنے کے لئے تقسیم کی گئی۔

Marfat.com

ایک جگہ پر زمین کھودتے ہوئے ایک چٹان آگئی جو کسی طرح نہ ٹوٹی۔ بالآخر آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپؐ کدال لے کر وہاں پہنچے۔ اللہ کا نام لے کر کدال اٹھائی۔ جلالِ خداوندی چمکا اور چٹان دوسرے لمحہ راکھ کا ڈھیر تھی۔

خندق کی کھدائی میں تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ کئی کئی وقت فاقے سے گذرنے لگے۔ ایک دن آپؐ بھوکے تھے۔ آپؐ کی حالت زار دیکھ کر ایک صحابی نے کچھ کھانے کا بندوبست کیا اور چپکے سے آپؐ کو بلا کر لے چلا۔ رحمتِ عالم کو اکیلا جانا منظور نہ تھا۔ اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لیا۔ کھانے پر برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کی برکت سے دو تین آدمیوں کا کھانا قریباً ایک ہزار آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ آخر بیس دن کی متواتر محنتِ شاقہ سے خندق کھد کر تیار ہو گئی۔ ادھر لات و عزیٰ اور یہوداہ کی فوجوں کے لشکر بے کراں کا سیلاب بھی خندق سے آٹکرایا۔ ان کی تعداد اور تیاری کو دیکھ کر مدینہ کے یہودی بھی لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مسلمانوں کو دو طرف سے خطرہ تھا۔ مگر جاں نثار بدستور میدان میں ڈٹے رہے۔ بائیس دن کے محاصرہ میں اکا دکا لڑائیاں ہوئیں جس میں دشمنوں کا جانی نقصان مسلمانوں سے زیادہ تھا۔ یہ وقت نہایت سختی کا تھا۔ ایک طرف باہر کے حملے کا ڈر۔ دوسری طرف اندر سے بنو قریظہ کا خطرہ۔

بائیس دن گذرنے پر کفار بھی شکستہ دل ہو گئے۔ ان کا سامان رسد ختم ہو گیا۔ نیا سامان آنے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ اس لئے وہ اس صورت حال سے پریشان تھے کہ شام کو یک لخت زور کی آندھی آئی۔ اس نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیئے۔ چولھوں پر چڑھے ہوئے دیگ الٹ گئے۔ خوف ناک طوفان کے تھپیڑے چاروں طرف سے باطل کے منھ پر پڑنے لگے۔ راتوں رات کفار کا جرنیل اعظم اس خدائی مصیبت کی تاب نہ لا کر مع اپنے دستوں کے بھاگ نکلا۔ صبح ہونے تک میدان صاف تھا۔ اس لڑائی نے باطل کی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ عرب کے تمام معبو

نے مجموعی طور پر شکست کھائی تھی۔ اب وقت قریب آ چکا تھا کہ خدا وند کا جلال چمکے۔ اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ کوہ فاران سے جلوہ گر ہو۔

Marfat.com

بنو قریظہ کا جھگڑا

انسانی فطرت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کو سزا ملتے دیکھتا ہے جس کا جرم اور قصور دیکھنے والے سے تعلق نہ رکھتا ہو تو وہ جھٹ اسے سنگ دلی اور ظلم سے تعبیر کرتا ہے۔ مجرم کا جرم خواہ کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو۔ لیکن چونکہ ایک عام دیکھنے والے فرد نے اس سے نقصان نہیں اٹھایا ہوتا۔ اس لئے وہ سنگین جرم اس نگاہوں میں بہت ہلکا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً ایک چور اگر سزا پا رہا ہے یا ایک غدار اپنے جرم میں ماخوذ ہے تو ہم اس کی سزا کو یقیناً سختی سمجھیں گے۔ لیکن اگر چور نے ہمارے ہی گھر میں نقب لگائی ہو تو پھر اس کی سزا خواہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو ہم اسے بھی تھوڑا ہی سمجھیں گے۔ یہی حال ان عیسائی مورخین کا ہے۔ جو آج کے زمانہ میں بنو قریظہ کے جرم کے قطع نظر کر کے ان کی سزاؤں پر نظر دوڑاتے ہیں تو سزا دینے والوں کو سنگ دلی کا طعنہ دیتے ہیں۔

بنو قریظہ مدینے کے یہودی تھے۔ مسلمانوں کا ان کے ساتھ معاہدہ تھا کہ وہ

ہمیشہ مسلمانوں کے حلیف بن کر رہیں گے ۔ اور کسی بیرونی طاقت کے مقابلہ میں اگر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر شہر کا دفاع نہ کریں گے تو اس بیرونی طاقت سے بھی سازباز نہ کریں گے۔ لیکن جس وقت باطل کی طاغوتی طاقتوں کا لشکر مدینہ کی دیواروں سے آٹکرایا تو بظاہر مسلمانوں کی شکست کے خیال سے بنو قریظہ نے اپنا عہد نامہ توڑ کر خطرے میں گھرے ہوئے مسلمانوں کی مستورات پر حملہ کر دیا ۔ حالانکہ عہد شکنی سے بچنا ان کا اخلاقی فرض تھا ۔

اسلام نے اہل کتاب کو بار بار بت پرستوں کے مقابلہ میں یہ کہا تھا ۔

"اے اہل کتاب ! ایک ایسی بات کی طرف آؤ ۔ جس کو ہم تم دونوں یکساں مانتے ہیں ۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں ۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی خدا کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا پروردگار نہ مانے ۔"

اس کے باوجود یہود کا یہ وطیرہ تھا کہ یہ مسلمانوں کی بجائے کافروں کی طرف زیادہ راغب رہتے تھے ۔ اور ان میں سے کچھ لوگ یہ کہتے تھے کہ مسلمانوں کو جو احکام ملتے ہیں ان پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو ان سے پھر جاؤ ۔ شاید کہ اسی طرح مسلمان بھی اپنے مذہب کو کھوکھلا سمجھ کر اس سے پھر جائیں ۔ ان تمام باتوں کے باوجود مسلمانوں نے بنو نضیر کے نکل جانے کے بعد بنو قریظہ سے دوبارہ معاہدہ کی تجدید کی ۔ لیکن اس قبیلے نے جو ابدی طور پر بد عہدیوں اور پیغمبروں کی نافرمانی کا عادی ہو چکا تھا اپنے عہد نامہ کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف گھرے ہوئے مسلمانوں پر اندر سے حملہ کیا بلکہ فرار کفار کے بعد مسلمانوں کے سب سے بڑے حریف حی ابن اخطب کو اپنے پاس بلا لیا ۔

ان حالات میں احزاب کی جنگ کے خاتمہ پر رسول عربی ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ابھی ہتھیار نہ کھولیں ۔ بلکہ بنو قریظہ کی جانب بڑھیں ۔ بنو قریظہ قلعہ بند ہو گئے ۔ ان کا محاصرہ کر لیا گیا ۔ ایک مہینہ کے محاصرہ کے بعد یہود نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ بنو قریظہ کے حلیف قبیلے اوس کا سردار سعد بن معاذ جو فیصلہ ان کے بارے میں کر دے وہ

Marfat.com

انھیں منظور ہوگا۔ سعد بن معاذ جنگ احزاب میں زخمی ہو چکے تھے۔ وہ فطرتاً ایک سپاہی منش انسان تھے۔ یہود کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے تورات کے احکام سے واقف تھے۔ انھوں نے تورات کی مندرجہ ذیل آیات کو مدنظر رکھ کر یہود کے مذہب کے مطابق فیصلہ دیا۔

"جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ تسلیم کرلیں اور تیرے لئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ لیکن اگر صلح نہ کریں۔ تو تو اُن کا محاصرہ کر۔ اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب قتل کر دیئے جائیں۔ باقی بچے، عورتیں، جانور اور جو چیز شہر میں موجود ہوں۔ سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گی۔ یہ ان قوموں کے شہروں کو جن کو تیرا خدا تجھے میراث کے طور پر دیتا ہے۔ کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔" (استثنا - باب ۲۰ - درس ۱۰)

یہ اس تورات کا فیصلہ تھا جو ان کی مقدس مذہبی کتاب تھی جس کے متعلق حضرت مسیح نے کہا تھا۔

"اس کا ایک شوشہ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔"

وہ مسیح جس کے پیروؤں کے ظلم کی داستانیں افریقہ کے حبشی اور عرب، امریکہ کے ریڈ انڈین، ایشیا کے ہندی، شامی اور ایرانی کبھی بھول نہیں سکتے۔ جنہوں نے اپنے مذہب کے لوگوں کو اختلاف عقیدہ کی بنا پر زندہ آگ میں جلا دیا۔ کیا ان کا یہ حق ہے کہ اپنی مذہبی کتاب کے حکم کو مسلمانوں کی سنگ دلی سے تعبیر کریں۔

بہرحال تورات کے فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے تین سو مرد قتل کر دیئے گئے اور یوں اس دلیر، بہادر اور زخمی سپاہی نے ان کی بدعہدی کی سزا اُن کی کتاب کے مطابق دی۔

Marfat.com

صُلح حدیبیہ

اور

اشاعتِ اسلام

بانیٔ اسلامؐ نے مکہ سے نکلتے وقت بڑی حسرت سے یہ الفاظ کہے تھے:

"اے مکہ! تو مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔"

اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپؐ کو مکہ کی گلیوں سے کوئی خاص اُنس تھا۔ بلکہ آپؐ کو اس مقام مقدس سے محبت تھی جو دنیا کے بت کدوں میں خدائے واحد کا پہلا گھر تھا۔ وہ متبرک عمارت جسے آپؐ کے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اپنے ہاتھوں سے کھڑا کیا تھا کہ وہاں بیٹھ کر اس کردگارِ عالم کی عبادت کی جا سکے جو اس ساری دنیا کا پروردگار اور انسان کو احسن تقویم کے ساتھ پیدا کرنے والا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی بنائی ہوئی یہ عمارت خدا کے حکم کے تحت اس کی اولاد کی نظروں میں ایک متبرک زیارت گاہ قرار پائی۔

حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاقؑ کی اولاد فلسطین میں آباد ہوئی اور

Marfat.com

انھوں نے وہاں ایک مقام کو مقدس قرار دے کر اسے اپنا مرکز تسلیم کر لیا۔ ابتدائی تیرہ چودہ سالوں میں مسلمانوں نے بھی حضرت سلیمان کے بنائے ہوئے خانہ خدا کو اپنا مرکز مانا۔ مگر بعد میں خداوند عالم کے حکم کے تحت جو دنیا میں اس عظیم انسان کا نام روشن کرنا چاہتا تھا جس نے بڑی مشکلوں اور جانکاہ مصیبتوں کے ساتھ معبود واحد کا نام زندہ کیا تھا۔ کعبۂ ابراہیم ہی مسلمانوں کا مرکزی مقام قرار پایا۔ آنحضرت صلعم نے حج کے قدیم احکام کو جاری رکھنا چاہا۔ کیونکہ مقدس مقام کی زیارت ہر مذہب کا ایک لازمی جزو رہی ہے اور آج تک موجود ہے۔ مقدس مقام کی زیارت کا مقصد اس مقام پر جا کر اپنی روحانی زندگی کی ابتدا کرنا یا روحانیت کے مدارج میں اور زیادہ بلندی حاصل کرنا ہے۔ پھر یہ تنظیم اور اخوت کا بھی ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

جب سے آپ مکہ سے نکلے تھے۔ دشمنوں نے آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا تھا۔ بدی کا کارندہ ان کو متواتر اکساتا رہتا تھا کہ وہ نیکی کی اس شمع کو گل کر دیں۔ کبھی اس کے ذاتی جاہ و منصب کے خیال کو ترقی دی۔ کبھی حب مال و دولت بڑھائی۔ کبھی غرور و تکبر نے سر اٹھایا۔ اس بنا پر آپ کو مکہ سے ہجرت کے بعد یہ موقع نہ ملا تھا کہ آپ مقام ابراہیم کی زیارت کر سکیں۔ لیکن جب جنگ احزاب میں تمام عرب کی مجموعی طاقت ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو گئی تو آپ نے یہ سمجھ کر کہ اب مشرکین مکہ مزاحمت نہیں کریں گے حج کا ارادہ کیا۔ چودہ سو جاں نثار ہمراہ تھے۔ قربانی کے اونٹ بھی ہمراہ لے لئے گئے۔ لیکن قریش شکست خوردہ ہونے کے باوجود ابھی طاقت ور تھے۔ انھیں یہ بھی پسند نہ تھا کہ مسلمان امن کے ساتھ ان کے شہروں میں آ کر اپنا مذہبی رسم ادا کر کے واپس چلے جائیں۔ اس لئے قریش نے مزاحمت کا مکمل ارادہ کر کے دو سو سپاہیوں کا ایک دستہ بھیجا تاکہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ یہ سن کر آپ نے یہ پیغام کہ ہم کسی فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ خاموشی سے حج کے بعد واپس چلے جائیں گے۔

Marfat.com

قریش نے اس پیغام کو سننے کی بجائے آپؐ کے ایلچی کو بھی گرفتار کر کے قتل کر دینا چاہا مگر چند سنجیدہ آدمیوں نے انھیں اسبات سے روکا۔ چونکہ ایلچی کا اونٹ قریش نے مار ڈالا تھا اس لئے وہ پیادہ ہی چلا آیا۔ اب حضرت عثمان کو مکہ بھیجا گیا۔ کہ وہ شرائط طے کریں۔ ایک غلط خبر کی بنا پر جو شہادت عثمان کے متعلق تھی۔ مسلمانوں میں اب تاب برداشت نہ رہی اور وہ سخت برافروختہ ہوئے۔ چنانچہ سب نے وہاں ایک درخت کے نیچے لڑنے کی بیعت کی۔ ادھر قریش نے سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا کہ وہ مسلمانوں سے معاہدہ کرے۔ چنانچہ حدیبیہ کے مقام پر جہاں مسلمان خیمہ زن تھے مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان حسب ذیل معاہدہ قرار پایا۔ یہ معاہدہ تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی شرائط بظاہر مسلمانوں کی کمزوری ثابت کرتی ہیں۔ لیکن قرآن نے اسے فتح کے نام سے پکارا ہے۔ شرائط صلح یہ ہیں:

۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲۔ اگلے سال حج کو آئیں اور صرف تین دن رہ کر واپس چلے جائیں۔

۳۔ مسلمان اپنے ساتھ کوئی ہتھیار سوائے تلوار کے نہ لائیں گے۔ تلوار بھی نیام میں رکھ سامان میں باندھی ہوئی ہوگی۔

۴۔ مکہ میں جو مسلمان مقیم ہیں انھیں اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔

۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں آگیا تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ تمام قبائل عرب کو اختیار ہے کہ وہ چاہے مسلمانوں سے ملیں خواہ مکہ والوں سے

جس وقت صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو جو شیلے مسلمان پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ اس پر مستزاد یہ ہوا کہ ابوجندل نامی ایک مجروح اور زخمی مسلمان بھاگتا ہوا وہاں آپہنچا یہ اسی سہیل کا صاحبزادہ تھا۔ جو قریش کا نمائندہ بن کر عہد نامہ مرتب کرا رہا تھا۔

Marfat.com

قریش نے اسے اسلام لانے کے جرم میں خوب پیٹا تھا۔ ان کے اس وحشیانہ سلوک کے باوجود زیر تکمیل معاہدہ کا پاس کرتے ہوئے آنحضرت نے اس مجروح مسلمان کو واپس لوٹا دیا۔ اور یہ الفاظ کہے۔

"ابوجندل! صبر اور ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے اور دوسرے مظلوموں کیلئے کوئی نہ کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہو چکی ہے۔ اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کرسکتے"

تبلیغ حق

ابھی تک آپؐ کا پیغام صرف اہل عرب کے کانوں تک پہنچا تھا۔ چونکہ آپؐ کو ساری دنیا کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس لئے آپؐ نے مدینہ واپس آکر عرب کے قریب و جوار کی تمام سلطنتوں کے بادشاہوں کے نام تبلیغی رقعے لکھوائے۔ ان سے چند ایک کا حال یہاں درج کیا جاتا ہے۔

عرب کے شمال مشرق میں ایران کا ملک واقع ہے جہاں ان دنوں خسرو پرویز حکمران تھا۔ اس کو یہ رقعہ لکھا:

خدائے رحیم و رحمٰن کے نام سے محمد رسول اللہ کی طرف سے:——
کسریٰ والیٔ ایران کے نام۔

"سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت یافتہ ہے۔ خدا اور اس کے رسول پہ ایمان لاتا ہے۔ اور یہ گواہی دیتا ہے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مجھے پروردگار عالم نے تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مامور کیا ہے تاکہ میں ہر زندہ آدمی کو خدا کے خوف ڈراؤں۔ تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اگر تو اسلام قبول کرے تو سلامت رہے گا۔ ورنہ تیری قوم کا عذاب بھی تیری گردن پہ ہو گا۔"

خسرو بڑا بد دماغ بادشاہ تھا۔ اس نامہ کو دیکھ کر جل بھن گیا۔ نامۂ مبارک چاک کر ڈالا۔ آپؐ کو اطلاع ملی تو فرمایا ——

Marfat.com

"اس نے اپنی سلطنت کے پُرزے کر دیئے۔"

تاریخ گواہ ہے کہ چند روز بعد اس کی سلطنت کا تختہ مسلمانوں نے الٹ دیا۔

شاہ حبشہ نے آپؐ کے خط کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

مقوقس والی مصر نے لکھا:

"سلام علیکم کے بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ ایک نئے پیغمبر آنے والے ہیں۔ لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں مبعوث ہوں گے۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ آپ کی خدمت کے لئے دو لونڈیاں، خلعت اور سواری کے لئے خچر بھیج رہا ہوں۔"

حضورؐ کا نامہ مبارک دربارِ قیصر میں شاہِ روم کو مندرجہ ذیل خط لکھا گیا۔ خدائے رحیم و رحمٰن کے نام سے

محمدؐ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے ــــ

یہ خط ہرقل شاہ روم کے نام لکھا جاتا ہے۔

سلام ہے اس پر جو ہدایت کا پیرو ہے ــــ

اس کے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرے گا تو تجھ پر سلامتی رہے گی۔ خدا تجھ کو دوگنا اجر دے گا۔ اگر تو نے انکار کیا۔ تو تیری قوم کا گناہ بھی تیرے سر ہو گا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور ہم میں سے کوئی اور کسی کو معبود نہ بنائے۔ اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

قیصر کو یہ رقعہ ملا تو اس نے یہ حکم دیا کہ شام میں اگر کوئی مکہ کا باشندہ بغرض تجارت آیا ہو تو اسے دربار میں حاضر کیا جائے۔ اتفاق سے اس وقت اسلام کا دشمنِ اعظم

ابوسفیان وہاں تھا۔ اسے دربار شاہی میں پہنچا دیا گیا۔

ابوسفیان قیصر کے حضور پیش ہوا تو قیصر نے پوچھا۔

قیصر: مدعیٔ نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: وہ ایک شریف خاندان سے ہے۔

قیصر: کیا اس خاندان میں کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا اسی خاندان سے کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: جن لوگوں نے اس کا مذہب قبول کیا ہے وہ صاحب ثروت ہیں یا کمزور؟

ابوسفیان: کمزور۔

قیصر: اس کے پیرو بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ ترقی کر رہے ہیں۔

قیصر: کیا اس نے کبھی جھوٹ بولا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کیا وہ کبھی عہد و اقرار کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔ ابھی تک تو نہیں کی۔ لیکن اب اس کے ساتھ ایک نیا معاہدہ ہے۔ اس میں دیکھیں عہد پر قائم رہتا ہے یا نہیں۔

قیصر: کیا تم لوگوں نے اس سے کبھی جنگ بھی کی؟

ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: ان جنگوں کا کیا نتیجہ رہا؟

ابوسفیان: کبھی اس کی فتح ہوئی اور کبھی ہماری۔

Marfat.com

قیصر : وہ کیا تعلیم دیتا ہے ؟

ابو سفیان : وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔ نماز پڑھو۔ پاکیزہ زندگی بسر کرو۔ سچ بولو اور اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا کرو۔

قیصر نے یہ سن کر کہا :

تم نے کہا وہ شریف النسب ہے۔ پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان میں پیدا ہوتے ہیں

تم نے کہا۔ اس کے خاندان کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔

تم نے کہا۔ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اسے بادشاہی کی ہوس ہے۔

تم نے اقرار کیا کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ تو جو شخص آدمیوں کے متعلق جھوٹ نہیں کہتا وہ کبھی خدا کے متعلق دروغگوئی سے کام نہیں لے سکتا۔

تم نے تسلیم کیا کہ اس کے پیرو غریب ہیں۔ پیغمبروں کے ابتدائی پیرو ہمیشہ غریب ہی ہوتے ہیں۔

تم نے مانا کہ اس کا مذہب ترقی کر رہا ہے۔ سو یہ حال سچے مذہب کا ہے۔

تم کہتے ہو۔ وہ پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ مجھے بھی یہ خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں ہوگا۔

قیصر کی ان باتوں سے دربار میں برہمی پھیل گئی اور وہ بار برخاست کر دیا گیا۔

Marfat.com

فتحِ خیبر

فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے کہ جب وہ کسی دشمن سے برسرِپیکار ہوتی ہے تو اس وقت تک چین نہیں لیتی جب تک یا تو خود اس کی تباہی نہ ہو جائے یا مقابل کی طاقت نہ مٹ جائے اس انسانی فطرت نے رسولِ عربی کو زندگی بھر چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور پھر عرب تو اونٹ کی ہمسائگی سے شترکینہ کا سبق اس حد تک سیکھ چکے تھے کہ فرمان خداوندی بھی اس سبق کو ان کے اذہان سے محو نہ کر سکا۔ حکم الٰہی کے تحت کو تھوڑے عرصہ کے لئے اختلاف کی چنگاریاں دب گئیں۔ لیکن بجھ نہ سکیں، اور ہوائے زمانہ نے ان کو بہت جلد بھڑکا دیا۔ یہود عرب میں یہ سرشت کچھ زیادہ ہی تھی، اس لئے یہود جب فتنہ و فساد کی بنا پر مدینہ سے نکال دیئے گئے، تو انھوں نے مدینہ سے قریباً دو سو میل دور ایک وادی میں قیام کیا جس کا نام خیبر تھا۔ یہاں انھوں نے اپنی بستیاں بسا کر قلعے تعمیر کئے۔ اپنی پناہ گاہوں میں بیٹھ کر انھوں نے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ جنگ احزاب کافی حد تک انہی کی

کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس جنگ میں چونکہ ان کا کوئی خاص نقصان نہ ہوا تھا بعض مسائل۔ نیز انہیں محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لئے ان کے دلوں کے بخار بدستور موجود تھے۔ اور وہ پھر ایک دفعہ اس مذہب کے ساتھ ٹکر لینے کو تیار تھے جس کی کتاب میں صاف صاف بتایا گیا تھا کہ یہود ایماندار نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مذہبی کتاب میں بھی خیانت کرتے ہیں۔ ادھر مدینہ میں موجود منافقوں کو اسلام کی ترقی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اس لئے وہ بھی ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح بدوؤں کو بھڑکا کر اسلام کے خلاف کھڑا کیا جائے۔ چنانچہ ان دونوں متفقہ کوششوں سے بنو غطفان نے مدینہ کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مخصوص بدوی طریقے سے انھوں نے مدینہ کی ایک چراگاہ میں چھاپہ مار کر اونٹوں کی ایک قطار کو ہنکا لیا اور ان کے رکھوالوں کو قتل کر دیا۔ حملہ آور اونٹ لے کر جا رہے تھے کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان کو دیکھ پایا۔ تعاقب کرنے پر حملہ آور مویشی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس امر کی اطلاع جب مدینہ میں پہنچی تو آپؐ نے مسلمانوں کو جہاد کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ اور یہ بات خاص طور پر کہی کہ اس لڑائی میں صرف وہ لوگ ہی شریک ہوں جن کا مقصد محض اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ لوٹ مار کی غرض سے لوگ شامل نہ ہوں۔

اپنی بیس سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمان اس قوم پر حملہ کرنے کے لئے نکلے۔ بنو غطفان جو ہر بات میں یہود کی مدد کرنے کا وعدہ کر چکے تھے۔ مسلمانوں کو آتا دیکھ کر تتر بتر ہو گئے۔ مسلمانوں نے خیبر کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ جب خیبر کی عمارتیں نظر آئیں۔ تو رحم و کرم کے مجسمہ نے یہ دعا مانگی۔

"اے خدا! ہم تجھ سے اس گاؤں کی، گاؤں والوں کی اور گاؤں کی دیگر اشیاء کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ان سب کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔"

یہود کو پھر ایک دفعہ امن و آشتی کے ساتھ رہنے کا پیغام بھیجا گیا۔ لیکن وہ اپنی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کے پیش نظر اس پیغام کی وقعت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اور لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ سالم ناعم، نطاۃ، قصارہ، مرابط اور شق کے چھ قلعے تو آسانی سے فتح ہو گئے۔ لیکن قموص جو سب سے مضبوط قلعہ تھا اور

Marfat.com

سب سے جری اور دلیر پہلوان مرحب کے زیر کمان تھا، فتح نہ ہو سکا۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد اسلامی فوج کی کمان مشہور عرب بہادر حضرت علیؓ کے سپرد کی گئی اور ساتھ ہی یہ فرمان ہوا

"اب بھی یہودیوں کو نرمی سے راہ راست پر آنے کی دعوت دو۔ اگر وہ نہ مانیں تو پھر ان سے جنگ کرو۔"

مرحب خود حضرت علیؓ کے مقابلہ پر نکلا۔ لیکن ہاشمی نوجوان کی شجاعت کے سامنے کوئی نہ گئی۔ اور حضرت علیؓ نے ایک ہی وار میں اسے ختم کر دیا۔

بیس دن کی لڑائی اور ترانوے یہودیوں کے مارے جانے سے خیبر کی بستی مسلمانوں کے آ گئی۔ خیبر کی ساری زمین یہود کے قبضہ میں رہنے دی گئی۔ جن کے ساتھ یہ فیصلہ کیا گیا کہ اپنی زمین کی نصف پیداوار مسلمانوں کو دیں گے۔

یہود کے انتقام کی آگ ابھی بھڑک رہی تھی۔ اب رسول اللہ کو ایک دعوت میں زہر دینے کی سازش کی گئی۔ یہ حرکت عرب کی روائتی مہمان نوازی اور اخلاق کے صریحاً خلاف تھی مگر کینہ نے یہود کی آنکھوں پر ذلت کی وہ پٹی باندھ دی تھی کہ وہ اخلاقی آئین کی حد سے بھی گذر گئے تھے۔ آپؐ کے کھانا کھانے سے قبل ایک مسلمان کھانا کھا چکا تھا۔ مگر آپؐ نے نور فراست سے سازش کو تاڑتے ہوئے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ دعوت کرنے والی ایک عورت زینب نامی جو سلام بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بھاوج تھی۔ اسے طلب کیا گیا۔ مگر رحمت عالم نے اسے معاف کر دیا۔ وہ مسلمان جو کھانا کھا چکا تھا، تیسرے دن زہر کے اثر سے وفات پا گیا۔ اب عرب کے قدیم رواج اور تورات کے حکم کے مطابق اس عورت کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اسی جگہ بنو نضیر کے رئیس حیی ابن اخطب کی صاحب زادی صفیہ سے آپؐ نے نکاح کیا۔

حج کا قصد

خیبر سے واپسی پر آپؐ نے عمرہ کا قصد کیا۔ صلح حدیبیہ کی رو سے مسلمان مجاز تھے کہ تین دن کے لئے مکہ میں ٹھہر کر طواف کریں۔ چنانچہ آپؐ مارچ ۶۲۹ء مطابق ۷ھ میں دو ہزار مسلمانوں کی معیت میں عازم مکہ ہوئے۔ قریش نے مسلمانوں کے

Marfat.com

باعث نفرت کی بنا پر شہر خالی کر دیا۔ اور اہل شہر کی غیر موجودگی میں مسلمانوں نے اپنا مذہبی فریضہ ادا
یا۔ مسلمانوں نے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے۔ تین دن کے بعد شہر خالی کر دیا۔ لیکن مسلمانوں
امن پسندی، دیانت داری اور صلح جوئی اہل مکہ پر اثر کیے بغیر نہ رہی۔ انہوں نے اس عجیب و غریب
نارہ کو دیکھا کہ دو ہزار انسان اپنے قدیم شہر میں اپنے گھروں کے سامنے سے گذرتے ہیں۔ اور کسی
ف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

مکہ سے واپسی پر آپؐ کو اطلاع ملی کہ آپ کا جو قاصد (حارث بن عمیر) شرجیل بن عمرو
حاکم بلقا کے پاس تبلیغی رقعہ لے کر گیا تھا۔ وہ شہید کر دیا گیا۔ طلب قصاص کی غرض سے تین
ہزار آدمیوں کا لشکر تیار کیا گیا۔ جس کی کمان زید بن حارث کو دی گئی۔ جعفر طیار کو ان کا نائب
مقرر کیا گیا۔ چلتے وقت فوج کو واضح طور پر یہ بتا دیا گیا کہ اگر مخالف اسلام قبول کریں تو بلا جنگ
واپس لوٹ آئیں۔ لیکن عیسائی شرجیل بن عمرو اپنے فعل پر نادم ہونے کی بجائے ایک لاکھ
فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ جنگ میں سالار فوج کے علاوہ جعفر طیار بھی شہید ہوئے ان کے
بعد عبداللہ بن رواحہ نے علم اٹھایا تو انھیں بھی موت کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر خالد بن ولید نے
اس قلیل تعداد کے ساتھ ایک لاکھ کا مقابلہ ناممکن سمجھ کر فوج کو واپسی کی ہدایت دی اور باقی
ماندہ فوج شکست خوردہ حالت میں واپس مدینہ لوٹی۔

Marfat.com

فتحِ مکہ

عرب کی وہ سرزمین بے آئین جس پر کسی کی حکومت نہ تھی۔ کسی کا فرمان جاری نہ تھا اپنے سنگلاخ سینے میں ہزاروں ایسے بے گناہوں، کمزوروں اور غریبوں کی ہڈیاں دفن کئے ہوئے تھی جو محض اس بنا پر قتل کر دیئے گئے تھے کہ وہ کمزور تھے۔ وہ طاقت ور اور قوی دشمن کے آگے ہتھیار نہ اٹھا سکتے ان کی بے کسی اور ناتوانی نے نہ صرف ان کا مال لٹیرے اور جائداد ہی ظالم لیٹروں کے ہاتھ میں دی تھی بلکہ ان کی ننگی لاشیں بھی صحرا کی مردار خوار گدھوں کی ضیافت کے لئے پیش کی تھیں۔ عرب کے ننگے اور جاہل بد وؤں کا محبوب ترین پیشہ لوٹ مار تھا۔ انسانی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہ سمجھتے تھے چند درہم کے عوض کسی کو قتل کرنے میں انھیں کوئی جھجک نہ تھی۔ وہ اس قدر غریب تھے کہ کئی کئی دن انہیں کھجوروں اور ستوؤں پر گذارہ کرنا پڑتا۔ اسی غربت نے ان کو لوٹ مار کے لئے اتنا دلیر کر دیا تھا کہ وہ اپنے محبوب ترین رہنما کے کندھے سے بھی چادر کھینچ لینے پر تیار ہو جاتے تھے۔

رسول عربی کے محبوب نواسے کی شہادت کے بعد حرم امام حسین رض کے خیمہ جات جس

ر دکاسے لوٹے گئے وہ ان کی سرشت کا آئینہ دار ہے۔ اس ملک میں کوئی حکومت نہ تھی۔ کوئی اصول نہ تھا۔ اگر ان میں کوئی خوبی تھی تو یہ کہ وہ لوگ مہمان نواز تھے۔ اور گھر آئے ہوئے کو ہر قیمت پر پناہ دینا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اس لئے یہاں کمزوروں اور غریبوں کے بچاؤ کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ کسی طاقتور قبیلہ کے ساتھ منسلک ہو جائیں، کسی دوسری قوم کے حلیف بن جائیں تاکہ اگر ان پر حملہ کیا جائے تو وہ اپنے حلیفوں کے پاس پناہ لے سکیں۔ اسی بنا پر عرب کا ہر قبیلہ کسی اور قبیلے کا حلیف تھا۔ کسی ایک کے ساتھ جنگ اور ہنگامی حالات میں حلیف قبیلہ اپنے ساتھی کی مدد کرنا ضروری خیال کرتا تھا۔

آپ کو یاد ہو گا کہ صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی قرار پائی تھی کہ عرب قبائل مسلمانوں اور قریش میں سے جس کے چاہیں حلیف بن جائیں۔ چنانچہ بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔ بنو خزاعہ کی بستیاں مکہ کے قریب تھیں اور بنو بکر سے ان کی پرانی عداوت تھی۔ جو چند سال کے لئے اس لئے دب گئی تھی کہ بت پرستوں کا سارا رجحان اسلام کو ختم کرنے کی طرف ہو گیا تھا۔ لیکن صلح حدیبیہ کے بعد جب چند روز کے لئے امن ہو گیا تو پرانی رنجشیں پھر یاد آئیں چنانچہ بنو بکر نے قریش کے چند اوباشوں کی مدد سے خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے بنو خزاعہ نے بھاگ کر اس خیال سے حرم میں پناہ لی کہ بنو بکر اس کے تقدس کے پیش نظر وہاں دست درازی سے باز رہیں گے۔ لیکن انہیں وہاں بھی امان نہ ملی۔ مجبور ہو کر بنو خزاعہ کا ایک وفد مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ آنحضرت مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے سامنے سے آ کر پکارا:

"اے خدا میں محمدؐ کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو کہ ہمارے اور ان کے قدیم خاندان کے درمیان ہوا ہے۔ اے پیغمبر! ہماری مدد کر اور خدا کے بندوں کو بلا سبب اعانت کے لئے حاضر ہوں گے۔"

آنحضرت نے واقعہ سنا تو سخت رنج ہوا۔ چنانچہ قریش کی طرف ایک قاصد روانہ کیا گیا۔ اور قریش سے کہا گیا کہ یا تو وہ بنو بکر سے خون بہا دلوائیں۔ یا ان کی مدد سے

Marfat.com

دست بردار ہو جائیں۔ اگر یہ دونوں شرطیں نہ منظور ہوں تو معاہدہ حدیبیہ کی شکست کا اعلان کر دیا جائے۔

قریش نے تیسری شرط منظور کر لی۔

آنحضرت نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ اب وہ وقت آپکا تھا کہ خداوند فاران سے جلوہ گر ہو۔ اس کے بائیں ہاتھ میں شریعت اور دائیں ہاتھ میں تلوار ہو۔ اور دس ہزار قدوسی اس کے ہمراہ ہوں۔

مسلمانوں کا لشکر مکہ کے قریب پہنچا تو قریش انھیں دیکھ کر سراسیمہ ہو گئے۔ ان کو اپنا انجام نظر آنے لگا۔ مگر دنیا نے نہیں بلکہ چشم فلک نے بھی ایک انوکھا نظارہ دیکھا۔ مکہ والوں نے دیکھا کہ دس ہزار افواج کا جرنیل ایک سانڈنی پر سوار اپنا سر سجدے میں جھکائے ہوئے ہے۔ وہ جرنیل جس کی جان لینے کے لئے انھوں نے متعدد بار سازشیں کی تھیں جس کو تین سال تک انھوں نے ایک تنگ وادی میں محصور رکھا تھا۔ جس کی لخت جگر کو نیزہ مار کر اس کا حمل ساقط کر دیا تھا۔ جس کو وطن سے تین سو میل دور چلے جانے پر بھی انھوں نے آرام سے نہیں بیٹھنے دیا تھا جس کو کعبہ کی زیارت سے محض اس لئے روکا تھا کہ وہ ان کے بتوں کے سامنے نہیں جھکتا تھا جس کے پیروؤں کو مسلسل دردناک سزائیں دی تھیں۔ آج وہ ان کے لئے رؤف و رحیم بن کر آیا تھا۔ وہ ان کے ظلموں کا بدلہ دینے کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ یہ ثابت کرنے آیا تھا کہ مکہ پر کسی اندھی فوجی طاقت نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ایک کردار ایک بلند اخلاق اور ایک پاکیزہ فلسفہ نے فتح پائی تھی۔

مکہ کے مشرک اور مشرکین کے سارے خدا اب رسول عربی کے قدموں میں تھے سارے عرب کیا بلکہ دنیا نے دیکھا کہ ساری دنیا میں بھی کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو اس کے قشون قاہرہ کا مقابلہ کرتی۔ لیکن رحم و کرم کے اس پیکر نے مکہ میں داخل ہوتے ہی فرمایا

۱۔ ہر اس شخص کو امان ہے جو دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ جائے۔

۲۔ ہر اس شخص کی جان بخشی ہو گی جو حرم کعبہ میں پناہ لے۔

۳۔ ہر وہ شخص محفوظ ہے۔ جو ہتھیار ڈال دے۔

۴۔ کسی آدمی کا گھر لوٹا نہ جائے گا۔ کسی آدمی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ ہاں تمہارے وہ خدا جنھوں نے مدت مدید سے تمہیں گمراہ کر رکھا ہے جن کی حمائت کے جوش میں تم سیدھی راہ سے بھٹکے پھرتے رہے ہو۔ آج نیست و نابود کر دیئے جائیں گے۔

مسلمان فوج بڑے امن سے شہر میں داخل ہوئی۔ ایک طرف سے کفار نے خالد بن ولید کے دستے پر تیر اندازی کی۔ لیکن جوابی حملے سے پسپا ہو کر بھاگ گئے۔ باقی شہر نے کوئی مقابلہ نہ کیا۔ شہر میں داخلہ کے وقت نہ کسی کے گھر پر نظر ڈالی گئی۔ نہ کسی عورت کی طرف ہاتھ اٹھایا گیا۔

ہادیٔ اسلام کمان لے کر کعبہ میں داخل ہوئے اور بتوں کو ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا۔

"حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہوا۔ بے شک باطل نیست و نابود ہونے والا ہی تھا۔"

اس دن مکہ کے تمام خدا بے بس اور بے زور تھے۔ تمام کے تمام اوندھے منہ زمین پر گر پڑے۔ اور کعبہ سے باہر پھینک دیئے گئے۔ کعبہ سے ہر اس خدا کا خاتمہ ہو گیا جو انسانی ہاتھوں سے تراشا گیا تھا۔ ہر دیوا در بھوت جو سال ہا سال سے عربوں کے ذہن پر مسلط تھا یکلخت وہاں سے بھاگا۔ اور عرب میں اللہ اکبر کا نام ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا گیا۔

فتح کے بعد آپؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا۔

"ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندے کی امداد کی۔ تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں۔ آج تمام مفاخر تمام انتقامات تمام خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہے اے قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسبت کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام

لوگ آدم کی نسل سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔
لوگو! خدا نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے
تاکہ تم پہچانے جا سکو۔ لیکن خدا کے نزدیک بہتر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔
خدا دانا اور واقف کار ہے۔ شراب کی خرید و فروخت تم پر حرام کر دی جاتی ہے
اے قریش! جاؤ، تم پر کچھ الزام نہیں۔ تم سب آزاد ہو۔ تمہاری کسی چیز کو
چھیڑا نہ جائے گا حتیٰ کہ وہ مکان جو مہاجر چھوڑ گئے ہیں۔ وہ بھی واپس نہ
لئے جائیں گے۔"

سارے مکہ میں صرف ایک شخص ابن حنظل نامی کو اس جرم میں قتل کیا گیا کہ اس نے ایک مسلمان کو جو اسکا غلام تھا۔ اسلام قبول کرنے کے جرم میں قتل کیا تھا۔ روساء مکہ میں جو لوگ مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ جب انھوں نے آپؐ کے عفو و کرم کا حال سنا تو پھر واپس آ گئے شہر والوں نے دھڑا دھڑ اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ انہیں اپنے خداوں کی بے بسی پر ہنسی آنے لگی۔ انھیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ پتھر کے یہ بت جو اپنے جسم سے مکھی تک نہیں اڑا سکتے ان کی مدد سے معذور ہیں!

قبائلِ ہوازن و ثقیف

کسی شخص کا دائرۂ عمل جتنا وسیع ہو، اتنی ہی زیادہ اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ (ا)سلام کا مقصد چونکہ ساری دنیا کے کفر کے قلعوں کو منہدم کرنا تھا اس لئے جونہی اس (کا) ایک بُرج ٹوٹتا، طاغوتی طاقتیں اور زیادہ بپھرتیں۔

کعبہ عرب کا مرکزی مقام تھا۔ کعبہ میں مسلمانوں کے داخلے کا مطلب عرب (ک)ے معبودانِ باطل کا عملاً خاتمہ تھا جس کو مکہ والوں نے اس لئے برداشت کیا کہ (ان)ھیں ان بے جان بتوں کی پرستش کے باوجود اس کا کوئی صلہ نہ ملا تھا۔ اس کے (س)اتھ ساتھ رسول اللہ کے عفو و کرم کو دیکھ کر ان کے دلوں میں اسلام کی طرف کشش (ہو)ئی۔ مگر پھر بھی ایسے افراد موجود تھے، جن کو اب بھی باپ دادا کے قائم کئے ہوئے پرانے (م)ذہب کا مٹنا ناگوار معلوم ہوا۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عتاب بن اسید تھا۔ (ا)س نے جب بامِ کعبہ سے نعرۂ توحید بلند ہوتے سنا تو کہا۔

Marfat.com

"اچھا ہوا میرا باپ اس آواز کے سننے سے پیشتر وفات پا گیا۔"

قریش کے اور بھی چند اشخاص ایسے تھے جو عرب کی روائتی دشمنی کو بھلانا نہیں چاہتے تھے۔ اس عفو و کرم کے مظاہرے کے باوجود ان کے دلوں میں کینہ تھا۔ یہ لوگ مکہ سے بھاگ کر طائف پہنچے اور نواحِ طائف میں آباد قبائل کو جو ہوازن و ثقیف کی شاخیں تھیں۔ کعبہ کی حالت زار سنائی۔ اپنے معبودوں کے اوندھے منہ گرائے جانے کا واقعہ سن کر ہوازن و ثقیف کے قبائل سخت مشتعل ہوئے۔ انھوں نے اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔ ان کے اس ارادہ کی اطلاع رسول اللہ کو بھی ہوئی۔ مسلمان بھی یہ سن کر مقابلہ کے لئے نکلے۔ مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر حنین کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت بارہ ہزار تھی۔ ان میں دو ہزار نوجوان مکہ کے تھے۔ جو محض مالِ غنیمت کی لالچ میں ساتھ چلے آئے تھے۔

بدر واحد کے وہ مجاہد جنہوں نے ایک قلیل تعداد کے باوجود ہزاروں کا مقابلہ کیا تھا۔ اپنی اس کثرت کو دیکھ کر سمجھے کہ آج ہماری اس تعداد کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ میدان کارزار میں تھوڑی سی جنگ کے بعد کفار بھاگ نکلے۔ مکہ کے لوگ لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور بھی سپاہی مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ کفار نے موقعہ تاڑا اور پلٹ کر حملہ کر دیا۔ ان کے اس اچانک حملے نے مسلمانوں کو سراسیمہ کر دیا۔ موقعہ کی نزاکت کو سمجھے بغیر انھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ اکیلے رہ گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت عباس ہمراہ تھے۔ انھوں نے یہ دیکھ کر بلند آواز سے پکارا

"اے انصار کے گروہ! اے محمد صلعم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والو! کہاں جاتے ہو؟"

Marfat.com

اس آواز کو سن کر مہاجرین و انصار پر گویا بجلی سی گری۔ انھیں اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی۔ وہ پلٹے اور اس زور کا حملہ کیا کہ کفار پھر بھاگ نکلے۔ کفار نے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہونا شروع کیا۔ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے اور ایک خونریز جنگ کے بعد بت پرستوں کے جھنڈے سرنگوں ہو گئے۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ اور بقیہ السیف کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار شدگان میں شیما بنت حارث بھی قید ہو کر آپؐ کے سامنے لائی گئی۔ اس نے سامنے آکر کہا :

"محمدؐ! میں حلیمہ کی بیٹی ہوں۔"

ان الفاظ کو سن کر سرور عالم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؐ کھڑے ہو گئے اور "میری بہن"، کہہ کر اسے گلے لگا لیا۔ کندھے سے چادر اتار کر بچھائی اور بہن کو اس پر بٹھایا۔ بہن کو اس کا سب سامان دے کر عزت کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔

مالِ غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بھیڑ بکریاں۔ اور چھ ہزار قیدی تھے۔ آپؐ نے یہ مالِ غنیمت زیادہ تر مکہ والوں کو دے دیا۔ کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جن کا جہاد محض حصولِ مال کے لئے تھا۔ پیغمبر صلعم کا مقصد مدینہ والوں کو اس لالچ سے مبرا کرنا تھا۔ بعض مدنی نوجوان اس رمز کو نہ پا سکے اور انھوں نے کہنا شروع کیا۔

"پیغمبر صلعم کو جس وقت مشکل پیش آتی ہے۔ اس وقت ہم سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ان کے لئے لڑتے ہم ہیں۔ لیکن مالِ غنیمت دوسروں کو دے دیا جاتا ہے۔"

یہ چرچے رحمتِ عالم کے کانوں تک پہنچے۔ آپؐ نے مدینہ والوں کو جمع کیا۔ اور فرمایا :

"کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت

Marfat.com

دی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ تم کو دولت مند کیا۔"

انصار نے بیک زبان کہا "یہ سچ ہے۔"

آپؐ نے فرمایا۔ "نہیں اے مدینہ والوں تم یوں کہو۔

اے محمدؐ! تجھ کو جب لوگوں نے جھٹلایا۔ تو ہم نے تیری تصدیق کی۔ تجھ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے تجھے پناہ دی۔ تو مفلس آیا تھا ہم نے تیری مدد کی۔"

یہ کہہ کر فرمایا:

"تم پوچھو۔ اور میں کہوں گا۔ یہ سچ ہے۔"

"لیکن اے انصار! تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بھیڑ بکریاں ساتھ جائیں اور تم محمدؐ کو اپنے ہمراہ لے جاؤ۔"

ان الفاظ کو سن کر مدینہ والوں کی چیخیں نکل گیئں۔ سب اپنے الفاظ پر نادم ہوئے اور زار زار رونے لگے۔

شیما جب گھر پہنچی تو آپؐ کے حسنِ سلوک کا واقعہ سن کر بنو سعد کو ہمت ہوئی وہ بے دھڑک آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں۔ چنا انھوں نے حضورؐ کے سامنے آکر یہ درخواست پیش کی جسے رحمتِ عالم نے قبول فر سارے کے سارے قیدی بغیر کسی فدیہ کے رہا کر دیئے گئے۔

اس طرح رحمتوں کا یہ بادل جو مدینہ سے لے کر طائف تک برسا۔ بالکل اس باد کی طرح جو دوسری جگہوں کو سیراب کر کے خود خشک ہو جاتا ہے۔ سارا مال تقسیم کر خود اپنے انصار کے ساتھ خالی ہاتھ مدینہ کو لوٹ گیا۔

Marfat.com

واقعہ ایلا

قرآن مجید میں ایک صاف صاف حکم موجود ہے کہ اگر تمہاری بیویاں کوئی نافرمانی یا ناگوار بات کریں تو ان کا پہلا علاج یہ ہے کہ ان سے بول چال ترک کر کے چند روز کے لئے علیحدہ ہو جاؤ۔ اگر پھر بھی درستی نہ ہو۔ تو انہیں سختی سے سمجھاؤ۔ اگر اس پر بھی وہ راہ راست پر نہ آئیں تو یہ معاملات کے والدین اور برادری کے بزرگوں کے سامنے پیش کرو۔ تاکہ وہ تصفیہ کرادیں۔ اور جب یہ مرض قابلِ علاج نہ رہے تو پھر طلاق دے دو۔

عرب کے گرم مزاج لوگ جو ذرا ذرا سی بات کے لئے بھڑک اٹھتے تھے۔ اور معمولی رنجش پر قتل کر لے کو تیار ہو جاتے تھے جن میں برداشت اور صبر و تحمل کا بہت تھوڑا مادہ تھا۔ بات بات پر بیویوں کو طلاق دینے کے عادی تھے۔ طلاق کی اتنی کثرت ہو چکی تھی کہ کسی عورت کے لئے طلاق اب باعثِ عار نہ رہی تھی۔ عرب کی کوئی حسین سے حسین نیک سے نیک عورت بھی شائد ایسی ہو جس کو ایک دو خاوند طلاق

Marfat.com

نہ دے چکے ہوں۔ ایسے لوگوں کو راہ اعتدال پر لانے اور اس افراط سے بچانے کے لئے قرآن نے ان کے سامنے طلاق کی یہ شرائط رکھیں کہ وہ مندرجہ بالا سب مراحل طے کرنے کے بعد تین ماہ میں تین طلاقیں دیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میاں بیوی اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لیں۔ اپنے عہد مقدس کو توڑنے سے قبل انہیں ماضی و مستقبل کے متعلق سوچنے کا کافی موقعہ مل جائے۔

عرب کے مردوں کی طرح عورتیں بھی بڑی تیز طرار تھیں۔ اسلام نے جہاں ان کی آزادی کو برقرار رکھا وہاں انہیں مردوں کی طرح صبر و تحمل اور تہذیب کا حکم بھی دیا۔ انھیں یہ کہا گیا کہ وہ اپنے شوہروں کی فرمانبردار بن کر رہیں۔ ان احکام کا مقصد کنبہ یا خاندان میں محبت پیدا کرنا تھا۔ تہذیب کا سارا دارومدار اور تمدن کا سارا انحصار اگر دیکھا جائے تو خاندانی نظام ہی پر ہوتا ہے۔ اور خاندانی اور گھریلو مسائل سلجھے ہوئے نہ ہوں تو زندگی کے ہر شعبے میں الجھاؤ ہوگا۔ وہ قوم جس کے افراد آج کل کے فرنگیوں کی طرح۔ بہن، بھائی۔ باپ/ بیٹے۔ ماں سے والہانہ محبت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ وہ دوسرے کسی آدمی کے ساتھ کب ہمدردی کر سکتے ہیں۔ ان کے ہر معاملہ کی تہہ میں ذاتی مفاد پوشیدہ ہوگا۔

اسلام اس ذاتی مفاد پر جماعتی نفع کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لئے اس کا فرض تھا کہ وہ خاندانی امور سلجھائے۔ اسلامی اخوت کے علاوہ لوگوں میں گھریلو محبت پیدا کرے اسی مقصد کے لئے سرور عالم نے فرمایا:

"تم میں بہترین شخص وہ ہے جس کا اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک ہے۔"

رسول اللہ کے گھر میں سرداران عرب کی بیٹیاں تھیں جن میں سے بعض کے ساتھ اس لئے نکاح کیا گیا تھا کہ اس رشتہ کی بنا پر ان کے قبائل فتنہ و فساد سے باز رہیں۔ ان بیویوں میں آپ کی صحبت مقدس سے گو صالحیت اور پاکیزگی پیدا ہو چکی تھی تاہم تقاضائے بشریت

Marfat.com

وہ بھی اسباب کی متمنی تھیں کہ انھیں بھی دوسری عورتوں کی طرح آرام و آسائش مہیا ہوں۔ مگر وہ دیکھ رہی تھیں کہ رسول اللہ کے گھر میں متواتر کئی کئی دن تک کھانا پکانے کے لئے آگ نہیں جلتی۔ آپؐ سارا مال غریبوں میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ایک دفعہ آپؐ کی نورِ نظر فاطمہ نے ایک لونڈی کے لئے آپؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"مجھ پر ان غریب مسلمان کا زیادہ حق ہے۔ جن کا سہارا صرف میں ہوں۔"

طائف سے واپسی پر آپؐ خالی ہاتھ گھر آئے تو یہ بات بعض بیویوں کو ناگوار گذری۔ اور انھوں نے آپؐ سے مطالبہ کیا کہ انہیں بھی سیم و زر ملنا چاہیئے۔ تو آپ اپنی درویشانہ طبیعت کی بنا پر ان کا یہ مطالبہ ناگوار محسوس ہوا۔ آپؐ نے قرآن کے حکم کے تحت ان کو پہلی سزا دی۔ یعنی ایک مہینے کے لئے ان سب سے الگ ہو گئے صحابہ کرام میں یہ عام خیال پیدا ہو گیا کہ آنحضرت نے ناراض ہو کر بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ اس بات سے سخت پریشانی پھیل گئی۔ لیکن آپؐ نے اس بات کی تردید کر دی۔ اس سے لوگوں کو اطمینان ہوا۔

آپؐ ایک ماہ کے بعد اپنے حجرہ سے جو ایک بالاخانہ پر تھا باہر تشریف لائے۔ اور بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم کو دنیاوی زندگی میں دنیا کی زیب و آرائش مطلوب ہے۔ تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر بطریق احسن رخصت کر دوں۔ اگر خدا، خدا کا رسول مطلوب ہے تو خدا نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔"

Marfat.com

پیغمبر صلعم پر نازل شدہ آیات ان کے فقر و غنا کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ مقدس ہستی جو خود بغیر بستر کے چارپائی پر لیٹتی ہو جس سے ان کے جسم اطہر پر بان کے نشانات پڑ جاتے ہوں جس کے گھر کی کائنات ایک دو برتنوں اور ایک کپڑے سے زیادہ نہ ہو۔ جو اپنی بیوی کے کمرے سے محض اس لئے واپس چلا جائے کہ اس نے اپنی زیبائش کے لیے دیوار پر چھینٹ کا کپڑا لٹکایا ہوا تھا۔ جو اپنے ایک صحابی سے اس لئے ناراض ہو کہ اس نے اپنی رہائش کے لئے عالیشان مکان تعمیر کر لیا تھا۔ یہ کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی بیویاں سیم و زر کی خواہش کریں۔

ان آیات نے تمام ازدواج کو ایک ایسا سبق دیا کہ انھوں نے آئندہ اس قسم کی باتوں سے توبہ کر کے فقیرانہ زندگی پر قناعت کر لی۔

Marfat.com

سفرِ تبوک اور عام الوفود

ہجرت کا نواں سال اپنے دامن میں بہت سے اہم واقعات لئے ہوئے ہے، نہ صرف یہ کہ مکہ کی فتح نے عرب میں صنم پرستی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ دیویوں، آگ کے شعلوں ہبل کے پرستاروں کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ بلکہ اب اس انقلاب کی روشنی غیر ممالک میں بھی اپنی شعاعیں پھیلانے لگی۔ اسی سال دولت اسلامیہ وسیع طور پر قائم ہوئی حکومت مدینہ جو پہلے اپنے بچاؤ کے لئے بمشکل چند سو سپاہی مہیا کر سکتی تھی اب اتنی طاقت ور ہو رہی تھی کہ بازنطینی حکومت سے بھی ٹکر لے سکے۔

عرب سے وحشت، جہالت، خونریزی اور کفر کی گھٹا کھل رہی تھی۔ ملک کے مختلف حصوں سے وفود اظہار اطاعت کے لئے آنے لگے۔ اب سلطنت مدینہ کے والی کو جو بیک وقت ایک جرنیل، ایک حکمران، ایک نبی، ایک سیاست دان ایک قاضی، ایک ملت کا امام اور مزدور سبھی کچھ تھا۔ اتنی فرصت نہ ملی کہ

Marfat.com

وہ باہر سے آنے والے وفود کو اسلام سکھا سکیں کہ اسے اطلاع ملی قیصر روما جس نے کچھ عرصہ پہلے ایران کو شکست دی تھی اب فتح عرب کے خواب بھی دیکھ رہا ہے ۔ قیصر روما کو اطلاع دی گئی تھی کہ محمد صلعم وفات پا چکے ہیں ۔ اور عرب اس وقت قحط اور مصیبت میں مبتلا ہے ۔ اس بنا پر اس نے اپنے بعض جاگیرداروں کو حکم دے دیا کہ وہ عرب پر حملہ کی تیاری کریں ۔ اس کی نگاہوں میں عرب کو اتنی اہمیت حاصل نہ تھی جس کے لیے وہ خود لشکر لے کر ادھر آتا ۔ اس حملہ کی روک تھام کے لئے نہ صرف اہل مدینہ بلکہ ارد گرد کے تمام مسلمان قبائل کو دعوت جہاد دی گئی ۔ لڑائی عربوں کا محبوب پیشہ ہے ۔ اس کے باوجود ان میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ دنیا کی عظیم ترین قوت سے ٹکر لے سکیں ۔ چنانچہ اس خبر سے مسلمانوں میں اضطراب پھیل گیا ۔ قحط سال اور گرمی کا موسم تھا ۔ ان باتوں نے منافقین کو یہ موقع دیا کہ وہ مسلمانوں میں اور بھی بددلی پھیلائیں لیکن ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جیسے شرکائے کار کے ایثار نے ان تمام آفات اور خوف کو مٹا کر رکھ دیا ۔ بددل ہو کر گھروں میں بیٹھ جانے والے سنبھل گئے اور فوج جمع ہونی شروع ہو گئی ۔

آپؐ اپنی غیر موجودگی میں حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے منافقین نے جو مسلمانوں میں باہمی نفاق پھیلانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتے تھے ۔ کہنے لگے آنحضرت نے اپنے چچا زاد بھائی کو اس لئے مدینہ میں چھوڑا ہے کہ وہ خطرات سے محفوظ رہے ۔

میدان جنگ سے دور بیٹھے رہنا حضرت علیؓ کو بھی سخت ناپسند تھا ۔ اس لئے وہ فوراً مدینہ چھوڑ کر رستہ ہی میں فوج سے جا ملے ۔ اور آپ کو سارا واقعہ کہہ کر جنگ میں شمولیت کی اجازت چاہی ۔ مگر آپؐ اپنے فیصلہ پر قائم رہے ۔ اور فرمایا "علی تم واپس مدینہ جاؤ تم وہاں اسی حیثیت سے ہو جس حیثیت سے ہار

موسیٰ کے نزدیک تھا۔"

یہ اسباب کی طرف اشارہ تھا کہ مدینہ حضرت علیؓ کے سپرد کرنے کا مطلب نہ صرف شہر کی حفاظت تھا بلکہ اسلام سیکھنے کے لئے آنے والوں اور دیگر وفود کو دینِ حق سکھانا بھی تھا۔ حضرت علیؓ واپس مدینہ آ گئے۔ اور اسلامی لشکر سخت مصائب کے بعد تبوک پہنچ گیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ فی الحال اہل شام یا رومیوں کا حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ بیس دن تک وہاں قیام کیا۔ اور رمضان المبارک میں مسلمان مدینہ کو واپس لوٹے۔ آپؐ مدینہ پہنچے تو مختلف قبائل کے وفود آپؐ کی راہ تک رہے تھے۔ انہی میں نجران کے عیسائی، بنو کندہ، بنو تمیم، بنو اسد اور حمیرا کے بت پرست بھی تھے۔ طائف کے وہ سنگدل سردار بھی آئے جنہوں نے کبھی آپؐ سے بات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ایک سردار عروہ کو صرف اس بنا پر سنگسار کر دیا تھا کہ وہ نبی اکرمؐ کا اخلاق کریمانہ دیکھ کر توحید پر جھک گیا تھا۔ یہ لوگ اسلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر دلوں میں وہی بت پرستی کا جذبہ لئے قبولِ اطاعت کے لئے حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کرنے کی خواہش کی تو ساتھ ساتھ اپنے بتوں کے لئے بھی پناہ مانگی۔ دو سال، ایک سال، چھ ماہ اور بالآخر انہوں نے اصرار کیا کہ ان کی دیویوں اور دیوتاؤں کو کم از کم ایک ماہ کی مہلت ضرور دی جائے۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرتؐ فیصلہ کرنے کے بعد بدلا نہیں کرتے تھے۔ اور خاص کر دین کے معاملہ میں کوئی بات جو خلاف طبع ہو سننا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے ان کے سارے مطالبات رد کر دیئے گئے۔ اہل طائف نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم میں اتنی جرأت و طاقت نہیں کہ اپنے معبودوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ چہ جائے کہ ہم انہیں پیوندِ زمین کریں۔ اس قسم کے مطالبات اور بھی بعض لوگوں نے پیش کئے۔

Marfat.com

ان سے بہت سا مویشی۔ مثلاً سواری، مقدار میں، آوازات وذی الحجہ کے
بت توڑنے کے لئے مدینہ سے مسلمان بھیجے گئے۔ یہ بت عجیب تھا
کہ ایک عورت ایک پتھر انسان پتھر کے ٹکڑے کے سر پر ٹکڑا سے نکلا ہوا ہے اور
عورت کے ہاتھ میں مختلف گہنے ہیں۔ عورتیں سمجھتی ہیں۔ بچے سمجھے ہوئے ہیں کہ
یہ معجزہ ہے۔

وفود عرب کے ٹھہرانے کے لئے مسجد نبوی میں ایک جگہ مخصوص کر دی گئی۔ حاتم
طے کے خاندان کی نہایت فیاضی کے مشہور تھے۔ حضرت عدی نے عرب کی سرداری
میں ان وادی کا سردار اپنا ثبوت دیا۔ تو دیکھ کر کے باتیں کرنی کی سب پسند کی
ابھی وقت مسلمانوں نے قبیلے پر یورش کی اور قبیلے کے والد قید کر کے
آپ کے سامنے پیش کئے گئے۔ ان قیدیوں میں مشہور زمانہ فیاض حاتم طائی کی بیٹی
تھی۔ وہ آپ کے سامنے آئی اور کہا:

"یا رسول اللہ! میرا باپ وفات پا چکا ہے۔ میرا کوئی رشتہ دار آپ کے
خوف سے بھاگ گیا ہے۔ میں اپنا فدیہ ادا نہیں کر سکتی۔ میرا باپ قبیلے کا سردار
اور قیدیوں کو آزاد کرایا کرتا تھا۔ مہمانوں کی خاطر کرتا تھا۔ یتیموں اور بیواؤں کی
مدد کرتا تھا۔ مسافروں کو کھانا کھلاتا تھا۔ سائل کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہیں
جانے دیتا تھا۔ اس لئے آپ بھی میرے ساتھ رعایت کریں۔"

آپ نے یہ سن کر فرمایا:

"تمہارے باپ میں بے شبہ مومنوں کی سی صفات تھیں۔ اگر کسی بت پرست
کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت ہوتی تو میں یقیناً حاتم کے لئے خدا سے بخشش
کی دعا کرتا۔ بے شک تمہارا باپ نیک اور رحم دل تھا۔ خدا تعالیٰ رحم دلوں
سے محبت کرتا اور انہیں اجر عظیم دیتا ہے۔ اس لئے میں بھی تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

جاؤ تم اور تمہارا سارا قبیلہ اس شخص کی نیک صفات کے عوض آزاد کیا جاتا ہے"۔

بتوں کی راسخ محبت جو کفار کے دلوں میں گھر کر چکی تھی۔ یقیناً اپنے اثراتِ بد پھیلانے کا باعث بن سکتی تھی۔ یہ لوگ اب بھی اسباب کے متمنی تھے کہ کعبہ میں بدستور پہلے کی طرح بت رکھے ہوئے ہوں۔ تاکہ ان کے گرد جہالت کی رسوم کے مطابق ننگے ہو کر گھوما جائے۔ ان کے سامنے جانوروں کو ذبح کر کے خون ان کے قدموں میں بہایا جائے۔ اس لئے آئندہ کے لئے یہ فیصلہ قرار پایا کہ مشرکین کو کافرانہ عبادت کی بجا آوری سے ہمیشہ کے لئے روک دیا جائے۔ چنانچہ اس سال کے آخر میں حضرت علی نے حج کے موقعہ پر یہ اعلان کر دیا کہ کوئی بت پرست آئندہ کعبہ کا رخ نہ کرے کسی شخص کو برہنہ طواف کی اجازت نہ ہو گی۔ جن قبائل کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدے ہو چکے ہیں۔ ان پر ہم قائم ہیں۔ باقی لوگوں کو اب چار ماہ کی مہلت ہے اس کے بعد مسلمانوں پر ان کے اعمال کی کوئی ذمہ داری نہ ہو گی۔

Marfat.com

جمعۃ الوداع

تمام انبیائے کرام کی زندگی کا مطالعہ کیجئے کہ ان کی بعثت کا مقصد کیا تھا۔ آپ کو ان سب کی والہانہ جدوجہد میں ایک ہی مطمح نظر دکھائی دے گا۔ اور وہ ہے تہذیب و تمدن کی تعمیر اور ظلم کا خاتمہ کر کے حکومت الٰہیہ کا قیام۔

حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تمام تر جدوجہد اسی مقصد کے لئے تھی۔

مصلحین قوم سقراط، کرشن جی اور مہاتما بدھ کی کوشش بھی اسی خاطر تھی کہ عوام کے ذہن بیداریوں اور ان پر سے ایسے پجاریوں اور دیوتاؤں کی حکومت ختم ہو جائے جو بتوں کی قربان گاہ پر خوبصورت اور نوخیز جوانوں اور کنواریوں کا خون بہتا دیکھنا پسند کرتے تھے۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد عرب کے بکھرے ہوئے شیرازے کو اکٹھا کر کے انھیں

Marfat.com

لات و عزیٰ کی عبودیت سے رہائی دلا کر ایک خدا کے سامنے جھکاتا تھا۔ انہیں تہذیب کا سبق دینا تھا۔ اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے کو آپس میں دوست بنانا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ تمام پیغامبران حق کا پیام ایک ہی تھا۔ گو زمانہ اور ملک کے رسم و رواج کے تقاضے کے مطابق ان کی فروعات میں تھوڑا بہت فرق موجود تھا۔

بانیان مذاہب کا کام اصلاح و اخلاق کی ناسیس رکھنا ہے۔ یکدم نہ اصلاح ممکن ہے۔ اور نہ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ یہ بنیاد پیار و محبت سے رکھی جاسکتی ہے۔ تلوار اور سختی اسسبات میں قطعاً ناکام ہیں۔

شام میں عیسائیوں کے حوالے اور ان کا ظلم و ستم۔ انگلستان میں پراٹسٹنٹوں اور رومن کیتھولکوں کی لڑائیاں یہودیوں کے مظالم کسی پر بھی اثر انداز نہیں ہو سکے

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے کام کا آغاز پیار و محبت سے کیا۔ آپ کی طویل جد و جہد آخر کار وہ پھل لائی جو کسی بانی مذہب کو نصیب نہیں ہوئی۔ آپؐ نے اپنے تیئیس سالہ زمانہ نبوت میں نہ صرف عرب کے معبودان باطل کا آہنی سر پاش پاش کیا بلکہ عرب کے سرکش، اکھڑ اور مغرور جاہ پسند رئیسوں کو عجز و عاجزی۔ بندگی اور خاکساری کا سبق بھی دیا۔

آپس میں پانی کے چند گھونٹ کے عوض لڑ مرنے والے اب دوسرے بھائی کے لئے جان کی قربانی دینے کو تیار تھے۔ چند بکریوں اور اونٹوں کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت سمجھنے والے اب اس بات پر فخر کر رہے تھے کہ گو وہ خالی ہاتھ ہیں لیکن کے ہادئ اعظمؐ ان کے ہمراہ ہیں۔

اپنے سے کمتر درجہ والے لوگوں سے لڑنا بھی معیوب سمجھنے والے قریشی اب اس بات کے متمنی تھے کہ حبشہ کا سیاہ فام حبشی غلام ان کی بیٹی کو بطور بیوی قبول کرے۔

سرداری اور امارت کو اپنا حق سمجھنے والے اب ایک غلام کے بیٹے اسامہ کی

Marfat.com

ماتحتی میں بڑے خوش تھے ۔

کاہنوں ۔ دیوی ، دیوتاؤں اور بتوں سے ڈرنے والے اب اتنے خوددار ہو چکے تھے کہ وہ ایک ہی واحد و قہار ہستی کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکتے تھے ۔

شراب کو شیرِ مادر سمجھ کر پینے والے اب اپنے بیٹوں کو بھی اس جرم کی سزا دے رہے تھے ۔

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا ۔ تہذیب میں انقلاب ، رسم و رواج میں انقلاب ، عقیدوں میں انقلاب ، عادات اور طرزِ رہائش میں انقلاب ، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں مکمل تبدیلی آچکی تھی ۔ وہ تبدیلی جو نہ صرف عرب میں ہوئی بلکہ اس نے ساری دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ۔ تاریخ عالم میں یہ ایک واحد مثال ہے کہ ایسا ملک جہاں تہذیب کی پہلی کرن بھی نہ چمکی تھی ۔ یکایک اتنا روشن ہو گیا کہ آج تک اقوام عالم کی رہنمائی کر رہا ہے تاریخ کا یہ انقلاب اور عدیم النظیر واقعہ انقلاب کے بانی کی حکمت و دانش کا نمایاں ثبوت ہے

اس ساری بیداری کا منبع وہی ذات گرامی تھی جس نے غریبانہ زندگی بسر کی ۔ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں دن گذارے ۔ انقلاب برپا کرنے والے لوگ ہمیشہ غریب رہے اور درویشانہ زندگی گذارتے رہے ۔ محلوں میں رہنے والوں نے کبھی کوئی انقلاب پیدا نہیں کیا ۔ غربت اور مصائب ، رنج و غم اور سوز و گداز کی مٹی ہی دل کے کشت ویران کو وہ گلزار بناتی ہے جس سے روح افزا اور معطر ہوائیں چار دانگ پھیلتی ہیں ۔ ایسے دل سے امن و آشتی کے وہ چشمے پھوٹتے ہیں ۔ جو دنیا کو تر و تازہ اور شاداب رکھتے ہیں ۔ اسی چشمہ نے اب عرب کے ریگزار کو ایک ایسے گلشن میں تبدیل کر دیا تھا جس کی خوشبو آج تک دنیا کے کونے کونے میں مہک رہی ہے ۔

آپ کی زندگی کی صداقت اور ذوق یقین کی وجہ سے اپنے مفوضہ کام کی انجام دہی کی بہترین مثال ہے ۔ آپ نے خوابیدہ لوگوں میں عمل کی روح پھونک دی ۔ آپ

Marfat.com

متخاصم قبائل کو متحد کر کے ایک قوم بنا دیا۔ اور ابدی زندگی کی امیدیں پیدا کر دیں۔ آپؐ نے روشنی کی منتشر کرنوں کو جو ہمیشہ سے انسان کے دل پر منعکس ہوتی چلی آئی تھیں مرکوز کر دیا۔ آپؐ نے اس کام کو اس جوش سے سرانجام دیا کہ کوئی ناجائز مصالحت قبول نہ کی۔ کسی رکاوٹ کو محسوس نہ کیا۔ ایسی جوانمردانہ ہمت سے کام لیا۔ جو کسی مزاحمت کو خاطر میں نہ لاتی۔ خطرناک نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آپؐ نے اپنے مقصد کے حصول میں اپنی ذات تک کو بھلا دیا۔

صحرا کے اس گوشہ نشین اور امی فلسفی نے جو ایک جاہل بت پرست قوم میں پیدا ہوا۔ ان قوموں کے دلوں پر، جنھوں نے ایک دفعہ اس کی آواز سنی، خدا کی وحدانیت اور انسانی مساوات کا ایسا نقش بٹھا دیا جو مٹائے نہیں مٹ سکتا تھا۔ اس کی جمہوریت نواز گرج نے پروہتوں اور حکمرانوں کے ظلم و ستم کے خلاف عقل انسانی کو بیدار کر دیا۔ متخاصم مذاہب اور ظالمانہ عقائد کے اس زمانے میں جب کہ انسان کی روح بعید الفہم عقائد کے بوجھ تلے دبی جا رہی تھی۔ اس نے ذات پات اور امتیازی غرور کی تمام زنجیروں کو توڑ دیا۔ اس نے ان تمام عنکبوتی جالوں کو جو انسان اور خدا کے درمیان تانے گئے تھے ایک پھونک سے اڑا دیا۔ اس نے خالق کے ساتھ مخلوق کے تعلقات براہ راست قائم کر دیئے۔ اس نبی امی نے جس کا پیغام اقوام عالم کے نام تھا۔ علم و دانش کی قدر و قیمت بتائی۔

آپؐ کا عقل و دماغ کو کام میں لانے پر اصرار۔ آپؐ کا معجزات دکھانے سے انکار۔ خدائی حکومت کے متعلق آپؐ کا جمہوری تصور۔ آپؐ کے مذہبی خیالات کی عمومیت آپؐ کی سادہ شریعت اور آپؐ کا مکمل ضابطہ حیات آپؐ کو اپنے پیشرو پیغمبروں سے ممتاز کر رہا ہے۔ آپؐ کی تمام باتیں عصر جدید سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپؐ کی زندگی اور آپؐ کے کام اسرار و رموز میں لپٹے ہوئے نہیں۔ اور نہ ہی کوئی آپؐ نے ناقابل

Marfat.com

فہم تعلیم دی۔

اہل عرب کے اسلام لانے کے بعد آپؐ نے محسوس کیا کہ آپؐ کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اس وقت آپؐ کو اپنا انجام قریب نظر آنے لگا۔ اور آپؐ نے آخری حج کا ارادہ کیا۔ ۲۳ رفروری ۶۳۲ء بمطابق ۲۵ ذلیقعدہ ۱۰ھ میں رسول اللہؐ نے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان جماعت کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا۔ مکہ پہنچ کر مناسک حج ادا کرنے سے قبل ۸ ذی الحجہ کو آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو ابدالآباد تک تاریخ عالم اپنے قرطاس پر اور مسلمان اپنے دلوں میں محفوظ رکھیں گے۔ یہ فرمان حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع

"لوگو! میری بات سنو۔ معلوم نہیں کہ میں اور تم پھر کبھی اس جگہ اکٹھے ہوں یا نہیں لیکن تم یہ یاد رکھو کہ آج کے دن جاہلیت کے سارے دستور میں اپنے پاؤں کے نیچے کچلتا ہوں۔

ہاں لوگو! بے شک ہم سب کا رب ایک ہے۔ اور بلا شبہ سب کا باپ ایک ہے۔ اس لئے عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر۔ سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضلیت نہیں۔ ہاں تقوٰی ہی سے آدمی ممتاز ہو سکتا ہے۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے میں تمہارے غلاموں کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو بھی کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ اگر ان سے کوئی ایسا قصور سرزد ہو جائے جو تم معاف نہ کر سکو تو تم انھیں علیحدہ کر دو کیونکہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں۔

آج میں زمانۂ جاہلیت کے تمام انتقام باطل کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا خون معاف کرتا ہوں۔ اسی طرح تمام سود بھی آج سے

دیئے جاتے ہیں۔ اور سب سے پہلے میں وہ سود باطل کرتا ہوں جو میرے خاندان (عباس) نے لینا ہے۔

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا حق عورتوں پر اور عورتوں کا حق (تم) پر ہے۔ تم پر ایک دوسرے کا مال، خون، عزت و حرمت اسی طرح حرام ہیں (جس) طرح اس مہینہ اور اس جگہ میں فتنہ و فساد کرنا ممنوع۔

خدا نے ہر حق دار کو از روئے وراثت اس کا حق دے دیا۔ اب کسی کو وارث (کے) حق میں وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زناکار (کے) لیئے پتھر ہے اور اس کا حساب خدا کے ذمہ۔ جو اولاد اپنے باپ کے علاوہ (کس)ی اور کے نسب سے ہونے کا دعوی کرے۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ عورت (ا)پنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔ مزید حکم دیکھیئے (ش)ریعت پر کاربند رہنے کے لئے میں اللہ کی کتاب تم میں چھوڑ رہا ہوں۔ مذہب (م)یں غلو اور مبالغہ سے بچو۔ کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں۔ میرے (بع)د گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کے دشمن بن کر آپس میں لڑنے لگو۔

تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔ اور تمہارے اعمال کی بازپرس (ک)ی جائے گی۔ مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار آپ ہے۔ بیٹا باپ کے جرم کا اور باپ (ب)یٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔ اگر کوئی حبشی انسان بھی تمہارا امیر ہو اور تمہیں (ا)سی کی طرف بلائے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ آخر میں پھر یہ (ک)ہتا ہوں کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ ایک ماہ کے روزے رکھو۔ اور میرے احکام کی اطاعت کرو۔ خدا کی جنت میں داخل (ہ)ونے کا یہی راستہ ہے۔

اے لوگو! تم میں جو حاضر ہیں وہ ان باتوں کو یاد رکھیں۔ اور

Marfat.com

جو حاضر نہیں ان تک پہنچا دیں ۔"
یہ خطبہ جس میں کوئی شاعرانہ نکتہ آفرینی، کوئی فلسفیانہ موشگافی
کوئی پیچیدگی نہ تھی۔ عقلمند کے لئے عملی تعلیم کا سرمایہ ہے اور ہر انسانی
کے لئے ایک قطعی اور مکمل لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔ خطبہ ختم ہونے پر آپ
کا ذوق وشوق دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔
"تم گواہ رہنا کہ میں نے خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔"
سب نے کہا بے شک آپ نے اپنا کام پورا کر دیا۔
اسکے بعد حج کے فرائض ادا کئے۔ واپس مدینہ تشریف لائے۔ شہر میں
ہونے سے قبل فرمایا :
"خدا بزرگ و برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی اس
کا شریک نہیں۔ بس اسی کی سلطنت ہے۔ اسی کے لئے مدح
وستائش ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے۔ ہم توبہ کرتے ہوئے
اس کی عبادت کرتے ہوئے، فرمانبردارانہ اس کی حمد و تسبیح کرتے
ہوئے واپس آرہے ہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اپنے
بندے کی امداد کی اور تمام قبائل کو شکست دی۔"

آغوشِ لحد

مدینہ میں آکر آپؐ نے مسلمان نوآبادیوں کو دوبارہ منظم کیا۔ مختلف قبائل اور صوبجات میں اسلام سکھانے، عدالت کرنے اور زکواۃ وصول کرنے کے لئے حاکم بھیجے گئے۔ ان لوگوں کو روانہ فرماتے وقت آپؐ نے ہدایت کی کہ اگر کسی بات کا حوالہ قرآن سے نہ ملے تو اپنی عقل سے کام لینا۔ جب لوگ انصاف کے لئے آئیں تو جب تک فریقین کی بات نہ سن لو، فیصلہ نہ کرنا۔

نبوت کا یہ دبدبہ و جلال دیکھ کر بہت سے کاذب مدعی نبوت بھی پیدا ہو گئے۔ انھوں نے نبوت کو حکومت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا۔ اور یہ رسم کچھ ایسی چلی کہ آج تک بند نہیں ہو سکی۔ زمانہ خود ایسے انسانوں کی تکذیب کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کا مافی الضمیر مندرجہ ذیل خط سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو ایک کاذب مدعی نبوت مسلیمہ نے آنحضرتؐ کو لکھا۔

Marfat.com

"خدا کے رسول مسلیمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمدؐ پر سلام ہو۔
میں تمہارا حصہ دار ہوں۔ حکومت ہم دونوں کو تقسیم کر لینی چاہیئے
نصف مملکت میری ہو اور نصف قریش کی۔ لیکن قریش ہر چیز کو دبا
لیتے ہیں۔ اور انصاف نہیں کرتے۔"

آپؐ نے یہ جواب لکھا:

"خدا کے نام سے جو رحیم و رحمٰن ہے۔ محمد الرسول اللہ کی طرف سے مسلیمہ کذاب
کے نام:

سلام ہو ان پر جو راہ مستقیم اختیار کرتے ہیں۔ زمین خدا کی
ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ فلاح
صرف متقی ہی پائیں گے۔"

بازنطینیوں نے پہلے آپؐ کے سفیر کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد جنگ موتہ میں اسلام کے کئی نامی گرامی آدمی مارے گئے۔ اس جنگ کا انتقام لینے کے لئے آپؐ نے اسامہ بن زید کے ماتحت ایک فوج تیار کی۔ اس فوج نے ابھی مدینہ سے کوچ نہیں کیا تھا کہ آپؐ ایک رات جنت البقیع میں دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپؐ کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی۔ پانچ دن تک آپؐ کی طبیعت ناساز رہی۔ اس کے بعد مرض میں شدت ہو گئی۔ تپ کی حرارت بڑھ گئی، کمزوری اور ناتوانی رہنے لگی۔ اس کے باوجود آپؐ مسجد میں تین دن تک نماز کے لئے تشریف لاتے رہے۔ جب کمزوری زیادہ بڑھ گئی۔ تب ابوبکر صدیقؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اگلے دن طبیعت کچھ سنبھلی تو آپؐ مسجد میں تشریف لائے۔ چہرۂ اقدس پر ایک دلآویز تبسم کھیل رہا تھا۔ حمد و ثنا کے بعد آپؐ نے فرمایا۔

"مسلمانو! اگر میں نے کسی پر ظلم کیا ہے۔ تو اس کے قصاص کے لئے

Marfat.com

تیار ہوں۔ اگر کسی کا مجھے کچھ دینا ہے تو جو کچھ میرے پاس ہے وہ
تمہارا ہے۔"

ایک شخص اٹھا اور تین درہموں کا مطالبہ کیا۔ جو آپؐ کے ارشاد پر اس نے کسی غریب کو دیئے تھے۔ یہ فوراً ادا کر دیئے گئے۔ اس کے بعد سب کے لئے دعا فرما کر انھیں نیکی کی تلقین کی اور قرآن کے ان الفاظ پر جن کا ترجمہ ذیل میں ہے۔ آپؐ نے اپنی تقریر ختم فرمائی۔

"آخرت کے گھر کو ہم نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے
جو دنیا میں تکبر نہیں کرتے۔ اور نہ فساد کرتے ہیں۔ اور عقبیٰ
کی جزا صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔"

آپؐ واپس حجرہ میں تشریف لے گئے اور پھر آپ کسی سے نہ مل سکے۔

۱۲ ربیع الاوّل کو فجر کے وقت آپؐ نے آخری دفعہ حجرہ کا پردہ سرکایا اور لوگوں کو نماز میں مشغول پا کر تبسم فرمایا۔ لوگوں نے دیکھا تو سمجھا کہ آپؐ مسجد میں آنا چاہتے ہیں ابوبکرؓ جو امامت کرا رہے تھے۔ پیچھے ہٹ جانا چاہا۔ تو آپؐ نے اشارہ سے روکا۔ اور حجرہ کے دروازہ پر پردہ چھوڑ دیا۔ یہ آپؐ کی مقدس زندگی کے آخری لمحات تھے۔ دوپہر کے وقت دنیا کا یہ عظیم الشان مدبر، بے مثال فاتح، عدیم النظیر مذہبی رہنما۔ اور امام الرسل، خدا کا پیغمبر اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ روح رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔

جسدِ عنصری ان فدائیوں کے سامنے خاموش پڑا تھا۔ جن پر غم واندوہ کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ مدینہ پر شامِ غم کا اندھیرا چھا گیا۔ دو اندھیرا جس میں کئی انسان بھٹک گئے۔

Marfat.com

اخلاقِ صاحبُ القرآن

قرآن حکیم نے دو باتوں کو بار بار دہرا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور یہی دو باتیں اس نے باعث نجات قرار دیں۔

اوّل اقرارِ توحید۔

دوم۔ قوموں کا اجتماعی نصب العین اور انفرادی اخلاق۔

انہی دو باتوں کی اہمیت واضح کرنے کے لئے قوم نوح۔ قوم لوط۔ عاد۔ ثمود کے قصے بار بار بیان کئے گئے ہیں۔ اور دنیا کے سامنے درسِ عبرت پیش کیا گیا۔ اور انھیں یہ بتایا گیا کہ اخلاقی پستی ہی گذشتہ قوموں کی تباہی کا باعث بنی اور اخلاق کی بلندی ہی تمہیں زمین میں جہانگیر، جہاں بان اور جہاں آرا بنا سکتی ہے۔ تمام انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد قوم میں عقیدہ توحید پیدا کر کے اسے خوددار، آزاد اور صاحب اخلاق بنانا تھا۔ انھوں نے اپنی اپنی قوم کے سامنے انسانی زندگی کا ایک مقصد

کر کے اسے اس طرف لانے کی کوشش کی ۔ مگر جن قوموں نے اس مقصد کو نہ سمجھا۔ اپنے اخلاق کو بلند نہ کیا ۔ وحدت کردار اور وحدت تخیل کی ضرورت محسوس نہ کی وہ مٹ گئیں ۔

نزول قرآن کے بعد کی تاریخ بھی اس بات پر گواہ ہے کہ ہر وہ قوم جو اپنا اخلاق، کردار اور نصب العین کھو کر بد اخلاقی بدکرداری، ذہنی عیاشی اور ذہنی کش مکش میں مبتلا ہو گئی، وہ ختم ہو کر رہ گئی ۔ اور اس کی جگہ اس قوم نے لے لی جس میں پہلی کی نسبت زیادہ خوبیاں تھیں جس قوم کے سامنے کوئی بلند منزل ہوتی ہے وہ راستہ گم کئے بغیر منزل کی طرف بڑھتی رہتی ہے ۔ اپنی اس منزل تک پہنچنے کے لئے اخلاق ہی کو قرآن نے زاد راہ قرار دیا ہے ۔ صالح کردار اور بلند اخلاق ہی ہمیں اس مقصد تک لے جا سکتا ہے ۔ اگر ہم میں اخلاق نہیں تو ہم کبھی بھی سر بلند نہ ہو سکیں گے ۔

اس اخلاق حسنہ کا نمونہ ذات نبوی نے خود پیش کر کے ایک قلیل مدت میں عرب میں وہ مشعل روشن کی جس کی روشنی کی چمک کو آج یورپ و امریکہ کی ساری حیا ثوں کے دھوئیں بھی نہیں چھپا سکے ۔ اسی اخلاق نے آپؐ کے دشمنوں کو آپؐ کا جاں نثار بنا دیا ۔ اسی اخلاق نے اسلام پھیلایا ۔ اسی اخلاق کے چھوڑ دینے سے ہم نے سب کچھ کھو دیا ۔

اخلاق کی تکمیل ہی بعثت نبوی کا مقصد تھا ۔

آپؐ کے اخلاق کا مطالعہ ہی رسول اللہ کی صحیح تصویر کی پہچان ہو گی ۔ اسی کے مطالعہ سے ہم آپؐ کے مشن کا مقصد سمجھ سکتے ہیں ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی احکام اسلام کا عملی نمونہ تھی ۔ اس لئے آپؐ کے اخلاق کا نقشہ دیکھنے سے قبل قرآن کی چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ کریں ۔ تاکہ آپ کو صاحب القرآن کی سیرت کے سمجھنے میں آسانی ہو ۔

چند آیات کا ترجمہ

ایمان دار لوگ ہی نجات پائیں گے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں عاجزی کرتے زکوٰۃ دیتے اور اپنی شرمگاہوں

Marfat.com

کی حفاظت کرتے ہیں اس کے علاوہ وہ لغو باتوں سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔

"اصل نیکی یہ ہے کہ اللہ، آخرت، ملائکہ، کتاب الٰہی اور پیغمبروں پر ایمان لا کر اپنا مال، اپنے رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، مسافروں اور حاجت مندوں پر خرچ کیا جائے۔ قیدیوں اور غلاموں کو آزاد کرایا جائے۔ خدا کی عبادت کی جائے، زکوٰۃ دی جائے۔ اپنے قول و پیمان کو پورا کیا جائے۔ مصیبت اور تنگی میں ثابت قدم رہا جائے لڑائی کے موقع پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔"

"صبر کرنے والے سچ بولنے والے، خدا کے فرمانبردار اور اس راہ میں خرچ کرنے والے ہی اس کے دوست ہیں۔"

"خدا کے بندے زمین پر عاجزی سے چلتے اور جاہلوں کو سلام کر کے گذر جاتے ہیں۔"

"خدا کے نیک بندے کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے۔ نہ بدکاری کرتے ہیں۔ نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں اور نہ بے ہودہ کاموں کے نزدیک جاتے ہیں۔"

"خدا کے بہترین بندے وہ ہیں جو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان کے لئے ایثار کرتے ہیں۔"

"اگر تیرا کوئی دشمن بھی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اس کو امن کی جگہ لے جاوے یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگ نا سمجھ ہیں۔"

"اے میرے گناہگار بندو! خدا کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا۔ حق سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔"

Marfat.com

وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

خدا ایمان والوں کا دوست ہے۔

خدا اچھے کام کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

خدا ان لوگوں سے پیار کرتا ہے جو گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں۔

خدا انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

خدا پاک وصاف رہنے والوں کو عزیز رکھتا ہے۔

خدا برائی سے بچنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

خدا حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

شیخی خوروں اور مغروروں سے خدا نفرت کرتا ہے۔

خیانت کرنے والوں اور گنہگاروں کو خدا کبھی پیار نہیں کرتا۔

ناشکر گذار آدمی خدا کی نگاہ میں برا ہے۔

فسادی خدا کو اچھے نہیں لگتے۔

فضول خرچ لوگوں کو خدا پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

مغرور خدا کی نگاہوں میں محبوب نہیں بن سکتا۔

ظالموں سے خدا نفرت کرتا ہے۔

زیادہ قسمیں کھانے والا انسان ذلیل ہے۔ اس کی بات کا یقین نہ کرو۔

لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے چغلی کھانے والے۔ برائی کی طرف بلانے والے یہ سب تیرے دشمن ہیں۔ ان کی صحبت سے بچو اور ان کا کہا مت مانو۔

غریب ومسکین کو کھانا نہ کھلانے والا دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

وہ شخص جو مال جمع کرتا ہے اور خلق خدا کو اس سے فائدہ اٹھانے سے روکتا ہے۔ اس کے منہ کو دوزخ کی آگ جلائے گی جس سے وہ ہرگز نہ بچ سکے گا۔

Marfat.com

وہ لوگ جو اپنی بات کے پکے اور امانت دار ہیں وہ جنت میں جائیں گے۔

مسلمانو! تم بہترین امت ہو۔ تمہاری زندگی کا مقصد دنیا کی بھلائی کرنا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ نیکیاں پھیلاؤ اور برائیاں دور کرو۔

اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کرو۔

دولت تمہیں متکبر نہ بنا دے۔

سائل کے ساتھ حقارت سے پیش نہ آؤ۔

یتیم کو جھڑکو نہیں۔

پاک وصاف رہو۔

اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو۔

گفتگو احسن طریقہ سے کرو۔

بے حیائی کے نزدیک نہ جاؤ۔

اپنا وقت لہو ولعب میں ضائع نہ کرو۔

بلند آواز سے مت بولو۔

کسی کی غیبت نہ کرو۔

کسی کی عیب جوئی نہ کرو۔

بلا اجازت کسی کے گھر میں مت داخل ہو۔

عدل وانصاف پر قائم رہو۔

ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

اپنے وعدوں کو پورا کرو۔

علم حاصل کرو۔

تخلیق عالم میں غور وفکر کرو۔

Marfat.com

اپنا قرض باقاعدگی سے ادا کرو۔

بے کسوں کی دست گیری کرو۔

فضول کاموں سے دور رہو۔

جب لوگ بے ہودہ باتیں کریں تو ان کے پاس نہ ٹھہرو۔

تم کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔

ثابت قدم رہو۔

نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ لیکن گناہ اور زیادتی میں ایکدوسرے کے مددگار نہ بنو۔

سچے آدمی کا ساتھ دو۔

شیطان تم کو محتاجی کا خیال دلا کر بخشش سے باز رکھتا ہے۔

بخل سے کام نہ لو۔

تمام زمین و آسمان کا مالک خدا ہے۔

وہ لوگ جو اپنے وعدے کے پورے ہیں۔ جو خائن نہیں۔ وہ مومن ہیں۔

انصاف کی حمایت کرو۔

حاکم کو انصاف سے پھیرنے کے لئے رشوت مت دو۔

ظالم کا مقابلہ کرو۔

اگر دو مسلمان گروہ یا فرقے لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔

جس طرح اللہ تم پر احسان کرتا ہے اسی طرح تم بھی کرو۔

بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔ کیونکہ نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔

اپنے اہل و عیال کی اچھی تربیت کر کے انھیں گمراہی اور دوزخ سے بچاؤ۔

تم کسی پر ظلم نہ کرو۔ تم پر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

"اے ایمان والو! اصل سے دوگنا چوگنا سود مت کھاؤ۔ خدا سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اس آگ سے بچ جاؤ جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

معاف کرنے کی عادت ڈالو۔ نیکی کی بات کہو۔ نادان سے درگذر کرو۔ اگر شیطان تمہیں ابھارے تو خدا کی پناہ پکڑو۔

زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ کیونکہ تمہاری اس اکڑ اور کبر و غرور سے نہ زمین پھٹ جائے گی اور نہ اس طرح تم پہاڑوں کی سی قوت اور استقامت حاصل کر سکتے ہو۔ پس تم اس پر لوگوں سے بے رخی نہ کرو۔ ہم نے انسانوں کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ ان کی برادریاں اور ذاتیں محض جان پہچان کے لئے ہیں۔ نہ کہ فخر و غرور کیلئے۔

جو شخص احسان جتا کر یا سائل کو طعن دے کر خیرات کرتا ہے اس کی خیرات اکارت جاتی ہے۔ اور جو دکھاوے کے لئے کوئی کام کرتا ہے اس کا کام بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

وہ لوگ جو بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور غصہ کے وقت معاف کر دیتے ہیں۔ وہ نجات پانے والے ہیں۔ خدا ان مردوں اور عورتوں پر رحم و کرم کرے گا۔ جو سچ بولنے والے، صبر کرنے والے۔ عاجزی کرنے والے، فیاض، روزہ رکھنے والے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہ سب اجر عظیم کے مستحق جب تک تم اپنے محبوب مال کو راہ خدا میں خرچ نہ کرو۔ تم نیکی کو نہیں پا سکتے۔

صرف اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

نیک بات کی سفارش کرنے والا اس بات کے ثواب میں اور بری بات کی سفارش کرنے والا اس کے عذاب میں حصہ دار ہے۔

اگر قرض دار تنگ دست ہے تو اس کو اس وقت تک مہلت دو جب تک اس کو کشائش ہو۔ اور بالکل معاف کر دینا تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

Marfat.com

اگر کسی کو سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو دی گئی ہے ۔ اگر صبر کر لو تو یہ بات صبر کرنے والوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے ۔

بے شک خدا عدل و احسان کا حکم دیتا ہے ۔

جن معبودوں کو مشرک پُوجتے ہیں ان کی توہین نہ کرو تاکہ وہ نادانستہ طور پر اللہ کے حضور گستاخی نہ کر بیٹھیں ۔

معاف کرنے کی عادت ڈالو ۔

وہ لوگ جو غصہ کو پی جاتے ہیں ۔ اور دوسروں کو معاف کرتے ہیں اللہ ان کو پیار کرتا ہے ۔

مندرجہ بالا احکام قرآن جو مسلمانوں کے لئے نازل کئے گئے جن کا عملی نمونہ خود رسول اکرم تھے ۔ ہمیں رسول اللہ کی سیرت کے متعلق بہت کچھ بتاتے ہیں ۔ کفار مکہ نے آپ کی سخت مخالفت اس وجہ سے کی تھی کہ آپ کفار کے اخلاق ذمیمہ کو بُرا سمجھتے تھے ۔ ورنہ آپ نے حاتم طائی کی جو بُت پرست تھا اتنی قدر فرمائی تھی کہ اس کے نام کے صدقے میں اس کا سارا قبیلہ آزاد فرما دیا تھا ۔ ہادیٔ عرب مکر و فریب دغا و دجل ۔ عیاری و مکاری ۔ کذب و غیبت ، زنا و بے حیائی ۔ سنگ دلی و سفاکی ڈاکہ و چوری ، جہالت و بے ایمانی کو نہ صرف قوم کے لئے بلکہ ساری انسانیت کیلئے سم قاتل خیال فرماتے تھے ۔ یہی وہ برائیاں ہیں ۔ جو ہر قوم کو دنیا میں ذلیل و خوار کر کے اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیتی ہیں ۔ انہی برائیوں کی بدولت تہذیب و تمدن کی ترقی رک جاتی ہے ۔ ارتقا کی منزل آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے ۔ علم و امن کے چشمے سوکھ جاتے ہیں ۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ۔

"مَیں اخلاق کی تکمیل کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں "

آپ نے ہر حیثیت سے بلحاظ ایک انسان ، دوست ، خاوند ، باپ ، پڑوسی

Marfat.com

حاکم، جرنیل، رہنما، تاجر اور آقا کے اپنا اخلاق دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ کی ذات میں تمام وہ صفات حسنہ موجود تھیں جنھوں نے آپ کو انسان اکمل بنا دیا تھا۔ آپ نے نہ صرف فرد واحد کے لئے بلکہ قوموں کے لئے اجتماعی کردار کا نمونہ بھی پیش کیا اور آپ کے اسی اخلاق کا مطالعہ ہمارے لئے اس حقیقت کے سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ آپ کی زندگی کا مقصد دنیا میں امن، انصاف اور تمدن قائم کرکے ساری دنیا کو پیام محبت دینا اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایک نئی راہ پر چلانا تھا۔

جسم انسانی میں دو عضو ایسے ہیں جن کو انسان کے اعمال و افعال کے صدور کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ آدمی کی ہر حرکت، ہر اشارہ اور ہر کام ان کی اجازت سے ہوتا ہے یہ دو اعضا دل اور دماغ ہیں۔ دماغ کا تعلق سوچ بچار کرنے، کسی معاملے کی اچھائی برائی پرکھنے اور عقل و تدبیر کے ساتھ ہے۔ دل جذبات کا سرچشمہ ہے۔ جس طرح جذبات کی فراوانی اور کمی کسی آدمی کو مکمل یا ناقص بنا سکتی ہے اسی طرح عقل کی کمی بیشی بھی انسان کو وحشی و مہذب بناتی ہے۔ معاشرے کا قانون، شرعی حدود اور تمام قسم کے اصول و ضوابط دماغ کے پیش کردہ ہیں۔ ان کے ساتھ دل کا کوئی تعلق نہیں دماغ اور اس کا بنایا ہوا قانون ہمیں مقررہ حدود کے اندر رہ کر ہمیں امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن وہ ہمیں اخلاق کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔ کوئی قانون ہم سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ ہم کسی قرض کو معاف کر دیں۔ سائل کو کچھ خیرات دیں۔ کسی سے ترشروئی یا سرد مہری سے پیش نہ آئیں۔ پرائے مال کی طرف نیت بد سے نہ دیکھیں۔ یا راہ بھٹکے کو راستہ بتائیں۔ قانون ہمیں انسانیت سکھاتا ہے لیکن دل ہمیں ایسے امور کی طرف مائل کرتا ہے جن کو اخلاق حسنہ اور صفات ستودہ کہا جاتا ہے مجرد قانون کی پابندی آدمی کو خشک اور بے لحاظ بنا دیتی ہے۔ یہودیوں کی روائتی سنگدلی کی وجہ سے ان کے مذہب میں ہر چھوٹی بات کے لئے پابندی ہے۔ اسی قانون

ہندوؤں کا اچھوتوں کے ساتھ شرمناک سلوک روا رکھا ۔ دل و دماغ میں سے کسی ایک کا غالب آجانا بھی آدمی کے لئے تباہی کا باعث بنتا ہے ۔ بانیٔ اسلام نے اس نکتہ کو سمجھتے ہوئے دونوں کو مساوی درجہ دیا ۔ جہاں قانون پیش کیا وہاں شارع اسلام نے اپنی زندگی کے عملی نمونہ سے ایسی تمام باتیں بھی پیش کیں جن کا تقاضا قلب سلیم کرتا ہے

گناہ یا جرم کی پہچان کے لئے دل و دماغ اور ضمیر ہی کافی نہیں ۔ بلکہ اس کے لئے ایک قوت قدسی ۔ ایک مافوق الانسانی وجدان اور ایک اعلیٰ ترین ذہن کی بھی ضرورت ہے ۔ کیونکہ دل و دماغ اور ضمیر کی قوتوں کا نمو پانا بہت حد تک تربیت اور ماحول پر منحصر ہے ۔

آدم خور قوموں میں مرتے ہوئے انسان کو ذبح کر کے کھا جانا ان کے نزدیک عین ثواب ہے ۔ کیوں کہ آدم خور قوموں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو انسان طبعی موت مر جائے وہ جنت میں نہیں جائے گا ۔ وہ اسے ذبح کر کے اس لئے کھا جاتے ہیں کہ مرنے والے کی نجات ہو جائے ۔ حالانکہ ان کا یہ فعل ہر مہذب انسان کے لئے ایک قابل نفرت جرم ہے ۔ مغرب میں اپنی محبوبہ سے اختلاط کو اگرچہ قابل مواخذہ نہیں سمجھا جاتا ۔ مگر اہل مشرق اسے ناقابل معافی جرم سمجھتے ہیں ۔ مغرب میں اس برائی کو برائی نہ سمجھنے کی وجہ وہاں کا ماحول فسق و فجور ہے ۔ اسی ماحول و تربیت کے اثر بد اور خیالات فاسد کو انسان سے دور رکھنے کے لئے انبیاء کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور حقیقتاً اگر ایسے انسان عالم ظہور میں نہ آئے ہوتے تو یہ دنیا آج بھی ایک وحشت کدہ سے زیادہ نہ ہوتی ۔ انہی انسانوں کا پیش کیا ہوا سبق ہمارے لئے راہ ہدایت اور تہذیب و تمدن، علم و معرفت کا منبع ہے ۔ انہی کے پیش کردہ عمل میں ہماری بہتری پنہاں ہے اس لئے ان کا عمل لامحالہ وہی ہو گا جس میں بنی نوع انسان کی بہتری ہو ۔ ان کی زندگی اسی غرض کے لئے سراپا عمل تھی ۔ وہ باتیں کم اور کام زیادہ کرتے تھے ۔ باتیں جتنی بھی تھیں وہ انسانیت کو ایک مرکز پر لانے کے لئے تھیں ۔

Marfat.com

اسی ماحول اور تربیت کا اثر بعض وقت ہمارے اذہان میں غلط طور پر اسقدر پختہ ہو جاتا ہے کہ ہم ان انبیاء کے منفرد کردہ اصولوں سے انحراف و بغاوت کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس بغاوت کا نتیجہ دنیا میں بدامنی، جنگ و جدل، تباہی، بے اطمینانی۔ اور نفاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب ہم کسی ایسے نیک فعل سے منکر ہو جاتے ہیں جس کا اثر ہماری اپنی ذات تک محدود ہو تو اس کا اثر ہماری روحانی قوت کے لئے تباہ کن ہوتا ہے اور اگر ہم اسی وطیرہ پر قائم رہیں تو ہمیشہ کے لئے مسرت، امن، نجات، یقین فلاح اور بھلائی سے دور ہو جائیں گے۔ ہماری دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔ جو نہ صرف نبوت، رسالت اور انبیاء کرام کی قوت قدسی کے منکر ہیں۔ بلکہ وہ خداوند تعالیٰ کی ذات کو بھی ایک مفروضہ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی زبانی طور پر منکر ہونے کے باوجود یہ تسلیم کریں گے کہ دنیا کی ترقی اور تسکین قلب کے لئے ہمیں لامحالہ اسی اخلاق حسنہ کو اپنانا پڑے گا جس کا نمونہ رسولوں نے پیش کیا۔ یہ ایک اندوہناک حقیقت ہے کہ بہت سے انبیاء کرام کے اخلاق کا نمونہ تاریخ محفوظ نہیں رکھ سکی۔ ان کے کردار کا اندازہ ان کی تعلیم سے ہی کیا جاتا ہے۔ لیکن رسول عربی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہزاروں آدمیوں نے دیکھا۔ اسے روایت کیا اور لکھا۔ چنانچہ ان تحریروں میں بے سرو پا قصے بھی ہیں۔ جذباتی اور مبالغہ آمیز کہانیاں بھی ہیں۔ ایسے واقعات بھی درج ہیں جن کا اصلیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ انھیں قصوں میں آپؐ کی زندگی کے تابندہ پہلو بھی اوجھل ہو گئے ہیں۔ یہاں آپؐ کی خلوت و جلوت کی زندگی کا مختصر نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ عرب میں اس شاندار انقلاب کے بانی کی مقدس سیرت کس درجہ پاکیزہ تھی۔

نزول وحی سے قبل آپؐ کی عمر چالیس سال ہو چکی تھی۔ یہ وہ عمر ہوتی ہے جب انسان ذہن اور اس کے نظریات پختہ ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنی زندگی کیلئے حسب پسند شاہ

چن لیتا ہے۔ اس سے پہلے پہلے ہی آدمی بگڑ یا بن جاتا ہے۔ یا تو وہ جوانی کے لاابالی جذبات کے ساتھ بہہ کر اپنے آپ کو ذلت و پستی کی انتھاہ گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔ یا پھر ترقی کے زینے پر چڑھ جاتا ہے۔ اس عمر میں آپ ص کے اخلاق کا نقشہ حسب ذیل الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ یہ الفاظ آپ ص کی زوجہ محترمہ نے آپ ص کو مخاطب کر کے کہے۔

"آپ ص صلہ رحم کرتے ہیں، مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کی اعانت کرتے ہیں مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں حق کی حمایت کرتے ہیں۔ مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں اس لئے خدا آپ ص کو کبھی غمگین نہیں کرے گا۔"

کفار مکہ آپ ص کو امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

آپ ص کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رض نے آپ کے اخلاق کو اس طرح بیان کیا

"آپ ص خندہ جبیں، نرم خو اور مہربان طبع تھے۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرتے سخت مزاج اور سنگدل نہ تھے۔ بات بات پر شور نہیں کرتے تھے۔ منہ سے کوئی برا کلمہ نہیں نکالتے تھے۔ کوئی بات جو آپ ص کو ناپسند ہوتی اس سے اغماض کرتے۔ کوئی آپ ص سے امید رکھتا تو اسے مایوس نہ کرتے۔ اگر اس کی بات ناگوار ہوتی تو خاموش رہتے۔"

مندرجہ ذیل تین باتوں سے قطعی طور پر پرہیز کرتے۔

بحث و مباحثہ۔ ضرورت سے زیادہ بات کرنا۔ بلا مطلب بات میں دخل دینا دوسروں کے متعلق تین باتیں آپ ص نے ترک کر دی تھیں۔ کسی کو برا کہنا۔ عیب گیری کرنا۔ کسی کے حالات کی جستجو کرنا۔ سائل کی بے باکی پر تحمل فرماتے۔ کسی کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہ کرتے۔ کسی کی بات درمیان میں نہ کاٹتے۔ نہایت نیاض راست گو۔ نرم طبع اور خوش صحبت تھے۔"

Marfat.com

آپؐ کی خوش تدبیری اور رحم و کرم

مدینہ میں ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور کہا "یارسول اللہ میں غارت ہو گیا"

فرمایا: کیوں کیا ہوا؟

عرض کی "حضور شریعت نے روزہ دار کو بیوی سے مجامعت کرنے سے روکا ہے۔ مگر میں نے نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے مجامعت کر لی ہے"

آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ اس کا کفارہ ادا کرو۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ساٹھ روزے رکھو۔

عرض کی۔ ان دونوں باتوں میں سے کسی کی طاقت نہیں۔

فرمایا۔ "جاؤ کچھ خیرات کرو"

عرض کی۔ مدینہ میں سب سے زیادہ غریب میں ہی ہوں۔

اتنے میں ایک صحابی کھجوروں کا ایک ٹوکرا لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپؐ نے وہ کھجوریں اس گنہگار کو دیتے ہوئے فرمایا۔ جاؤ یہ کھجوریں لے جا کر اپنی طرف سے راہ خدا میں دو تمہارا قصور معاف ہو جائے گا۔

عرض کی۔ حضورؐ! مدینہ میں سب سے زیادہ حاجت مند میں ہی ہوں

یہ سن کر ہادیٔ اسلام مسکرا دیئے اور فرمایا۔ جاؤ انھیں لے جا کر خود کھاؤ اور گھر والوں کو کھلاؤ۔

انسانی ہمدردی

ایک دفعہ آپؐ باہر سے گھر تشریف لائے۔ حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سامنے کی دیوار کو ایک منقش پردہ سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ آپؐ فوراً پلٹ گئے اور واپس باہر چلے گئے۔

آپؐ کی زوجہ محترمہ نے یہ معاملہ دیکھا اور سمجھ گئیں کہ آپؐ اس کپڑے کا

ہوا دیکھ کر اندر تشریف نہیں لاتے ۔ فوراً وہ کپڑا اتار دیا۔

آپؐ جب دوبارہ تشریف لائے تو کپڑے کو اتارا ہوا دیکھ کر فرمایا۔

"مٹی کو لباس پہنانا اور انسانوں کو ننگے پھرتے دیکھنا انسانیت کے شایان شان نہیں۔"

عفو و کرم ہندہ زوجہ ابوسفیان وہ سنگدل عورت تھی جس نے جنگ احد میں آپؐ کے چچا حضرت حمزہ کا جسم چیر کر دل، گردے اور جگر کا ہار بنا کر پہنا تھا۔ جوشِ انتقام میں کلیجہ چبایا تھا ۔ فتح مکہ کے بعد وہ نقاب اوڑھ کر بیعت کے لئے آئی تاکہ پہچانی نہ جائے۔

مگر آپؐ نے فرمایا۔ "تمہاری شقاوت قلبی کے باوجود میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔"

مساواتِ عمل جنگ احزاب میں مدینہ ایک زبردست خطرے میں گھرا ہوا تھا شہر کی حفاظت کے لئے اس کے ایک طرف خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر تین ہزار آدمی خندق کھودنے کے لئے موجود تھے ۔ مگر اس کے باوجود خود ہادیٔ اسلام ان کے ساتھ برابر کام میں شریک تھے۔

ایک موقعہ پر آپؐ کے ایک ساتھی نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر بندھا ہوا پتھر دکھایا اور آپؐ سے شدت گرسنگی کی شکایت کی۔ اس کے جواب میں پیغمبر نے جب اپنا پیٹ دکھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

خندق کھودتے وقت ایک جگہ ایسا پتھر آگیا۔ جو اکثر اصحاب کی کوشش کے باوجود نہ ٹوٹا ۔ آپؐ وہاں تشریف لے گئے۔ بھوک کی شدت کے باوجود آپؐ نے کدال اٹھا کر اس زور سے ضربیں لگائیں کہ دوسری تیسری ضرب ہی میں پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا۔

Marfat.com

ایک غزوہ کو جاتے ہوئے راستہ میں قلت رسد کے باعث آپؐ کو شکار کرنا
ہرن یا بکری جو پکڑی گئی تھی اسے ذبح کیا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اس کی کلیجی پہلے پکا
حکم کی تعمیل کی گئی اور ساری کلیجی بھون کر آپؐ کے سامنے پیش کردی گئی۔ آپؐ نے ا
حصے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا کر کہا۔

"اس میں سب برابر کے حق دار ہیں"۔ سب میں مساوی تقسیم کردی جا

آپؐ مجلس میں کبھی اپنے ساتھیوں سے ممتاز جگہ پر نہ بیٹھتے۔ دوستوں کے
ساتھ ایسے مل جل کر بیٹھتے کہ ایک اجنبی یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ اس محفل میں
مقدس ہستی کونسی ہے۔ جس کے رخ زیبا کے پروانے ارد گرد بیٹھے ہیں۔ آپؐ نے
ایک دفعہ سب کو کہا تھا"۔ مجھے سید مت کہو۔ میں تو تمہارے جیسا انسان

نیک کی قدردانی

قبیلہ طے کے لوگ جب گرفتار ہو کر آپؐ کے سامنے آئے تو قید
میں عرب کے مشہور فیاض حاتم طائی کی صاحبزادی بھی تھی
آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ لڑکی اس سخی کی بیٹی ہے جس کا دسترخوان کرم ہر ایک کے لئے کشادہ تھا
آپؐ نے فرمایا۔ اس کے باپ میں مومن کی سی صفات تھیں اس لئے اسے رہا کردو۔

لڑکی نے یہ سنکر کہا"۔ حاتم جیسے مخیر کی بیٹی یہ کیونکر قبول کر سکتی ہے کہ اس کے سا
تو قید رہیں اور وہ اکیلی رہا ہو جائے"!

آپؐ یہ سن کر مبتسم ہوئے اور سب کو رہا کردینے کا حکم دے دیا۔ اسی قبیلے
کا سردار عدی بن حاتم جب مدینہ آیا تو وہ اس تذبذب میں تھا کہ محمدؐ کو نبی مانے
بادشاہ! وہ مسجد میں آکر آپؐ سے ملا۔ مختصر سی گفتگو کے بعد آپ اسے ہمراہ لے کر گھر
تاکہ وہاں مہمان کی کچھ خاطر داری کی جائے۔ گلی میں ایک غریب مسکین عورت نے آپؐ کو
لیا۔ اور کوئی ضرورت پیش کی۔ اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد جب آپؐ واپس
تو عدی کا دل یہ گواہی دے رہا تھا کہ یہ انسان جس کو ایک مسکین عورت نے گلی میں کھڑا لیا

Marfat.com

بادشاہ ہرگز نہیں ۔ یہ اخلاق صرف پیغمبروں کا ہو سکتا ہے ۔

پہلے عمل پھر دُعا جنگ بدر میں مسلمانوں کا سامان جنگ ہر لحاظ سے ناکافی تھا ہتھیار اور رسد کی کمی تھی ۔ سپاہی بھی تعداد میں دشمن کی نسبت ایک تہائی تھے ۔ اس کے باوجود اپنی عزت بچانے اور اپنی جانوں کی حفاظت کی خاطر شدت کی گرمی میں مدینہ سے نکلے ۔ سواریاں کم تھیں اس لئے کبھی کبھی پیدل بھی چلنا پڑتا تھا ۔ میدان جنگ میں پہنچ کر جب فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور نقارے پر چوٹ پڑنے والی تھی اس وقت سالار لشکر ایک گوشہ میں گڑگڑا کر خدا سے دعا کر رہے تھے ۔

"اے خدا! ہم سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ ہم نے کر دیا ۔ تیرے یہ تین سو تیرا بندے تیرے دین کی حفاظت کے لئے آج سربکف ہیں ۔ اگر آج ان کو شکست ہو گئی تو پھر تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا ۔ اب فتح و شکست صرف تیرے ہاتھ ہے اور ہم سب کو صرف تیرا ہی سہارا ہے ۔"

اپنی کوشش پوری کرنا اور اس کے اچھے نتائج کے لئے خدا پر بھروسہ کرنا ہی توکل کہلاتا ہے ۔

مستقل مزاجی مکہ میں ایک دفعہ جب وفد قریش نے آپؐ کو تبلیغ سے رک جانے کے لئے کچھ لالچ اور بصورت دیگر موت کی دھمکی دی تو آپؐ نے فرمایا ۔

"اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں اسلام سے باز نہیں آؤں گا ۔"

"حق زیادہ دیر تک تنہا نہیں رہے گا ۔ اور ایک نہ ایک دن عرب و عجم کو اس کے ساتھ ہونا پڑے گا ۔"

Marfat.com

خیرات یہ مشہور اور مسلمہ امر ہے کہ آپؐ کے گھر میں کبھی بھی متواتر تین وقت چولھا نہیں جلا۔ بعض اوقات آپؐ کو صرف کھجور، لکڑی یا دودھ پر گذارہ کرنا پڑتا اور کبھی فاقے سے ہی رہنا پڑتا۔ اس کی وجہ آپؐ کی غربت نہ تھی۔ ابو طالب کے گھر میں آپؐ کو کبھی ایسا موقع پیش نہیں آیا۔ اس کے بعد مکہ کی متمول ترین عورت آپؐ کے عقد میں آئی۔ مدینہ میں دو قبیلے آپؐ پر جان نثار کرنے کو تیار تھے۔ اس کے بعد آپؐ سارے حجاز اور پھر عرب کے مالک ہوئے۔ ان حالات میں آپ کبھی اتنے بے زر نہ ہو سکتے تھے کہ آپؐ کو فاقے کرنے پڑتے۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ جو کچھ آمدنی ہوتی وہ ساری آپؐ خیرات کر دیتے۔ آپؐ دوسروں کو حاجت مند دیکھ کر کبھی یہ گوارا نہ فرماتے کہ اپنے لئے کچھ جمع کریں۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دفعہ آپؐ نماز چھوڑ کر گھر گئے۔ وہاں کچھ سونا پڑا تھا۔ اسے خیرات کرنے کے بعد پھر آکر نماز ادا کی۔ مرض الموت میں آپؐ کو یاد آیا کہ چند اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں۔ زوجہ محترمہ کو بلا کر فرمایا۔

"عائشہ! کیا محمدؐ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ جاؤ ان اشرفیوں کو خیرات کر دو۔"

گھر کا اثاثہ اس قدر تھوڑا تھا کہ جس وقت عرب کے والی اور جمہوریت کے سرپرست کی وفات ہوئی تو کفن کیلئے نیا کپڑا بھی گھر میں موجود نہ تھا۔ آپؐ کو صرف جمہوریت مدینہ کا سرپرست کہہ دینا سخت بے ادبی ہے۔ وہ ارب ہا دلوں کا مالک اور کروڑوں انسانوں کا محبوب تھا۔ وہ جس کی خاکِ پا آج کے گئے گذرے زمانے میں بھی مسلمانوں کو ایشیا کے سارے میدانوں اور امریکہ کی ساری دولت سے زیادہ عزیز ہے۔

Marfat.com

صلۂ احسان

مدینہ میں شاہ حبش نجاشی کی طرف سے ایک وفد آیا۔ تو آپؐ نے ان لوگوں کو اپنا مہمان رکھا۔ خود اپنے ہاتھ سے ان سب کی خاطر تواضع کرتے تھے۔ صحابہؓ نے کئی دفعہ اصرار کیا کہ آپؐ ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کر دیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا۔ ان کی خدمت مجھے کرنے دو۔ انھوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی تھی۔

مطالعۂ حالات

کسی مقدمہ کا فیصلہ دینے میں آپؐ حالات کو مدنظر رکھتے تھے۔ اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ آپؐ نے خود بھی چور کے ہاتھ کٹوا دیئے تھے۔ مگر یہ حکم فطرتِ بد کی کجی دور کرنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ مخصوص حالات کے تحت جرم کو فیصلہ بدلا جا سکتا ہے

عباد بن شرجیل مدینہ کے ایک باشندے تھے۔ قحط کے دنوں میں بھوک کی حالت میں وہ کسی امیر کے باغ میں چلے گئے اور وہاں سے کھجوریں چرالیں۔ مالک کو معلوم ہوا تو اس نے عباد کو مارپیٹ کرنے کے علاوہ ان کے کپڑے بھی اتار لئے۔ اس کے بعد دونوں آپؐ کے پاس مقدمہ لے کر پیش ہوئے۔ آپؐ نے باغ کے مالک کو فرمایا۔

"یہ جاہل تھا اس کو تعلیم دینا تھا۔ یہ بھوکا تھا اس کو کھانا کھلانا تھا۔ اب اس کے کپڑے واپس کر دو۔ اور اپنے مال کا ہرجانہ مجھ سے لے لو۔"

چنانچہ کھجوروں کا ہرجانہ خود ادا کیا اور عباد کو کپڑے واپس دلوائے گئے۔

صلۂ محبت

عزیزوں، رشتہ داروں اور قرابت داروں کے متعلق تو قرآن حکیم میں بار بار یہ حکم موجود ہے کہ ان کے ساتھ احسان و مروت سلوک و محبت سے پیش آؤ۔ لیکن ان لوگوں کا بھی خاص خیال فرماتے تھے جن کو آپؐ کے عزیزوں سے کوئی تعلق یا واسطہ تھا۔

Marfat.com

آپؐ حضرت خدیجہ کی سہیلی کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے کہ آپؐ کی رضاعی والدہ آئیں آپؐ چادر سے ایک طرف سمٹ کر بیٹھ گئے اور دوسری طرف حضرت حلیمہ کو جگہ دی۔ اتنے میں حلیمہ کے خاوند بھی آگئے۔ آپؐ نے باقی جگہ ان کے لئے چھوڑ دی اور خود الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر حلیمہ کے بیٹے آئے تو اٹھ کر ان کی پیشوائی کی اور اپنے برابر بٹھایا۔

ہوازن و ثقیف کے دو قیدی جو آخر تک آپؐ کی جان کے دشمن تھے۔ محض لوگوں کی سفارش پر چھوڑ دیئے گئے۔ لوگوں کو حکم تھا کہ جو مسلمان مر جائے اور اس کے ذمہ کچھ قرض باقی ہو۔ تو مجھے اطلاع دی جائے۔ اسے میں ادا کر دوں گا۔ ہاں اس کے ورثہ سے مجھے کوئی تعلق نہیں۔

پردہ پوشی

قرآن حکیم میں غیبت اور چغلی کی سخت مخالفت موجود ہے۔ اس لئے آپؐ کسی کی غیبت یا برائی کرنا تو ایک طرف کسی کے عیب کے متعلق بھی اگر محفل میں ذکر آجاتا تو اس شخص کا نام لے کر بیان نہ کرتے تا کہ اس کی ذلت نہ ہو۔ صرف یہی فرماتے کہ بعض آدمی ایسے ہیں انھیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

حُسنِ معاملہ

کثرت خیرات کی وجہ سے آپؐ اکثر مقروض رہا کرتے۔ مدینہ میں ایک یہودی ساہوکار تھا۔ جب بھی کوئی سائل آتا اور آپؐ کے پاس موجود نہ ہوتا تو اسی سے قرض لے کر سائل کی حاجت پوری کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہودی نے وقت مقرر سے پہلے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور اپنی فطری کج خلقی کی بنا پر سخت گستاخی سے بھی پیش آیا۔ یہ دیکھ کر عمر ابن خطاب جلال میں آگئے۔ تلوار کھینچ لی کہ یہودی کی گردن اڑا دیں۔ مگر آپؐ نے فرمایا:

"عمر تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تمہیں چاہیئے تھا کہ تم مجھے قرض ادا کرنے کے لئے کہتے۔ یا خود قرض ادا کر دیتے۔ اپنے قرض کا مطالبہ کرنا یہودی کا حق

سائب نام ایک عرب تاجر جب آپؐ کے پاس اسلام قبول کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو صحابہ نے اس کے سامنے آپؐ کی تعریف میں کچھ کلمات کہے۔ سائب نے سن کر کہا:

" میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپؐ تجارت میں میرے حصّہ دار رہے ہیں اور ہمیشہ آپؐ نے اپنا معاملہ صاف رکھا۔"

ایک دفعہ مدینہ کے باہر ایک قافلہ آیا ہوا تھا۔ دن کو آپؐ پھرتے پھرتے ادھر کو گئے۔ تو ان کے پاس ایک نہایت عمدہ اونٹ دیکھا۔ قیمت طے کر کے سودا چکا لیا۔ آپؐ اونٹ لے کر آ گئے تو بعد میں قافلہ والوں نے اس بات پر بڑی پریشانی ظاہر کی کہ ہم نے اونٹ بلا جان پہچان کیوں دے دیا۔ وہ اسی بات پر متاسف تھے کہ آپؐ کا قاصد ان سب کے لئے کھانا اور اونٹ کی قیمت لے کر وہاں پہنچ گیا۔

ایثار

ایک دفعہ ایک غزوہ میں کچھ عورتیں قید ہو کر آئیں۔ آپؐ کی صاحبزادی نے التجا کی کہ انھیں ان میں سے ایک عورت خدمت کے لئے دی جائے۔ حضرت فاطمہ کو اپنے گھر کا سارا کام حتیٰ کہ آٹا پیسنا اور پانی بھرنا بھی خود ہی سرانجام دینا ہوتا تھا۔ اس لئے ان کی یہ درخواست گو بجا تھی تاہم آپؐ نے فرمایا:

" فاطمہ! بدر کے یتیم اور اصحاب صفہ تم سے زیادہ حق دار ہیں۔"

ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک چادر تھی۔ ایک شخص حاضر ہوا۔ اور اسی چادر کیلئے درخواست کی۔ آپؐ نے وہ چادر کندھے سے اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ جب آپ چلے گئے تو صحابہ نے اس شخص سے کہا:

"تم یہ جانتے ہو کہ آپؐ کبھی کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ آپؐ کے پاس کوئی اور چادر نہ تھی۔ ان حالات میں تمہیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

Marfat.com

بنونضیر کے یہودیوں میں سے کسی ایک نیک دل اور صاحب ایمان نے مرتے وقت اپنی جائداد میں سے سات باغ آپؐ کو وصیت کر دیئے۔ لیکن آپؐ نے وہ سارے کے سارے خیرات کر دیئے۔

مجلس میں اگر جگہ کم ہوتی تو لوگوں کو کچھ کہنے کی بجائے خود اکڑوں ہو کر بیٹھ جاتے تاکہ ایک اور آدمی کے لئے جگہ نکل آئے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ رات کو مہمان آجاتے تو خود بھوکے سو جاتے اور کھانا انھیں کھلا دیتے۔

رعایا پروری آپؐ کے عہد میں قریباً قریباً سارا عرب آپؐ کے تصرف میں آچکا تھا۔ اس لئے عرب کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر کے گورنر مقرر فرما دیئے تھے۔ گورنر کو روانہ کرتے وقت یہ فرما دیا جاتا۔ آسانی پیدا کرنا۔ درشتی پیدا نہ کرنا۔ لوگوں کو بشارت دینا۔ انھیں خوف زدہ نہ کرنا۔ باہم اتفاق رکھنا اور ... سے بچنا۔ معاذ ابن جبل کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا:

"تم اہل کتاب کے پاس جاتے ہو۔ پہلے انھیں کلمہ توحید کی دعوت دو۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو انھیں بتاؤ کہ خدا نے رات اور دن میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو یہ بتاؤ کہ خدا نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے۔ جو ان کے امرا سے لے کر ان کے غربا میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر وہ اس کو بھی تسلیم کر لیں تو ان کے بہترین مال سے احتراز کرنا۔ مظلوم کی بد دعا سے بچنا۔ کیونکہ مظلوم کی دعا اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا۔"

عمال کو رشوت لینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک عامل صدقہ وصول کر کے لایا تو کچھ مال علیحدہ کر کے کہنے لگا "یہ مال مجھے ہدیۃً ملا ہے" آپؐ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا۔

"تم کو یہ ہدیہ گھر بیٹھے کیوں نہیں مل گیا۔ ظاہر ہے کہ تمہاری یہ خاطر مدارات

عامل ہونے کی وجہ سے ہوئی "۔ اس کے بعد تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا۔ اور اس قسم کا مال قبول کرنے سے منع فرمایا۔

چنانچہ عبداللہ بن رواحہ حب خیبر کے یہودیوں کے پاس زراعت کی نصف پیداوار تقسیم کرانے کے لئے گئے تو انھوں نے کچھ دینا چاہا۔ لیکن عبداللہ نے کہا۔

"اے خدا کے دشمنو! کیا مجھے حرام کا مال کھلانا چاہتے ہو۔"

آپؐ نے اپنے خاندان کے کسی شخص کو صدقہ کا محصل مقرر نہیں کیا۔

معاہدے کی پابندی

صلح حدیبیہ کی شرائط طے پا چکی تھیں لیکن معاہدے پر ابھی دستخط نہیں ہوئے تھے کہ ابوجندل نامی ایک مکی قریشی زخمی حالت میں اسلامی کیمپ میں پہنچا۔ اس کو اس بنا پر زخمی کیا گیا تھا کہ وہ بتوں کی عبادت چھوڑ کر ایک خدا کے سامنے جھکنا چاہتا تھا۔ چونکہ معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے تھے اس لئے مسلمانوں کی اکثریت اُن کی امداد کرنے کے لئے تیار ہوگئی مگر نبی اکرمؐ نے فرمایا۔

"ابوجندل معاہدے میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ جو قریشی مسلمان ہوکر مسلمانوں کے پاس پناہ لے گا۔ ہم اسے قریش کے پاس واپس بھیج دیں گے۔ گو معاہدے پر ابھی دستخط نہیں ہوئے مگر شرائط طے پا چکی ہیں۔ اس بنا پر ہم تمہاری امداد کرنے سے معذور ہیں۔"

شرم وحیا

قریش مکہ نے جہاں آپؐ کو الامین کا خطاب دیا۔ وہاں یہ بھی کہا کہ محمدؐ کنواری لڑکیوں کی طرح شرمیلا اور حیادار ہے۔ قرآن کے یہ احکام کہ مسلمان مرد اور عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ مسلمان عورتیں سر پر اوڑھنی ڈال کر باہر نکلیں۔ عورتیں اپنے مقامات تزئین کو چھپا کر رکھیں اور حدیث کے یہ ارشاد کہ دو مسلمان مرد یا عورتیں ایک بستر پر نہ سوئیں۔

وہ ایک ہی کپڑے میں نہ لیٹیں ۔ ایک دوسرے کے سامنے ننگے نہ ہوں ۔۔۔۔ یہ سب آپ کے فطری خلق و حیا کے آئینہ دار ہیں ۔ ان دنوں عراق و شام میں حماموں میں نہانے کا رواج تھا ۔ حمام اس قسم کے تھے کہ کئی کئی مرد اور عورتیں اکٹھے اس میں داخل ہو کر کپڑے اتار کر نہایا کرتے تھے ۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح آجکل کا کوئی تیرنے کا تالاب ہو کہ اس میں بیک وقت کئی آدمی گھس جاتے ہیں یورپ نہانے سے بالکل منکر تھے ۔ عرب پانی کی کمی کی بنا پر حمام کا تصور ہی نہ رکھتے تھے ۔ اس لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔

"اے مسلمانو! جب تم عراق و شام کی طرف جاؤ تو ایک دوسرے سے پردہ کر کے نہاؤ ۔"

عراق و شام کے یہی حمام جب صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے دیکھے تو وہ اپنے بدبودار میلے اور گندے جسم دیکھ کر بڑے شرمندہ ہوئے ۔ چنانچہ یورپ والے بھی نہانے لگے ۔ انقلاب فرانس کے بعد ان حماموں کی بنا پر فحاشی اپنے پورے عروج پر تھی ۔ آج بھی یورپ کے غسل آفتابی ۔ مخلوط ناچ اور نیم عریاں لباس میں انہی شامی حماموں کی پھیلی ہوئی بے حیائی کارفرما ہے ۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

یورپ و امریکہ کی ترقی کا سب سے بڑا راز وہاں کے لوگوں کی ان تھک محنت اور خود اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے ۔ وہ محنت میں عظمت کے راز کو جان چکے ہیں ۔ لیکن ان کو یہ سبق نہ حضرت عیسٰےؑ کی عملی زندگی سے ملا ہے نہ کسی پوپ یا سینٹ کے وعظ سے اور نہ کسی رسول کے سوانح حیات سے ۔ یہ سبق اس انقلابی انسان نے دنیا کو سکھایا تھا جس نے شاہوں کے تاج اور کجکلاہوں کی کلغیاں پاؤں تلے روند ڈالی تھیں ۔ جو چودہ سو سال سے بادشاہوں کا محبوب اور

والیانِ حکومت کا آقا ہے ۔ لیکن اس کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے مکان کی مرمت کرتا ۔ خود اپنا جوتا گانٹھ لیتا ۔ اپنی بکریاں اور اونٹوں کا دودھ دوہ لیتا ۔ جنگل سے ایندھن لے آتا ۔ آٹا گوندھ لیتا ۔ اونٹوں کو چارہ ڈال لیتا ۔ مسجد کی صفائی بھی کر لیتا تھا ۔ غرضیکہ کبر و غرور کا شائبہ بھی وہاں نہ تھا ۔ نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کے بھی اسی قسم کے کام انجام دینے میں بھی عار نہ تھا ۔

عزم و استقلال تمام انبیائے کرام اور انقلابی انسانوں کی زندگی مستقل مزاجی، اولوالعزمی ۔ بہادری اور دلیری کا نمونہ ہوتی ہے ان صفات سے عاری انسان دنیا میں انقلاب لانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ۔ ہر مقدس اور قابلِ احترام انسان کو اپنی عمر کے اکثر ایام قید و بند اور شدید جد و جہد میں گذارنے پڑتے ہیں ۔ تاریخ شاہد ہے کہ زبردست مشکلات ، مخالفت کے طوفان خون آشام تلواریں ۔ جگر دوز تیر ، تنگ و تاریک قید خانے اور بوجھل بیڑیاں سب کی سب ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے میں ناکام رہیں ۔ وہ ایک سنگین اور ناقابلِ شکست چٹان کی طرح اپنی جگہ پہ قائم رہے ۔ مخالفت کے طوفان اُٹھے ٹکرائے اور اتر گئے ۔ مصائب کی آندھیاں فضا پر چھائیں اور پھر خود بخود ہی غائب ہوگئیں ۔ تمام اہرمنی قوتیں ان کے مقابل پاش پاش ہوگئیں ۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ سرکے ۔ غرور کا ظلم و ستم ، فرعون کا جبر و استبداد ۔ عرب کے وحشی بہادر اور ان کی شامی تلواریں ، یہ سب کچھ ان کے سامنے کند ثابت ہوئے ۔ جاہ و حشمت کا لالچ ، جان کا خوف ۔ ساری دنیا کے باطل معبود اور ان کے پجاریوں کے لشکر سب بے اثر رہے ۔

یہی حال رسولِ عربی کا ہم دیکھتے ہیں ۔ صدہا مشکلات ، مصائب اور تکالیف کے باوجود وہ اپنی منزل کی جانب بڑھتے رہے ۔ بالآخر قدرت نے خود ان کی سعی

Marfat.com

مشکور کو سراہا۔ اور حیات جاودانی، دونوں جہاں کی سروری، کائنات کی امامت بخش دی۔ آپؐ کا ناقابلِ شکست ارادہ آج بھی دنیا کو عزم بالجزم کا سبق دے رہا ہے۔ روزہ نہ رکھنے کی سزا کسی دوسرے وقت روزہ رکھ لینا ہے۔ لیکن روزہ رکھ کر توڑ دینے کی سزا ساٹھ گنا زیادہ ہے۔ یہ ارادے کو توڑنے کی سزا ہے۔ یہ اس بات کا سبق ہے کہ انسان کو ارادہ کر کے پھر قدم پیچھے نہیں ہٹانا چاہیئے۔ مایوسی کا لفظ آپؐ کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم اور کفر کے مترادف تھا جس وقت کفار کے ہاتھوں آپؐ کی جان خطرے میں تھی۔ آپؐ کے معدودے چند پیروؤں کو ریت پر لٹا کر دردناک ایذائیں دی جا رہی تھیں۔ آپؐ کا نام لینے والوں کو ملک بدر کیا جا رہا تھا۔ آپؐ کو ساحر و مجنوں کا خطاب دیا جا رہا تھا۔ مگر اس وقت بھی آپؐ نے اپنے ایک مصاحب سے کہا۔

"آخر دنیا کو حق کے ساتھ ہونا پڑے گا۔ خدا کی قسم اسلام اپنے مرتبہ کمال کو پہنچ کر رہے گا۔"

شفقت وہ مایہ ناز فلسفہ جس کو آج سے ۱۵۰۰ سال پہلے مہاتما بدھ اور ۲۰۰۰ ہزار سال پہلے حضرت مسیح نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا امراضِ روح کا ایک لاثانی علاج ہے۔ اس کے بغیر ارحم الراحمین کریم و غفار کی ذات کو پہچاننا از حد مشکل ہے۔ ہر جا ندار ہستی کو اس کا پابند ہونا پڑتا ہے۔

بانیٔ اسلام نے عرب کے سفاک اور سنگدل ڈاکوؤں کو اس کا سبق دے کر انھیں باخدا بنایا۔ رہزنی اور قتل و غارت کو معززپیشہ سمجھنے والے آپؐ کے سبق سے اتنے متاثر ہوئے کہ مفتوحہ شہریوں کے بازاروں سے آپؐ کی افواج کوئی فرد کسی کے گھر کی طرف یا کسی دوشیزہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کرتا۔ خود بانیٔ اسلام نے جب مکہ فتح کیا تو بدترین دشمنوں کے اس شہر میں اس کی فوج

ایک سپاہی بھی صف سے نکل کر اپنے متروکہ گھر تک کو دیکھنے نہ گیا۔

ایک دفعہ آپؐ ایک باغ میں تشریف فرما تھے کہ ایک لڑکے نے کسی پرندے کے گھونسلے سے اس کے بچے نکال لئے۔ پرندہ اس کے سر پر اڑنے اور چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگا۔ آنحضرت صلعم کو پتہ چلا تو خود فوراً اس لڑکے کو حکم فرمایا کہ پرندے کے بچے اس کے گھونسلے میں رکھ دے۔ عرب کے لوگ اونٹ کے گلے میں قلادہ لٹکا دیتے تھے۔ آپؐ اسے سخت ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے اس سے منع فرما دیا۔ ایک راستہ سے گذرتے ہوئے ایک اونٹ دیکھا جو متواتر فاقوں سے سخت لاغر ہو گیا تھا۔ آپؐ نے اس پر دست شفقت پھیرا۔ اور اس کی حالت زار دیکھتے ہوئے اس کے مالک کو طلب فرمایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا

"اس جانور کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو"

حضرت ابوذر بہت قدیم الاسلام صحابی تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔

"تم میں اب تک جہالت باقی ہے۔ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں"

ایک دفعہ ابو مسعود اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی "ابو مسعود! جتنا اختیار تم کو اس غلام پر ہے خدا کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے"

ابو مسعود نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ کھڑے تھے۔ ندامت کے مارے غلام آزاد کر دیا۔ فرمایا "تم اگر ایسا نہ کرتے تو یقیناً دوزخ کی آگ پاتے"

قوت ضمیر وہ بے مثال قوت ولعمت انسان کو عطا کی گئی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف وہ نمائی کرتی ہے۔ انسان کے لئے یہ ایک وفادار دوست ہے ضمیر سے بغاوت کرنے میں انسان کی تباہی ہے اور ضمیر ہر مصیبت کے وقت ہر مشکل پڑنے پر اسے وہ راستہ دکھاتی ہے جس میں سلامتی اور بہتری ہے۔ ضمیر کا ساتھ اس

سے بے خوفی

Marfat.com

کی ترقی بھلائی اور برتری کا ضامن ہے ۔ اس قوت کے ساتھ انسان نہ صرف اپنی بلکہ قوموں کی تقدیر بدل سکتا ہے ۔ سیاہ کو سفید اور زہر ہلاہل کو تریاق میں تبدیل کرسکتا ہے ۔ صاحب ضمیر درویش بے ضمیر شہنشاہ سے ہر لحاظ سے بہتر ہے ۔ مگر ضمیر کا ساتھ صرف اسی صورت میں دیا جا سکتا ہے جب انسان بے خوف نڈر اور دلیر ہو ۔ اسے موت اپنی زندگی کی نسبت زیادہ دل خوش کن محسوس ہو ۔ وہ مصائب کے راستے روک سکتا اور طوفان کا رخ موڑ سکتا ہو ۔ اگر انسان میں یہ جرأت دلیری نہیں تو وہ کبھی ضمیر کا ساتھ نہیں دے سکتا ۔ ضمیر ہی انسان کا جوہر پنہاں ہے انبیائے کرام کا ضمیر بیدار ہوتا ہے ۔ ان کا ضمیر نہ صرف ان کی رہنمائی کرتا ہے بلکہ دنیا کے کروڑوں انسانوں کی رہبری کا کام بھی اسے سرانجام دینا ہوتا ہے ۔ اسی بنا پر انبیا قدرتاً دلیر، بے باک، نڈر اور بے خوف ہوتے ہیں ۔ اگر وہ بے باک اور بے خوف نہ ہوں تو وہ اپنے مخالفین کے سامنے جاکر ان کی حماقتوں پر سرزنش نہ کرسکیں ۔ انھیں ایک انسان یا قوم نہیں بلکہ زمانے بھر کی طاقتوں سے مقابلہ کرنا ہوتا اکیلے اور بالکل اکیلے انھیں سلطنتوں سے ٹکرانا ہوتا ہے ۔ اکیلے ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کا غرور توڑنا پڑا ۔ اکیلے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے ٹکر لینی پڑی ۔ مسیح علیہ السلام کو رومی سلطنت کے سارے کفر و طغیان کے سامنے سینہ سپر ہونا پڑا ۔ اسی طرح مکہ کے یتیم کو اکیلے ہی نجد و حجاز کے معبودوں، ہندوستان، تبت و تاتار کے مجوسیوں، و افریقہ کے کاہنوں اور یورپ کے صلیب پرستوں سے ٹکر لینی تھی ۔ آپ اکیلے تھے ۔ آپ کا وطن، قبیلہ اور قوم آپ کی جان کے دشمن تھے ۔ آپ کو اپنی زندگی کے تیس سال مسلسل مصائب میں گذارنے پڑے ۔ لیکن مکہ کے تیغ بازوں، طائف کے سنگ اندازوں بنو قریظہ اور خیبر کے مکار دغابازوں کی ساری مخالفت کے باوجود آپ ایک لمحہ کے لئے بھی ہراساں نہیں ہوئے ۔

Marfat.com

صبر و ضبط

جنگ احد کے بعد مدینہ کے گھر گھر میں کہرام بپا تھا۔ عورتیں اپنے عزیزوں کے لیے بین کر رہی تھیں۔ نالہ و بکا کی آواز مسجد نبوی تک پہنچ رہی تھی۔ فرمایا "جاؤ انھیں جا کر چپ کرا دو۔ انہیں کہو وہ صبر کریں"۔

عرض کی گئی "حضورؐ! انھیں سمجھایا گیا ہے مگر وہ ماتم سے باز نہیں آتیں"۔

فرمایا "جاؤ ان کے منہ پر پتھر باندھ دو"۔

آپؐ کا صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوا تو اس کی حالت نزع دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عرض کی گئی "حضورؐ! یہ کیا؟"

فرمایا "یہ محبت کا تقاضا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ بے صبری ہے"۔

شعب ابوطالب میں آل ہاشم تین سال تک محصور رہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ پتے کھا کھا کر گذارہ کرنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود کبھی کسی سے درخواست نہیں کی کہ قریش کا عہد نامہ منسوخ کیا جائے۔

گھر کثرت جود و سخا کی وجہ سے خالی رہتا۔ بعض اوقات پانی کے سوا گھر رات کو بھوکے ہی سو جاتے اور فرماتے:

"مولا! مجھے فقیروں میں سے اٹھانا"۔

ابوبکر صدیقؓ ایک دن پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے آ کر انھیں برا بھلا کہنا شروع کیا۔ صدیقؓ چپ رہے۔ اس نے پھر زیادتی کی۔ صدیقؓ پھر بھی خاموش رہے۔ جب تیسری دفعہ اس نے زیادتی کی تو صدیقؓ بھی بول اٹھے۔ آپؐ نے فرمایا:

"صدیقؓ جب تک تم چپ تھے۔ خدا کا فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا۔ تمہارے بولنے سے وہ ہٹ گیا"۔

"برائی کو بھلائی سے دفع کر دو اس طرح سے تمہارا دشمن بھی دوست بن جائے گا"۔ اس پر عمل کی توفیق انھیں کو ہوتی ہے۔ جو صبر کرتے ہیں۔ اور یہ سعادت

Marfat.com

انہی کو ملتی ہے جو بڑی ہمت وقسمت والے ہوتے ہیں ۔

امانت داری

اہل مکہ آپ ؐ کے جانی دشمن ہونے کے باوجود آپ ؐ کو امین سمجھتے اور اپنی امانتیں آپ ؐ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ جب آپ کو ہجرت کرنی پڑی تو سب امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کر دیں۔ تاکہ اصل مالکوں کو دے کر مدینہ آئیں۔

Marfat.com

حدیثِ صاحب القرآن

سرورِ دو عالم کی سیرت کو مزید سمجھنے اور آپ کی تعلیم کی پاکیزگی کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہمیں قرآن کے علاوہ آپ کی حدیثوں کا بھی مطالعہ کرنا ہوگا۔ ان اقوال سے آپ کے کردار عادات و خیالات کا اچھی طرح اندازہ ہو سکے گا۔ آپ کی حدیثوں کو بہت سے علما امت نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق جمع کیا ہے۔ تحقیقات کے دوران میں انہوں نے دیکھا کہ خود غرض لوگوں نے اپنے اپنے مطلب کی لاکھوں احادیث اپنی طرف سے بنا کر مشہور کر رکھی ہیں۔ اس لئے آج بھی ان کے مطالعہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہاں بطور نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے بہتر اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے کم درجہ کا ایمان کسی تکلیف و اذیت دینے والی چیز کا راستہ سے دور کرنا ہے۔ شرم و حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے ــ (بخاری، مسلم)

پورا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا ہو جن سے خدا نے منع فرمایا ہے۔ (بخاری مسلم)

فرمایا۔ میرے سامنے اس بات کا اقرار کرو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ زنا نہ کرو گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے۔ کسی پر بہتان نہ باندھو گے۔ نیک کاموں میں نافرمانی نہ کرو گے۔ (بخاری مسلم)

فرمایا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ انسان زمانہ کو برا کہہ کر مجھ کو تکلیف دیتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہی ہوں۔ میرے ہی ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ میں ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہوں۔

فرمایا۔ اذیت رساں باتوں کو سن کر صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگ خدا کے لئے بیٹے قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ان کو امن سے رکھتا اور رزق دیتا ہے۔

فرمایا۔ خدا کے لئے محبت کرنا اور خدا کے لئے دشمنی کرنا بہترین اعمال میں سے ہے۔

فرمایا جو شخص امین و دیانت دار نہیں اُس کا ایمان کامل نہیں۔ بیہقی۔

عمرو بن عبسہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پوچھا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ اسلام میں کون کون تھا۔ آپ نے فرمایا ایک آزاد شخص اور ایک غلام۔ پھر پوچھا اسلام کی نشانی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا پاکیزہ کلام اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔ پھر پوچھا ایمان کی علامت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا صبر و سخاوت۔ پھر پوچھا سب سے بہتر اسلام کس کا ہے آپ نے فرمایا اس شخص کا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ پھر پوچھا ایمان کی بہتر بات کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا خلق۔ پھر پوچھا نماز میں بہتر بات کیا ہے فرمایا دیر تک قیام کرنا۔ پھر پوچھا بہتر ہجرت کون سی ہے۔ فرمایا ان کاموں کا چھوڑ دینا جن سے خدا ناخوش ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

فرمایا تو صرف خدا کے واسطے محبت کر۔ خدا کے لئے دشمنی کر۔ اسی کی یاد میں زبان

تو یار کھ ۔ جس چیز کو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے۔ اُسے دوسروں کے لئے بھی بہتر سمجھ۔ جس کو اپنے لئے بُرا خیال کرتا ہے اُسے دوسروں کے لئے بھی بُرا سمجھ۔

فرمایا بڑے بڑے گناہ یہ ہیں۔ کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا کسی کو بلاوجہ شرعی مار ڈالنا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ سود کھانا۔ جادو کرنا۔ یتیم کا مال کھانا۔ میدان جنگ سے بھاگنا۔ کسی پر ناحق تہمت لگانا ۔۔۔ (بخاری۔ مسلم)

فرمایا۔ وہ شخص جو بات کرتے وقت جھوٹ بولے ۔ وعدہ کر کے اُسے پورا نہ کرے امانت میں خیانت کرے ۔ وہ شخص منافق ہے ۔ خواہ وہ نماز پڑھنے والا اور روزے رکھنے والا ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

فرمایا۔ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو۔ اگرچہ وہ تمہیں یہ حکم دیں ۔ کہ اپنی بیوی اور مال دولت کو چھوڑ دے ۔ قصداً نماز ترک نہ کرو۔ شراب نہ پی کہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ جہاد میں پیٹھ نہ دکھا اپنے کنبہ پر خرچ کرنے میں بخیلی نہ کرو۔ اپنے اہل و عیال کو ادب سکھا۔ خواہ اُن کو مارنے کی ضرورت پیش آئے۔ اُن کو اچھی تعلیم دے ۔ اور بُری باتوں سے بچا۔ (مسند احمد بن حنبل)

فرمایا۔ لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر کہا جائے گا کہ مخلوق کو خدا نے پیدا کیا تو کہیں گے خدا کو کس نے پیدا کیا ۔ پس جس شخص کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو ۔ وہ فوراً کہے میں خدا اور رسول پر ایمان لایا ۔

فرمایا۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں ۔ پھر قسم دیتا ہوں کہ تقدیر کے متعلق آپس میں مت جھگڑو اور جو شخص تقدیر کے بارے میں بحث و گفتگو کرے گا ۔ قیامت کے دن اُس سے بازپرس ہوگی (ترمذی)

فرمایا۔ جب تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک گیا تو اُسے تسلیم کر و۔ لیکن اگر یہ سنو کہ فلاں شخص کی خلقت جبلت بدل گئی تو اُسے نہ مانو۔

فرمایا۔ انسان کا یہی جھوٹ کافی ہے ۔ کہ جس بات کو سنے اُسے بغیر تحقیق کے بیان کر دے ۔

Marfat.com

فرمایا۔ عالم پر عابد اسی طرح فضیلت رکھتا ہے جس طرح میں تم پہ ۔

فرمایا۔ منافق میں نیک اخلاق اور مذہب کی سمجھ دونوں جمع نہیں ہوتیں۔

فرمایا جو شخص علم حاصل کرتا ہے۔ تو وہ علم اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ کسی کو مغالطہ نہ دو۔

فرمایا۔ پاک و صاف رہنا نصف ایمان ہے۔

فرمایا۔ اسلام کی بہتر صفت یہ بھی ہے کہ آدمی بیکار اور فضول باتوں کو چھوڑ دے
(موطا امام مالک)

فرمایا۔ آدمی حسن خلق سے رات بھر عبادت کرنے اور دن بھر روزہ دار رہنے والے کا درجہ
حاصل کر لیتا ہے۔ (موطا امام مالک)

فرمایا۔ مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ اخلاق کی خوبیوں کو پورا کروں۔ (موطا)

فرمایا۔ ہر مذہب کا خلق خاص ہے۔ اسلام کا خلق حیا ہے۔ (موطا)

فرمایا۔ وہ آدمی زور آور نہیں جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دے۔ زور آور وہ ہے
اپنے نفس پر غصے کے وقت قادر رہو۔ (موطا)

فرمایا۔ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ غصہ رہنا جائز نہیں۔ تین دن کے بعد
بہتر وہ ہے جو سلام وعلیکم میں پہل کرے۔ (موطا)

فرمایا۔ کسی سے بغض نہ کرو۔ نہ حسد کرو۔ اور نہ کسی سے پیٹھ پھیرو۔ بلکہ دنیا میں
بھائیوں کی طرح رہو۔ (موطا)

فرمایا کسی کی برائیوں کی ٹوہ نہ لگائیو۔ نہ ہی کسی پہ بدگمانی کرو۔ نہ حرص و لالچ کرو۔ نہ
کسی سے حسد کرو۔ (موطا)

فرمایا۔ خدا قیامت کے دن اس شخص کو ہرگز نہ دیکھے گا۔ جس کا تکبر اس کے لباس سے ظاہر
ہو۔ (موطا)

فرمایا مسکین وہ نہیں ہے۔ جو گھر گھر مانگتا پھرے۔ بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ لیکن وہ کسی سے نہ مانگے۔

فرمایا ایک پیاسا شخص کسی راستے پر جا رہا تھا۔ اس نے پانی کی تلاش کی تو ایک کنواں ملا اس نے کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ پانی پی کر باہر نکلا۔ تو اس نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے بے کل تھا۔ وہ آدمی پھر کنوئیں میں اتر گیا اور اپنی جوتی پانی سے بھر کر جوتی کو منہ سے پکڑا۔ اور اوپر چڑھا۔ اس طرح اس نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی۔ حق تعالیٰ اُس کے اس فعل سے خوش ہوا۔ اور اسے بخش دیا۔

فرمایا۔ اپنے بھائی کا تحفہ ضرور قبول کرو۔ خواہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔

فرمایا۔ جو شخص کسی کی بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے۔ تو وہ پروردگار کی رحمتوں میں گھس جاتا ہے۔ اور جب تک وہاں بیٹھتا ہے۔ تو وہ رحمت اس شخص کے اندر گھس جاتی ہے

فرمایا۔ اپنے بالوں کی عزت کرو۔ یعنی انہیں سنوار کر رکھو۔ انہیں اس طرح پریشان نہ جس طرح شیطان کے ہیں۔

فرمایا۔ آپس میں محبت کرنے والے قیامت کے دن میرے عرش کے سائے میں ہوں گے۔

فرمایا۔ سات آدمی قیامت کے دن رحمت خداوندی کے سایہ میں ہوں گے۔ منصف حاکم ۲۔ پاکیزہ خیال نوجوان۔ ۳۔ غازی۔ ۴۔ جو صرف خدا کے لئے محبت کرے۔ ۵۔ جو قدرت رکھنے کے باوجود زنا سے بچے۔ ۶۔ جو لوگوں سے چھپا چھپا کر خیرات کرے۔ اور ساتویں وہ جو اپنے گناہوں پر نادم ہو کر روئے۔ (موطا)

فرمایا۔ جب کسی گھر میں داخل ہو تو اجازت لئے بغیر اندر مت جاؤ۔ خواہ وہ تمہاری ماں کا گھر ہی کیوں نہ ہو۔ (موطا)

فرمایا۔ جو شخص اس طرح کتا پالے۔ کہ نہ تو وہ اس کے گھر کی حفاظت کرتا ہو۔ اور نہ کھیتوں کی۔ تو ہر روز ایسے شخص کے نیک اعمال بقدر ایک قیراط کم ہوتے رہیں گے۔ (موطا)

Marfat.com

فرمایا: جب تم تین ہو تو دو آدمی علیحدہ ہو کر کانا پھوسی نہ کریں۔ کیونکہ اس سے تیسرے کو رنج ہوتا ہے۔

فرمایا: سب سے بُرا آدمی وہ دو غلا ہے جو ایک گروہ کے پاس جاکر اُن کی سی بات کرے۔ پھر دوسروں کے پاس جاکر ان کی سی بات کہے۔

فرمایا: اللہ تین باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ بہت باتیں کرنے سے۔ فضول خرچی کرنے اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے۔ (موطا)

فرمایا: ذلیل ہے وہ جو کسی سے مانگتا ہے۔ (موطا)

فرمایا: محنت مزدوری کر کے روزی کمانے والا اس شخص سے بدرجہا بہتر ہے جو مانگتا پھر

فرمایا: اے لوگو پناہ مانگو غم کے کنوئیں سے۔ پوچھا گیا یا حضرت وہ غم کا کنواں کیا ہے۔ فر وہ دوزخ کا ایک غار ہے۔ جس سے دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے۔ اس میں وہ قرآن پڑھنے والے داخل ہوں گے جو دوسروں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں۔

فرمایا: پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی مال حرام کی خیرات قبول ہوتی ہے

فرمایا: بچو دو چیزوں سے کہ وہ لعنت کا سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ راستہ میں پاخانہ کیا جائے دوسرے کسی سایہ دار جگہ میں نجاست پھیلائی جائے۔

فرمایا: دو آدمی یا دو عورتیں ایک جگہ ننگے نہ ہوں۔ اور نہ ہی ننگے ہو کر باتیں کریں۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

فرمایا: کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔ (ترمذی)

فرمایا: اگر میں اپنی امت پر اس بات کو مشکل نہ جانتا تو یہ حکم دیتا کہ وہ عشا کی نماز دیر سے پڑھیں اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔ (بخاری مسلم)

فرمایا: مسواک منہ کی پاکی کا سبب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

فرمایا: وہ نماز جو مسواک اور وضو کر کے پڑھی جائے اُس نماز سے ستر درجے اچھی ہے جو مسواک

Marfat.com

کے پڑھی جاوے۔

فرمایا: ایک ننگے آدمی کو میدان میں نہاتے ہوئے دیکھ کر آپ منبر پر چڑھے۔ خدا کی حمد و ثنا کی۔ اور فرمایا خداوند تعالیٰ حیادار ہے۔ پردہ پوش ہے۔ اور حیا اور پردہ پوشی کو محبوب رکھتا ہے۔ پس تم میں سے اگر کوئی میدان یا کھلی جگہ میں غسل کرے۔ تو اسے چاہیئے کہ وہ پردہ کرے۔

فرمایا: جب تم رفع حاجت کو جاؤ تو اسی جگہ جاؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے۔

فرمایا: جس گھر میں بت تصویر یا کتا۔ یا ناپاک آدمی ہوں۔ وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے

فرمایا: جو شخص حائضہ عورت سے جماع کرے۔ یا عورت سے دبر میں صحبت کرے۔ یا نجومی (فال نکالنے والے۔ رمل والے۔ سحر کرنے والے) کاہن کے پاس جائے۔ پس وہ انکاری ہے اسلام سے۔ (ابن

فرمایا: خدا کے نزدیک بہتر عمل یہ ہے۔ کہ وقت مقررہ پر نماز ادا کی جائے۔ اس کے دوسرے درجہ پر یہ ہے۔ کہ ماں باپ کی اطاعت کی جائے۔

فرمایا: لعنت ہے ان مردوں اور عورتوں پر جو قبروں پر جاکر سجدہ کریں۔ اور وہاں چراغ جلائیں۔ (ترمذی ابوداؤد۔ نسائی)

فرمایا: اگر کسی آدمی سے تم نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر رکھا ہو۔ اور پھر تم اُسے قتل کر دو تو یقیناً تم جنت کی بو تک نہ پاؤ گے۔

فرمایا: جو آدمی خودکشی کرتا ہے۔ اُسے دوزخ میں سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ عذاب اسی طرح کا ہوگا جس طرح اُس نے اپنی موت اختیار کی ہوگی۔

فرمایا: جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا۔ اُسے بھی قتل کیا جائے گا۔ اگر اُس کا کوئی عضو کاٹے گا تو اس کا بھی وہی عضو کاٹا جائے گا۔

فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی اور جس نے جوا کھیلا۔

Marfat.com

اور جس نے احسان جتلایا۔ اور جس نے ہمیشہ شراب پی۔

ویلم حمیری نے کہا یا رسول اللہ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں۔ ہم گیہوں کی شراب بناتے ہیں۔ جو ہمارے جسم کو قوت پہنچاتی ہے۔ سخت کاموں میں مدد دیتی ہے سردی سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ آپ نے پوچھا کیا وہ نشہ لاتی ہے۔ عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا اس سے بچو۔ عرض کیا لوگ اسے نہ چھوڑیں گے۔ فرمایا اگر وہ نہ چھوڑیں تو تم ان سے لڑو۔ (ابوداؤد)

فرمایا: شراب پینے والا۔ رشتہ داروں سے قطع تعلق رکھنے والا۔ اور جادو پر یقین رکھنے والا جنت میں نہ جائے گا۔

فرمایا: پیٹ کو پیپ سے بھر لینا اس سے بہتر ہے کہ شعر کہا جاوے۔

فرمایا: حیا اور زبان کو قابو میں رکھنا ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ اور فحش گوئی اور بے ہودہ باتیں نفاق کی دو علامتیں ہیں۔

فرمایا: قیامت کے دن مجھ کو سب سے عزیز و محبوب اور مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہونگے جو تم میں زیادہ خوش اخلاق ہوں گے۔ اور مبغوض ترین اور مجھ سے بہت دور وہ لوگ ہوں گے جو بد اخلاق۔ زیادہ باتیں بنانے والے۔ فضول باتیں کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں گے۔

فرمایا: جو شخص کسی کو کافر کہے۔ یا خدا کا دشمن کہے۔ اور وہ ایسا نہ ہو۔ تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ پڑتا ہے۔ (بخاری مسلم)

فرمایا: مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔ (مسلم)

فرمایا: سچ بولنا اختیار کرو۔ اس لئے کہ سچ بولنا نیکی کا رستہ دکھاتا ہے۔ اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ یا سچ بولنے کی کوشش کرتا ہے وہ خدا کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ بچو تم جھوٹ سے کہ جھوٹ فسق و فجور

Marfat.com

کی طرف لے جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

فرمایا: قیامت کے دن میں تین شخصوں کا دشمن ہوں گا۔ ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے اور پھر اس سے پھر جائے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت کھا جائے۔ اور تیسرا وہ شخص جو کسی مزدور کو اجرت پر لے کر اس سے پورا کام کرائے اور پھر اسے مزدوری نہ دے۔

فرمایا: لونڈی اگر کنواری ہے اور زنا کرتی ہے۔ تو اس کے درّے مارو۔ پھر اگر زنا کرے تو پھر درّے مارو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئے تو اسے فروخت کردو۔ اگرچہ ایک رسی کے عوض بیچنی پڑے۔ (بخاری)

فرمایا: رشک دو آدمیوں پر کرو۔ ایک تو وہ امیر آدمی جو اپنا مال راہ خدا پر لٹاتا ہے۔ اور دوسرا وہ عالم جو دنیا کو علم سکھاتا ہے۔ (بخاری)

فرمایا: قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے وہ شخص ہوگا جو ایسے پوشیدہ طریقہ سے خیرات دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو۔ کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (بخاری)

فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ دینا ضروری ہے۔ اول تو وہ محنت مزدوری کر کے مال حلال کمائے اور صدقہ دے۔ اگر اس کا مقدور نہ ہو تو صاحب حاجت مظلوم کی فریاد رسی کرے اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو برائی سے بچے اور نیکی پر عمل کرے۔ (بخاری)

فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی رسی لے کر لکڑی کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کو بیچے اور اس کے ذریعہ اللہ اس کی آبرو قائم رکھے۔ تو یہ بات اس کے لئے سوال کرنے سے بہتر ہے۔ (بخاری)

فرمایا: جو شخص سوال کرنے سے بچے گا۔ اللہ اسے فقر و فاقہ اور حاجت سے بچائے گا۔

فرمایا: ایک شخص راستے میں جا رہا تھا۔ اس نے راستے میں ایک کانٹوں سے بھری ہوئی ٹہنی

Marfat.com

دیکھ کر اسے رستہ سے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے عوض بخش دیا۔

فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے خدا قتل کے معاملات کا فیصلہ کرے گا۔

فرمایا: سب مسلمان خواہ وہ شریف ہوں یا رذیل۔ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ عالم ہوں یا جاہل۔ قصاص کی رُو سے برابر ہیں۔ اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی معمولی سا آدمی کوئی عہد کرے تو اس کی پابندی کی جائے۔ اور اگر کسی دُور کے رہنے والے مسلم نے کسی سے معاہدہ کیا ہو تو اُسے توڑا نہ جائے۔ اور ایسے شخص کو ہرگز نہ مارا جائے اپنے عہد و پیمان پر قائم ہے۔ (بخاری)

فرمایا: وہ شخص جو مسلمان سے لڑے وہ مسلمان نہیں۔ (مسلم)

فرمایا: وہ لوگ جو دنیا میں کسی کو ستاتے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں سخت عذاب دیا جائے

فرمایا: جو ہاتھ میں کوڑا لے کر لوگوں کو دھمکاتے ہیں اور ظالم کی دربانی کرتے ہیں۔ اُن پر سخت عذاب اور لعنت ہے۔ (مسلم)

فرمایا: دوزخ میں دو قسم کے لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو میں دیکھنا تک پسند نہیں کرتا ایک وہ لوگ جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ دوسرے وہ عورتیں جو باریک لباس پہن کر بناؤ سنگار کر کے مردوں کے جذبات ابھارتی ہیں۔ (مسلم)

فرمایا: جو شخص گھر والے سے اجازت لئے بغیر گھر میں داخل ہو۔ یا دروازہ سے جھانکے تو اس کی اگر آنکھ بھی پھوڑ ڈالی جائے تو کوئی جرم نہیں۔ (ترمذی)

فرمایا: جب چھوٹی عمر اور بڑی عمر کے آدمی محفل میں ہوں تو چھوٹوں کو چاہیئے کہ بڑوں کو گفتگو کا موقع دیں۔ اور ان کا ادب کریں (بخاری مسلم)

فرمایا: کسی کو زندہ آگ میں مت جلاؤ (خواہ اس کا جرم کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ عذاب فقط خدا کے لئے مخصوص ہے۔ (بخاری)

فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں لڑیں۔ تو دونوں دوزخ کے کنارے پر ہیں۔ اگر قاتل و مقتول

Marfat.com

دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (بخاری مسلم)

فرمایا: تم لڑائی میں کسی کے اعضا مت کاٹو۔

فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ وہ دوسرے کو کسی طرح بھی ڈرائے (ابوداؤد)

فرمایا: جو شخص امام وقت کے خلاف بغاوت کرتا اور امت میں تفرقہ ڈالتا ہے اسے قتل کردو (نسائی)

فرمایا: اگر غیر شادی شدہ مرد زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارو۔ اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرو۔ اور اگر شادی شدہ اس فعل کا مرتکب ہو تو اسے سنگسار کرو۔ (بخاری)

فرمایا: اگر کوئی آدمی تمہارا جرم کرے۔ تو فیصلہ کرنے والے کے پاس لانے سے پیشتر تم اُس کو معاف کر سکتے ہو۔ (ابوداؤد)

فرمایا: جس قوم میں زنا پھیل جائے۔ اُس قوم میں قحط پڑ جاتا ہے۔ اور جس قوم میں رشوت کی زیادتی ہو اُس پر اغیار کا رُعب چھا جاتا ہے (مسند احمد بن حنبل)

فرمایا: لواطت کرنے والے ملعون ہیں۔ (مسند)

فرمایا: جو شخص خدا کے احکام کو سفارش سے بدلواتا ہے۔ وہ خدا کی ضد کرتا ہے۔ اور جو شخص کسی ناحق اور جھوٹی بات کے لئے جھگڑتا ہے۔ وہ ہمیشہ خدا کے غضب میں رہتا ہے جب تک اس سے باز نہ آجائے۔ اور جو شخص کسی مسلمان پر تہمت لگاتا ہے۔ وہ بھی دوزخ کے عذاب میں رہے گا۔ جب تک توبہ نہ کرے۔ (مسند)

فرمایا: جب تم سزا دینے کے لئے کسی کو مارو تو منہ پر مت مارو۔ (ابوداؤد)

فرمایا: جو مسلمان دوسرے مسلمان کی غیبت کرتا یا چغلی کھاتا ہے وہ مردار کھانے والے سے بدتر ہے۔ (ابوداؤد)

فرمایا: جوا کھیلنے والا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ احسان کر کے جتلانے والا۔ شراب پینے والا، جنت میں کبھی نہ جائیں گے۔ (دارمی)

فرمایا: حاکم کے حکم کو سنو۔ اور اطاعت کرو۔ خواہ وہ حکم تمہیں پسند ہو یا نہ ہو۔ ہاں گناہ کے حکم میں کسی

Marfat.com

کی اطاعت نہ کرو۔ (بخاری)

فرمایا: اگر تمہارے حاکم میں کوئی ناپسندیدہ بات ہو تو صبر کرو۔ مگر تفرقہ مت ڈالو۔ کیونکہ جو جماعت سے نکلا اور پھر مر گیا تو وہ کفر کی موت مرا۔ (بخاری)

فرمایا: تمہارا بہترین حاکم وہ ہے جس سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کرے۔ جس کے لئے تم دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کرے۔ اور بدترین حاکم وہ ہے جو تم سے دشمنی کرے اور اس وجہ سے تم اس سے دشمنی کرو۔ (مسلم)

فرمایا: امارت اور سرداری امانت ہے اور یہ سرداری قیامت کے دن موجب ذلّت و رسوائی ہو گی۔ الا جس شخص نے اس کو حق کے ساتھ لیا۔ اور حق کے ساتھ نبھایا۔ اس پر ذلّت و رسوائی نہیں

فرمایا: جو حاکم مسلمانوں کی سرداری ہاتھ میں لے اور اس حالت میں مرے کہ ظالم و خائن ہو تو خداوند تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ (مسلم)

فرمایا: جس آدمی کو خداوند تعالیٰ نے رعیت کی نگہبانی سپرد کی اور اس نے بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کی تو وہ بہشت کی بو نہ پاوے گا۔

فرمایا: اے خدا میری امت کا جو حاکم میری امت کو مصیبت و مشقت میں ڈالے تو بھی اس پر مصیبت و مشقت ڈال اور جو حاکم میری امت پر نرمی و رحم کرے۔ تو بھی اس پر نرمی رحم کر۔ (مسلم)

فرمایا: سرداری حق ہے۔ لوگوں کے لئے سردار کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اکثر سردار دوزخی ہوں گے۔ (ابوداؤد)

فرمایا: بہترین جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہی جائے۔ (ابوداؤد)

فرمایا: قیامت کے دن وہ لوگ عرش کے سایہ میں سب سے پہلے جائیں گے جو امیر اور حاکم ہو کر حق بات کو مانیں اور لوگوں پر خرچ کریں۔ اور لوگوں پر اس طرح حکومت کریں جس طرح اپنے آپ پر کرتے ہیں۔ (مسند)

Marfat.com

فرمایا: کسی سے کوئی چیز نہ مانگ حتیٰ کہ اگر تو سوار ہے اور تیرا کوڑا گر جائے تو کسی کو نہ کہہ کہ وہ تجھے اٹھا دے۔ (مسند احمد)

فرمایا: جیسے تم ہوگے ویسے ہی تمہارے حاکم ہوں گے۔ (بیہقی)

فرمایا: اے حاکمو! رعیت پر آسانی کرو۔ دشواری میں نہ ڈالو۔ انہیں تسکین دو۔ نفرت نہ دلاؤ۔ (بخاری)

فرمایا: اگر کسی حاکم نے اپنا دروازہ مظلوموں اور حاجت مندوں پر بند کر دیا۔ تو اللہ اپنی رحمت کے دروازے اس کی ضرورت و حاجت کے وقت بند کرے گا۔ (بیہقی)

فرمایا: جب حاکم غصے میں ہو تو اسے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (بخاری)

فرمایا: رشوت لینے والا۔ رشوت دینے والا دونوں آگ کا شکار ہوں گے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

فرمایا: جس شخص کو کسی کام پر مقرر کر دیا گیا۔ اور اس کی اجرت و تنخواہ بھی مقرر ہو چکی تو اس سے زیادہ وہ جو کچھ لے گا خیانت ہے۔ (ترمذی)

فرمایا: اگر کوئی شخص کسی حاکم سے کسی کی سفارش کرے۔ اور پھر اس حاکم کو کوئی تحفہ بھی دے۔ اور حاکم وہ تحفہ قبول کرے تو یہ ایسا ہے جیسے حاکم نے سود کھایا۔ (ابوداؤد)

فرمایا: اگر ایک آدمی قسم کھا کر کسی کا حق مارے۔ تو اس پر خدا نے دوزخ واجب کر دیا۔ اور جنت اس پر حرام ہوگئی۔ اور وہ چیز بھی جس کے لئے قسم کھائی ہے۔ خواہ وہ چیز کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

فرمایا: جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرے۔ جو اس کی نہ ہو تو وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈے۔ (مسلم)

فرمایا: بہترین گواہ وہ ہے۔ جو دریافت کرنے سے پہلے گواہی دے۔ اور حق بات کہے (مسلم)

فرمایا: گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے۔ اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔ (ترمذی)

فرمایا: اے صحابہ وہ لوگ تم سے بہتر ہوں گے۔ جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے۔ مجھ کو نہ دیکھیں گے اس کے باوجود مجھ پر ایمان لائیں گے (مسند)

Marfat.com

فرمایا: جو کام کسی نے زبردستی کروایا جائے۔ خدا اُسے معاف کر دیتا ہے۔ اسی طرح غلطی سے کیا گیا کام بھی معاف ہو جاتا ہے۔

فرمایا، جو شخص میری امت میں سے کسی شخص کی دینی یا دنیوی حاجت پوری کرے اور اُس سے اُس کا منشا اُس شخص کو خوش کرنا ہو۔ تو اُس نے مجھے خوش کیا۔ جس نے مجھے خوش کیا۔ اُس نے خدا کو خوش کیا۔ اور جس سے اللہ خوش ہوا۔ وہ جنت میں جائے گا۔ (بیہقی)

فرمایا: جو شخص کسی مظلوم کی داد رسی کرے گا۔ اللہ اس کے لئے بہتر بخشش لکھ دیتا ہے۔ (بیہقی)

فرمایا، مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کرو۔

فرمایا: علم حاصل کرنا۔ ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔

فرمایا: علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں چین بھی کیوں نہ جانا پڑے۔

فرمایا: سنگدلی کا علاج یہ ہے۔ کہ یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا جائے اور غریبوں کو کھانا کھلایا جائے (مسند)

فرمایا: بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم اُس بیٹی کے ساتھ سلوک کرو جو تمہاری طرف واپس آگئی ہو۔ اُس کو طلاق مل گئی ہو۔ یا اُس کا شوہر مر گیا ہو۔ اور اُس کے لئے کمانے والا کوئی نہ ہو۔

فرمایا: وہ شخص مومن کامل نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے۔ اور اس کا ہمسایہ پاس ہی بھوکا ہو۔ (بیہقی)

ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ایک عورت بہت نماز پڑھتی اور کثرت سے روزے رکھتی ہے۔ خیرات کرنے میں سخی ہے۔ لیکن وہ اپنی زبان سے ہمسایوں کو اذیت دیتی ہے۔ فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ اُس شخص نے کہا ایک اور عورت ہے جو روزے بھی کم رکھتی ہے۔ سخی بھی زیادہ نہیں۔ نماز بھی کم پڑھتی ہے۔ لیکن اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا وہ جنتی ہے۔ (مسند)

ایک دن آپ نے کھڑے ہو کر تین دفعہ کہا۔ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس سے لوگ بھلائی کے متوقع اور امیدوار ہوں۔ اور اُس کے شر سے محفوظ و مامون ہو کر بسر کرتے ہوں۔ (ترمذی)

فرمایا: جو شخص کسی مسلمان میں کوئی عیب دیکھے اور پھر اس کو چھپائے تو اُس کو اتنا ثواب ملے گا
جتنا اُس شخص کو ملتا ہے۔ جس نے زندہ لڑکی کو دفن ہونے سے بچایا۔ (مسند)

فرمایا: لوگوں کو اپنے مرتبہ پر رکھو۔ (ابوداؤد)

فرمایا: جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی اُس وقت مدد نہ کرے جب کہ اس کی بے حرمتی یا بے عزتی
کی جاتی ہو تو اللہ بھی اُس کی مدد اُس موقعہ پر نہ کرے گا۔ جہاں کہ وہ اس کی مدد پسند کرتا ہے (ابوداؤد)

فرمایا: باپ اپنے بیٹے کو اچھی تعلیم یا ادب نیک سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔ (ترمذی)

فرمایا: اپنی اولاد کو نیکی کی ایک بات بتادینا خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی)

فرمایا: جو شخص اپنے کھانے پینے میں سے یتیم کو حصہ دے خداوند تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دیتا ہے

فرمایا: جو لوگ خدا کی مخلوق پر رحم کرتے ہیں رحمٰن اُن پر رحمت و شفقت کرتا ہے۔ تم زمین والوں
پر رحم کرو۔ تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے (ترمذی)

فرمایا: جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ بڑوں کی عزت نہ کرے۔ نیکی اور بھلائی کا حکم نہ دے
بدی اور برائی سے منع نہ کرے۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی)

فرمایا: وہ شخص خدا پر ایمان نہیں لاتا جس کے ہمسائے اس کی برائیوں سے محفوظ نہ ہوں (مسلم)

فرمایا: خداوند تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیگا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو میری خوشنودی حاصل کرنے کے
لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ اور آج میرے
سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

فرمایا: نیک اور بد ہم نشین مشک بیچنے والے اور دھونکنی دھونکنے والے کی مانند ہیں مشک و
بیچنے والا یا تو تجھ کو مشک مفت دے گا یا تو اُس سے خریدے گا۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم
اُس کی خوشبو ضرور تیرے دل و دماغ کو تازہ کر دے گی۔ اور دھونکنی دھونکنے والا یا تو
تیرے کپڑوں کو جلا دے گا۔ یا تو اُس سے دھواں حاصل کرے گا۔ (مسلم)

فرمایا: تم کفار کو دوست نہ بناؤ۔ اور اپنا کھانا صرف پرہیزگاروں کو کھلاؤ۔ (ترمذی)

Marfat.com

فرمایا: اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کیونکہ یہ بدترین جھوٹی بات ہے۔ کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو جاسوسی مت کرو۔ کسی کے سودے کو نہ بگاڑو۔ آپس میں حسد نہ کرو۔ بغض نہ کرو۔ غیبت نہ کرو۔ خدا کے سامنے بندے بھائی بن کر رہیں۔ (مسلم)

فرمایا: اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ۔ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ (ابوداؤد)

فرمایا: مسلمان ایک ہی سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ (مسلم)

فرمایا: خدا کو بردباری اور غور و فکر کے بعد کام کرنے کی عادات پسند ہیں (مسلم)

فرمایا: ہر کام غور و فکر سے کرو۔ کیونکہ یہ بات خدا کی جانب سے ہے اور جلدی کرنا شیطان خاصہ ہے (ترمذی)

فرمایا: اپنے کام کو تدبیر کے ساتھ کر۔ اگر اس کا انجام اچھا نظر آئے تو کر۔ اگر انجام میں خرابی ہے تو اسے چھوڑ دے۔

فرمایا: نیکی کے کام کے سوا ہر کام میں تاخیر کرنا بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

فرمایا: میانہ روی نبوت کی خوبیوں میں سے ایک ہے۔

فرمایا: نرمی کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔ سختی، درشتی اور بے حیائی سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس لئے جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ نرمی اس کی زینت کا باعث ہے۔ اور جس چیز میں نرمی نہیں وہ عیب دار ہے۔ (مسلم)

فرمایا: بدخلق۔ بدخو اور سخت گو آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

فرمایا: حیا ایمان کا ایک جزو ہے۔ ایماندار جنت میں جائے گا۔ بے حیائی بدی کی شاخ اور بدکار دوزخ میں جائے گا۔ (ترمذی)

فرمایا: تم میں سے نیک ترین شخص وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ (مسلم)

فرمایا: تم میں سے وہ شخص مجھ کو پیارا ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ (بخاری)

Marfat.com

یایا: مومن۔ بردبار اور نرم خو ہوتا ہے۔ (ترمذی)

یایا: جو شخص اپنے غصہ کو ضبط کرے۔ اس حال میں کہ وہ اپنے غصہ سے اُسی وقت اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے۔ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ اس کو ساری مخلوق کی موجودگی میں اپنے سامنے بلائے گا۔ اور جس حور کو وہ انتخاب کرے گا اُسے دے دی جائیگی (ترمذی)

یایا: حیا اور ایمان لازم ملزوم ہیں۔ اِن میں سے اگر ایک صفت کسی آدمی میں نہیں تو دوسری بھی اُس میں نہ ہو گی۔ (بیہقی)

یایا: جس شخص میں رائی برابر ایمان ہو گا۔ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہ رہے گا۔ اور جس میں رتّی برابر تکبر ہوا۔ وہ جنّت نہ جائے گا۔ (مسلم)

یایا: خدا خود حسین و جمیل ہے۔ اس لئے آراستگی کو پسند کرتا ہے۔ (مسلم)

یایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے۔ اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ غصہ جاتا رہے گا۔ ورنہ لیٹ جائے۔ (مسند)

یایا: بُرا بندہ وہ ہے جس نے لوگوں پر جبر و قہر کیا۔ اور خداوند قہار و جبّار کو بھول گیا۔ بُرا بندہ وہ ہے جو دنیا کے کاموں میں پڑ کر دین کو بھول گیا۔ بڑا بندہ وہ ہے جس نے فساد ڈالا۔ اور حد سے تجاوز کر گیا۔ اور اپنی ابتدا اور انتہا کو بھول گیا۔ بُرا بندہ وہ ہے جو اپنے دین سے دنیا کو دھوکا دے۔ وہ بھی بُرا بندہ ہے جس نے دین کو شبہات سے خراب کیا۔ وہ بھی بُرا بندہ ہے۔ جس پر دنیا کی حرص اور طمع غالب ہو جائے۔ وہ بھی بُرا ہے جس کو خواہش نفس گمراہ کر دے۔ وہ بھی بُرا بندہ ہے جس کو دنیا کی حرص و رغبت خوار و ذلیل کرے۔ (ترمذی)

یایا: پینے والی چیزوں میں سے بہترین غصّہ کا گھونٹ ہے۔ جو خدا کی خوشنودی کی خاطر پیا جائے (مسند)

یایا: خدا کے نزدیک وہ بندہ عزیز ہے۔ جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے (بیہقی)

رمایا: ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہو گا۔ (بخاری)

رمایا: خداوند تعالیٰ ظالم کی رسی دراز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے ظلم کا پیمانہ لبریز ہو جائے

پھر اُس کو ایسا پکڑتا ہے کہ چھوڑتا نہیں۔ (بخاری)

فرمایا: اگر کوئی تم سے نیکی کرے تو تم بھی نیکی کرو۔ اگر کوئی برائی کرے تو تم ظلم نہ کرو۔

فرمایا: جو شخص ظالم کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

فرمایا: اپنے آپ کو مظلوم کی بددعا سے بچاؤ کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ سے اپنا حق طلب کرتا

اور خدا حق دار کو حق مانگنے سے نہیں روکتا۔

فرمایا: جب تم کسی گناہ کے کام کو ہوتے دیکھو تو اپنی قوت سے کرنے والے کو روکو۔ اگر طا

سے تم اُسے بند نہیں کر سکتے تو زبان سے نصیحت ہی کر دو۔ اگر یہ بھی ممکن نہیں تو

سے نفرت کرو اور یہ کمزوریٔ ایمان کی منزل ہے۔ (مسلم)

فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو دوزخ میں عذاب شدید دیا جائے گا۔ اُس کی سزا

کو دیکھ کر دوزخی اس سے پوچھیں گے تم تو ہم کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ یہ تمہارا ا

کیوں ہے۔ وہ رو کر کہے گا۔ میں تمہیں تو کہتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا۔

فرمایا: لوگ اس وقت تک ہلاک نہ ہوں گے جب تک ان میں گناہ کی زیادتی نہ ہو جائے

فرمایا: لوگ دو نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ وہ صحت اور فراغت ہیں۔

فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

فرمایا: مومن کو اس کی نیکی کا اجر دنیا اور آخرت دونوں میں ملے گا۔ لیکن کافر کو اُس کا اجر

میں دے دیا جائے گا۔

فرمایا: بندہ اپنے مال پر فخر کرتا ہے۔ لیکن اُس کا مال صرف تین چیزیں ہیں۔ ایک تو و

اور ختم کر دی۔ دوسری وہ جو پہنی اور پھاڑ ڈالی۔ اور تیسری وہ جو راہ خدا میں صرف

فرمایا: تمہارا مال صرف وہ ہے جو تم آگے بھیج دو۔ اور جو تم نے چھوڑ دیا وہ وارثوں کا

فرمایا: دولت مندی مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ دل کا غنا ہی اصل دولت مندی

فرمایا: ان پانچ باتوں پر عمل کرو۔ پہلا اپنے آپ کو ان چیزوں سے بچاؤ جن کو خدا نے حرام

کیونکہ اگر تو ان چیزوں سے بچے گا تو تیرا شمار عبادت گزار لوگوں میں ہوگا۔ دوئم جو چیز خدا نے تیری قسمت میں لکھ دی اس پر شاکر رہ کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا تو تیرا شمار دنیا کے غنی ترین لوگوں میں ہوگا۔ سوئم اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کر کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا تو مومن کامل بنے گا۔ چہارم جو چیز تو اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسروں کے لئے بھی کر کیونکہ یہ مسلمان کی صفت ہے۔ پنجم۔ زیادہ نہ ہنس کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے (مسند)

[فرم]ایا: پرہیزگاری۔ عبادت اور اطاعت کی نسبت بہتر ہے۔ (ترمذی)

[فر]مایا: ان پانچ چیزوں کو پانچ باتوں سے پہلے غنیمت سمجھو اور قدر کرو۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو۔ افلاس سے پہلے خوشحالی کو، مشاغل سے پہلے فراغت کو، موت سے پہلے زندگی کو۔

[فرم]ایا: وہ بندہ جو حرص و ہوا اور سیم و زر کا غلام ہے۔ اس پر لعنت ہے۔

[فرم]ایا: ابن آدم کو صرف ان چیزوں پر حق ہے۔ رہنے کے لئے گھر، تن ڈھانپنے کو کپڑا، کھانا اور پانی۔ (ترمذی)

[فر]مایا: اگر تجھ میں چار باتیں موجود ہیں تو یہ دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ایک تو امانت کی حفاظت دوسرے سچ بولنا۔ تیسرے عمدہ اخلاق۔ چوتھے امانت اور پرہیزگاری۔ (مسند)

[فر]مایا: وہ شخص اچھا ہے جو زبان کا سچا۔ پرہیزگار اور منصف مزاج ہو۔ وہ نہ حاسد ہو۔ نہ کسی بات میں حد سے گزرے۔ (ابن ماجہ)

فرمایا: فقرا اور مہاجر امرا سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے۔

فرمایا: تمہیں صبر حاصل کرنے کے لئے چاہئے کہ اپنے سے کم تر کی طرف بھی نگاہ ڈالو۔ نہ کہ اپنے سے امیر کو دیکھ کر مضطرب ہو جاؤ۔ (مسلم)

فرمایا: اے خدا مجھے مسکینوں کے زمرہ میں شمار کر۔ مسکین بنا کر رکھ اور مسکین مار۔

Marfat.com

فرمایا: آدمی کے حرص وہوا کو صرف قبر کی مٹی ہی پورا کر سکتی ہے۔ (مسلم)

فرمایا: جب آدمی بوڑھا ہوتا ہے۔ تو دنیا کی محبت اور آرزو کی درازی بڑھتی جاتی ہے۔ (مسلم)

فرمایا: وہ آدمی اچھا ہے جس کی عمر زیادہ اور اعمال اچھے ہوں۔ اور وہ آدمی برا جس کو سنبھلنے کے لئے زیادہ عمر دی گئی لیکن عمل برے رہے۔

فرمایا: جو شخص خداوند بزرگ و برتر سے ڈرے اس کے لئے دولت مندی بری چیز نہیں لیکن صحت جسمانی اس سے بہتر ہے۔ خوشحالی اور خوشدلی خدا کی نعمتیں ہیں۔

فرمایا: میری امت میں بہت سے انسان بے حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے یہ وہ ہوں گے جو نہ منتر کرتے ہوں نہ نجوم و شگون پر اعتبار رکھتے ہوں۔ بلکہ اپنے خدا پر بھروسہ رکھتے ہوں گے۔

فرمایا: ترک دنیا یہ نہیں کہ تو تنگدست ہو۔ اور تیرے پاس کچھ نہ ہو۔ بلکہ زہد یہ ہے کہ تو مال و دولت سے محبت نہ کرے۔ اور جب تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو اس مصیبت میں بھی شکر کرے۔

فرمایا: رزق بندے کو اسی طرح ڈھونڈتا ہے جس طرح موت۔

فرمایا: خدا تمہارے مالوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہاری نیتوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

فرمایا: جو شخص کسی کام کو شہرت کی خاطر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ریاکاروں کی سزا دے گا۔ (مسلم)

فرمایا: جو شخص ریاکاری سے کوئی کام کرتا ہے وہ رسوا و ذلیل ہوتا ہے۔ (بیہقی)

فرمایا: خدا نے ایک ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے۔ جس کی زبانیں شکر سے شیریں۔ لیکن دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں۔ خدا اپنی قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں ضرور ان پر مصیبت نازل کروں گا۔

فرمایا: کامیابی اور نجات میانہ روی میں ہے۔

فرمایا: ریاکاری شرک ہے۔

فرمایا: جو شخص اپنی عبادت دکھلاوے کے لئے کرتا ہے۔ وہ شرک خفی یعنی ایک بڑے فتنے میں

Marfat.com

مبتلا ہے۔ (ابن ماجہ)

فرمایا: شرک اصغر سے بچو۔ کیونکہ اس سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں۔ پوچھا شرک اصغر کیا ہے... فرمایا ریاکاری...

فرمایا: مجھے اس منافق کے شر سے بہت خطرہ معلوم ہوتا ہے جو باتیں تو علم و حکمت کی کرتا ہے لیکن کام ظالموں والے کرتا ہے۔ (بیہقی)

فرمایا: مجھ کو پروردگار نے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرنا۔ غصہ اور رضامندی دونوں حالتوں میں سچی بات کہنا۔ افلاس و امارت دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا۔ جو مجھ سے قطع تعلق کرے اس سے بھی محبت کرنا۔ اس شخص کو بھی دینا جو مجھے محروم کرے۔ ظالم کو باوجود قدرت انتقام کے معاف کرنا۔ کہ میری خاموشی غور و فکر ہو۔ کہ میری گویائی ذکر الٰہی ہو۔ کہ میری نظر عبرت حاصل کرنے کے لئے ہو۔ کہ میں لوگوں کو نیک راہ پر لگاؤں۔

فرمایا: جس طرح بہت سے اونٹوں میں سے بمشکل ایک سواری کے قابل ہوتا ہے اسی طرح آدمیوں میں سے بھی کوئی کوئی انسان ہوتا ہے۔

فرمایا: قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ تم اپنے خلیفہ کو قتل نہ کر ڈالو۔ آپس میں نہ لڑو تاکہ تمہاری دنیا کے مالک شریر و بدکار لوگ نہ ہو جائیں۔ (ترمذی)

فرمایا: قیامت اس وقت تک نہ آئے گی۔ جب تک بداصل اور بدسیرت اشخاص دنیاوی جاہ و جلال کے مالک نہ ہو جائیں۔ (ترمذی)

فرمایا: وہ وقت آنے والا ہے جب دین پر عمل کرنا اسی طرح مشکل ہوگا۔ جس طرح مٹھی میں انگارہ دبا کر رکھنا۔ (ترمذی)

فرمایا: جو لوگ خائن ہوں اُن پر دشمنوں کا رعب چھا جاتا ہے۔ جو لوگ زناکار ہوں ان میں موتیں زیادہ ہوتی ہیں جو قوم ناپ تول میں کمی کرے وہ مفلس و قلاش ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

جس قوم کے امراء عادل و منصف نہ ہوں اُس میں خونریزی پھیل جاتی ہے۔

فرمایا: جو قوم اپنے عہد کو توڑے اُس پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (موطا)

فرمایا: میرا زمانہ نبوت کا رحمت کا زمانہ ہے اس کے بعد خلافت و رحمت کا زمانہ ہوگا۔ پھر ظالم بادشاہوں کا عہد ہوگا۔ اس کے بعد کبر، غرور، قہر غلبہ اور فساد فی الارض پیدا ہوں گے۔ اس وقت لوگ ریشمی کپڑے حلال سمجھ کر پہنیں گے۔ زنا اور شراب کو جائز قرار دیں گے۔ باوجود اس کے کہ انہیں رزق کافی ملے گا۔ پھر بھی ان باتوں سے باز نہ آئیں گے۔

فرمایا: ایسے فتنے آنے والے ہیں۔ کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا۔ تو شام کو کافر، شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر۔ اور وہ اپنے دین کو تھوڑی سی دنیا کے عوض بیچ ڈالے گا۔

فرمایا: عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ جب قاتل کو یہ خبر نہ ہوگی کہ وہ کس لئے دوسرے کو قتل کر رہا ہے۔ اور مقتول کو یہ پتہ نہ ہوگا کہ وہ کس جرم میں قتل ہو رہا ہے۔ (مسلم)

فرمایا: میری امت میں خلافت صرف تیس برس رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت قائم ہو جائے گی۔ (مسند۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

فرمایا: میری امت میں جب نفاق پڑ گیا تو یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ بہت سے لوگ مشرک ہو جائیں گے۔ بہت سے بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے۔ اور میری امت میں تیس جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔ ہر ایک یہ سمجھے گا کہ وہ خدا کا نبی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (ترمذی)

Marfat.com

اعجازِ صاحب القرآن

ردِّ عمل تو قانونِ فطرت اور الٰہی ہے۔ تاریک شب میں روزِ روشن کا انتظار کیا جاتا ہے
خزاں کو دیکھ کر بہار کی امید بندھ جاتی ہے چاند ستاروں کے غائب ہونے پر پھر آفتاب کی
روشنی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ سردی کے بعد گرمی کا ظہور ہوتا ہے۔ جس طرح مادی دنیا
کے لیل و نہار کا ہر عمل مادی قوانین کے مطابق ہے۔ اسی طرح روحانی عالم کے بھی خاص
قوانین و ضوابط ہیں۔ یہ ایک حقیقی نظام ہے۔ جس کے ماتحت انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی پاک
فطرتوں اور غیر مرئی ہستیوں (ملائکہ) کی تخلیق ہوتی ہے۔ پھر یہ نظام خاص طور پر ایک غیر فانی
طاقت کی نگرانی میں انبیاء اور (ملائکہ) کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

جب عالم کون و فساد انسانیت سوز کرداروں سے مجروح ہو جاتا ہے۔ کذب و بطلان کی تاریک
گھٹائیں انسانی دل و دماغ پر چھا جاتی ہیں۔ عالم بالا تک پرواز کرنے والی ہستی اپنے افعال
شنیعہ سے تحت الثریٰ کی دلدل میں پھنس جاتی ہے۔ نائب خدا حدود و منبعہ کو پھلانگ کر اپنے

مالک حقیقی سے دُور بھاگنا طبیعت ثانیہ بنا لیتا ہے۔ عدل و انصاف۔ حق و صداقت۔ رحم و کرم۔ عفو و لطف کا جنازہ اُٹھ جاتا ہے۔ بدیوں کی ظلمت محیط ہو جاتی ہے۔ تو آفتاب ہدایت نمودار ہوتا ہے۔ کفر و بدعت کی خزاں زدہ بستی میں بہار نبوت رونق افروز ہوتی ہے۔ بد اخلاقی کی روک تھام اور بگڑی ہوئی فطرت کو صحیح روپ میں پیش کرنے کے لئے انسانی اوصاف کو جلا دینے، بکھرے ہوئے انسانی شیرازہ کے تانے بانے کو جوڑنے، حقیقت سے بھٹکی ہوئی بحر ظلمات میں غوطے کھانے والی جماعت کو بصارت و بصیرت سے نوازنے کے لئے ایک ایسی ہستی کی بعثت ہوتی ہے جو انسانی اوصاف حمیدہ کی پیکر ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ قوت مدرکہ۔ عمل پیہم۔ عزم و استقلال علم و معرفت کی حامل ہوتی ہے۔ اس سے ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر اعمال صادر ہوتے ہیں۔ اس سے عجیب و غریب خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس کی روح اعظم اِذن خداوندی سے سارے عالم مادی پر محیط ہو جاتی ہے۔ وہ مادی دنیا کے اسلوب عالم کون و مکان کے قوانین و ضوابط پر غالب آ جاتے ہیں۔ اس لئے وہ چشم زدن میں عالم بالا کی تمام وسعتوں کو اپنے اندر سمو کر عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے۔ چاند اس کے ایک اشارے سے اپنی فطرت کو بدل دیتا ہے۔ سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے۔ پتھر سے چشمے اُبلنے لگتے ہیں۔ اس کے ہاتھ کی دی ہوئی چند خشک روٹیاں سینکڑوں انسانوں کو سیر کر دیتی ہیں۔ اس کی انگلیوں سے پانی کی نہریں بہہ نکلتی ہیں۔ اس کے نفس پاک سے بیمار صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ مردے زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ ایک مٹھی بھر خاک سے تن تنہا ایک لشکر جرار کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ کوہ و صحرا۔ بحر و بر۔ جاندار و بے جان بحکم الٰہی اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ مگر با ایں ہمہ وہ بندہ و بشر ہوتا ہے۔ اور اس سے جو کچھ عجائب قدرت ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اس کا نہیں بلکہ اس کے رب کا فعل ہوتا ہے۔ اسی خالق کی مشیت اور قدرت کے کرشمے پیغمبر کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہ طور پر نبوت و رسالت سے نوازا گیا تو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ان کی تصدیق رسالت کے لئے چند معجزات بھی عطا فرمائے۔ ایک معجزہ ان کا عصا بھی تھا جو پھینک دینے کی صورت میں اژدھا کی شکل میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس مقام پر آتا ہے کہ ڈال دے اپنی لاٹھی۔ پھر جب اس کو پھن ہلاتے ہوئے پتلا سانپ دیکھا۔ تو حضرت موسیٰ منہ پھیر کر بھاگنے لگے۔ لاٹھی پہلے پتلا سانپ بن جاتی ہے۔ اور بڑھتے بڑھتے اژدھا کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ (سورۃ قصص)

اس آیت کریمہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل نہ تھا۔ ورنہ حضرت موسیٰ کو بھاگنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر انہوں نے لاٹھی کا سانپ اپنی مرضی سے بنایا ہوتا تو وہ اپنے اس فعل کی تاثیر اور اس کے نتیجے سے واقف ہوتے۔ لیکن جب انہوں نے عصا کو ایک اژدھا کی شکل میں دیکھا تو بتقاضائے بشریت خوف زدہ ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس حالت کو دیکھ کر فرمایا۔ (ترجمہ) پکڑ اسے۔ اور مت خوفزدہ ہو۔ ہم ابھی پھیر دیں گے اس کو پہلی حالت میں۔ (سورۃ طٰہٰ)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف یہی تھا کہ اس اژدھا کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ اس کو پہلی حالت میں تبدیل کرنا خداوند قدوس کا کام تھا اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارادہ کو کچھ بھی دخل نہ تھا۔ ایک دفعہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مخصوص معجزہ کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ان کو جواب ارشاد فرمایا "آپ ان کو کہہ دیں۔ نشانیاں اور معجزات تو اللہ کے پاس ہیں" (سورہ انعام) اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ معجزہ پیغمبر کے اپنے بس کی بات نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے نبی کے ہاتھ پر صادر فرماتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو اس کے بعد نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی پر انکار ہو سکتا ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے سے۔ کیونکہ یہ فعل خود باری تعالیٰ کا تھا اور اس کے لئے کوئی

Marfat.com

پھیرونا ممکن نہیں۔

یاد رہے کہ خارق عادت فعل پر تعجب ضرور ہوتا ہے۔ لیکن وہ قابل انکار نہیں ہوتا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر اس بات پر حیرت انگیز خوبی موجود نہ ہو تو وہ معجزہ کہلانے کے مستحق نہیں کیونکہ اعجاز کے معنی ہی یہی ہیں کہ آدمی اس کے سمجھنے سے عاجز رہے۔

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس عالم کون و فساد میں ایسی قوم پیدا نہیں ہوئی جس نے خارق عادات کاموں کے وقوع کا اقرار نہ کیا ہو دنیا کے ہر مذہب اور فرقہ نے صرف اقرار نہیں کیا۔ بلکہ ایسے واقعات کو انہوں نے کثرت سے چار دانگ عالم میں پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ دنیا کے ہر ذی شعور اور صاحب فہم و ادراک انسان نے ان کو تسلیم کیا۔ جرمنی کے ہیوگ اور ہیگل نے اگرچہ معجزات کو ناقابل تسلیم ثابت کرنے کے لئے مفروضات و تصدیقات کی بے بنیاد اور دور از قیاس توجیہات کا سہارا لیا ہے۔ مگر انہی کے ابنائے قوم نے ان کے نا قص دلائل، کمزور سہاروں اور حقائق سے جاہلانہ کج فہمیوں کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انجیل میں ذکر ہے۔ ان میں سے ایک معجزہ کا بیان اس طرح کیا گیا ہے۔

۱۔ پھر اس یعنی مسیح علیہ السلام نے وہ پانچ روٹیاں لیں۔ اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت دی۔ پھر روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیں۔ اور شاگردوں نے اور لوگوں نے ان سب کو سیر ہو کر کھایا۔ یہاں تک کہ تمام نے اپنے ہاتھ اٹھا لئے۔ مسیح کے شاگردوں نے بچے ہوئے ٹکڑوں سے بارہ ٹوکریاں بھر لیں۔ اور کھانے والے بچوں اور عورتوں کے سوا پانچ ہزار مرد تھے۔

پروفیسر ہکسلے اس انجیلی روائت پر بحث کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ تسلی بخش شہادت اور فطری حقیقت کے بعد میں یہ ماننے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ کہ میرے پچھلے خیالات غلط تھے۔

اس معجزہ کو ممکنات فطرت کی ایک نئی اور خلاف توقع مثال سمجھونگا (مقالات جلد ۵۔ صفحہ ۲۰۲)

ڈاکٹر کارپنٹر لکھتے ہیں:۔

"قائل مذہب سائنس دان کو یہ بات ماننے میں کوئی عقلی دشواری پیش نہیں آسکتی کہ اگر خالق فطرت چاہے تو کبھی کبھی قانون فطرت کے خلاف بھی کر سکتا ہے۔ مجھ کو معجزات کے خلاف سائنس کے کسی فتویٰ کا علم نہیں۔ جو معتبر شہادت کی موجودگی میں ان کے قبول سے مانع ہو۔ لہذا میرے نزدیک اصل سوال یہ ہے۔ کہ آیا اس قسم کی معتبر تاریخی شہادت موجود ہے یا نہیں۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ خالق فطرت کبھی کبھی خلاف فطرت بھی کر دیا کرتا ہے۔"

ایک محقق لکھتا ہے:۔

"اس امر کی ہمارے پاس خاصی شہادت موجود ہے جس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ بعض طبعی حوادث اس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ ان کے تمام معمولی علل و اسباب غائب ہوتے ہیں۔ مگر اجسام حرکت کرتے ہیں۔ درآں حالیکہ نہ کوئی شخص ان کو چھو رہا ہوتا ہے اور نہ ہی برقی مقناطیسی عوامل کا پتہ ہے۔ اس کی بھی شہادت موجود ہے کہ ایک نفس کا خیال دوسرے نفس میں بلا کسی وساطت کے پہنچ سکتا ہے۔ اور جس قسم کے واقعات معجزہ کہا جاتا ہے۔ ان کا وقوع اب بخیر اغلب نہیں رہا۔" ہکسلے لکھتا ہے:۔ "مریم کے کنوارپن میں مسیح کا پیدا ہونا۔ تو یہ نہ صرف ممکن التصور شے ہے۔ بلکہ علم حیاتیات کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ بعض اصناف حیوانات میں یہ روزانہ کا واقعہ ہے۔ یہی حال احیائے موتیٰ کا ہے بعض جانور مر کر مومیات کی طرح بالکل خشک ہو جاتے ہیں۔ اور عرصہ تک اسی حالت میں رہتے ہیں۔ لیکن جب ان کو مناسب حالات میں رکھ دیا جاتا ہے تو ان میں دوبارہ زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔"

ڈاکٹر وارڈ انیسویں صدی کے مایہ ناز فلسفی مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے ایک مفروضہ مثال پیش کی ہے۔ جس سے معمولی فہم و ادراک رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ

کارخانہ قدرت کے بے شمار راز ایسے ہیں۔ جن کے اسباب وعلل معلوم کرنے کے لئے ہمیں عمر نوح بھی عطا کی جائے تو ان کی ماہیت کا سمجھنا انسانی دسترس سے بہت بعید ہے فلسفی مذکور لکھتا ہے۔ فرض کرو کہ افریقہ کے صحرا میں ایک نہایت عظیم الشان سلسلہ عمارات ہے جو چار دیواری سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے اندر ایک خاص ذی عقل مخلوق آباد ہے۔ جو احاطہ سے باہر نہیں آسکتی۔ یہ عمارات ایک ہزار سے زائد کمروں پر مشتمل ہے جو سب مقفل ہیں اور کنجیوں کا پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ بڑی محنت وجستجو کے بعد کل پچیس کنجیاں ملی ہیں۔ جن سے ادھر ادھر کے پچیس کمرے کھل جاتے ہیں۔ جو سب ہم شکل ہیں۔ کیا اس بنا پر اس احاطہ کے رہنے والوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قطعیت کے ساتھ یہ دعویٰ کریں کہ بقیہ ۹۷۵ کمرے بھی اسی شکل کے ہیں۔ مذکورہ بالا مثال گو مفروضہ ہے لیکن اس سے کتنے بڑے حقائق مترشح ہیں کہ اللہ کے رموز کو اگر عقل انسانی اپنے احاطہ میں لانا چاہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے "و ما اوتیتم" (ہمیں نے تمہیں بہت تھوڑا علم دیا ہے) جب خالق کون و مکاں یہ فرما رہا ہے تو پھر اس کے ایسے افعال جن کی کنہ ہمیں معلوم نہ ہو سکے۔ جن کی تحقیق ہمارے فہم و ادراک کی پہنچ سے باہر ہو۔ ان کے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ اصول کے خلاف ہے۔ ایسا ہونا ناممکن ہے کہاں کا انصاف اور عقلمندی ہے۔

پروفیسر ہکسلے لکھتا ہے:

"پانی پر چلنا یا پانی کو بغیر کچھ ملائے شراب میں تبدیل کر دینا یا بچہ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا یا مردہ کو زندہ کر دینا یہ افعال ناممکنات سے نہیں۔ ہاں اگر ہم یہ دعویٰ کر سکتے کہ فطرت اشیا کے متعلق ہمارے علم نے تمام ممکنات کا کامل احاطہ کر لیا ہے۔ تو شاید یہ کہنا بجا ہوتا کہ آدمی کے صفات پانی پہ چلنے یا ہوا میں اڑنے کے منافی ہیں۔ لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ علم فطرت کی انتہا تک پہنچنا تو درکنار ہم اس کی ابتدا اور ابجد سے آگے نہیں بڑھے بلکہ ہماری قوتیں اس قدر محدود ہیں کہ کبھی بھی ہم ممکنات فطرت کی حد بندی نہیں کر سکتے۔"

Marfat.com

انگلستان کے مایہ ناز منطقی ولیم اسٹانلی جیونس لکھتے ہیں :"

اب تک علم سائنس کی حقیقت اور نوعیت کے متعلق جتنی بحثیں گزر چکی ہیں ان سے ایک نتیجہ جو نہایت صاف طور پر نکلتا ہے۔ اور جس کے سمجھنے میں کسی قسم کی اُلجھن پیدا نہیں ہو سکتی یہ ہے کہ ہم کارخانہ فطرت میں مداخلت خداوندی کے امکان کو کسی طرح بھی باطل نہیں ٹھہرا سکتے جس قوت نے کائنات عالم کو پیدا کیا ہے میرے نزدیک وہ اس عالم کی ہر چیز میں حذف و اضافہ بھی کر سکتی ہے۔ خارق عادت واقعات گو ہماری پرواز عقل سے بالا ضرور ہوتے ہیں مگر ناقابل یقین نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ خود عالم کا وجود ہے۔ اس میں معدودے چند ایسے افعال ہیں جن تک ہمارا ادراک پہنچ سکا ہے۔ لیکن لاتعداد افعال قدرت وہ ہیں جو باوجود انتہائی اور انتھک کوشش کے ہماری عقل کی پرواز سے باہر ہیں۔

کیا آئے دن کی نئی نئی تحقیقات قدرت کے عمیق ترین اور غیر متصود اسرار کا بین ثبوت نہیں۔ کیونکہ جب تک ایک چیز دائرہ تحقیق میں انسانی ادراک کی رسائی سے دُور رہتی ہے اس کے متعلق انسان عجیب و غریب قیاس آرائیاں کرتا رہتا ہے۔

نئے نئے گھروندے بساتا اور بگاڑتا رہتا ہے۔ کبھی انکار کبھی اقرار۔ کبھی توہم پرستی کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ کبھی حقائق کو بھی جھٹلانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی دماغ محدودیت کی قید سے آزاد نہیں۔ خواہ وہ اپنے تصور میں کتنا ہی ترقی پذیر کیوں نہ ہو۔

اگر کوئی یہ کہہ دے کہ عہد قدیم کے فلاسفر، منطق اور علم الطبیعات کے ماہر نااہل تھے۔ غور و فکر میں اُن کی پرواز کوتاہ تھی۔ تو یہ بجا نہ ہوگا۔ کیونکہ اُن کے وقت کے بیشمار حقائق آج پتھر کی لکیر کی مانند ہیں۔ اُن کی تحقیق مسلّمہ ہے۔ اُن کے وقت کی ایجادات اور صنعت و حرفت کے اصول و ضوابط اور متعدد نقاط ابھی تک مشعلِ راہ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے بہت سے نتائج جو انہوں نے بڑی کاوش اور محنت سے دنیا کے سامنے پیش کئے تھے۔ آج

Marfat.com

باطل ثابت ہو رہے ہیں۔ اس پر عصر حاضر کے فلاسفر نازاں ہیں۔

اگر ایک ایسا واقعہ ظہور میں آتا ہے جو انسانی تحقیق اور عقلی حدود سے باہر ہو تو اس کے متعلق "ہم نہ مانیں گے" کا فیصلہ صادر کر دینا یا اسباب و علل کی محدودیت اور خامیٔ عقل کی آڑ لے کر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ لندن کے ایک مشہور سرجن نے اپنے نوجوان صحت مند اور مضبوط قوائے جسمانی رکھنے والے پائیلٹ بیٹے کے متعلق عجیب و غریب بیان دیا ہے۔ جس کے اسباب و علل انسانی عقل کی حد سے باہر ہیں۔ جو بغیر شک و شبہ کے خلاف فطرت نظر آتا ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ لندن کے بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر۔ علم النفسیات اور جنسیات کے ماہر پروفیسر علم الابدان کے یکتائے روزگار عالم اس نوجوان کی حالت پر پوری تندہی اور اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں بڑے انہماک سے مصروف تحقیق ہیں۔ اس کی ابتدائی زندگی سے اب تک کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں کبھی اس عجیب کرشمہ قدرت کے ظہور کا سبب اس نوجوان پائیلٹ کے ددھیال کبھی ننھیال کے سوانح حیات میں تلاش کرتے ہیں۔ لیکن اب عاجز ہیں۔ ذہن رسا کی تمام پروازیں مدہم ہو گئی ہے۔ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

"لندن ۱۸ مارچ۔

مقامی اخبارات نے شبہ کا اظہار کیا تھا۔ کہ ایک پائیلٹ رابرٹ کوویل کی جنس میں تبدیل نہیں اس پر اس کے والد جو مشہور سرجن میجر جنرل سر ارنسٹ کوویل ہیں نے اعلان کیا ہے کہ ان کا سابق پائیلٹ بیٹا اب مرد کی بجائے واقعی عورت بن چکا ہے۔ میجر جنرل نے بتایا ہے کہ رابرٹ میرا بیٹا تھا۔ لیکن اب وہ میری بیٹی رابرٹا بن چکی ہے۔ اب اس کی جلد صاف سفید ہے۔ اس کے ہاتھ نرم و نازک ہیں۔ سینہ پوری طرح نشوونما پا چکا ہے۔ میں ایک باپ کی بجائے ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اعلان کرتا ہوں کہ اس کے ہر لحاظ سے عورت بن جانے میں کوئی کلام نہیں۔ میں اور اس کی والدہ اس تبدیلی کی جانب سے مطمئن ہیں۔ (سٹار)

اس ایک واقعہ پر کیا منحصر ہے۔ اخبارات کی اطلاعات کے مطابق متعدد خلاف فطرت واقعات کا مطالعہ کریں۔ اور ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ قدرت خداوندی کے یہ ادنیٰ کرشمے جو انسانی عقل و فکر کی حدود سے باہر ہیں۔ تو ہم معجزات کی حقیقت و اسباب و علل کو سمجھنے میں کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ویسے ہی کہہ دیا جائے کہ معجزات کا وجود ہی ایک واہمہ اور بعید از قیاس ہے۔ تو یہ کہاں کا انصاف ہے اور انسانیت ہے۔ جب قدرت خداوندی کے رموز سربستہ کا ابجد بھی ابھی تک ہماری سمجھ سے باہر ہے تو دعویٰ ہمہ گیری کے کیا معنی۔ چنانچہ چند اور واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ مزید تسلی اور اطمینان قلب کا باعث ہوں۔ اور شکوک و شبہات کے بھنور سے نجات حاصل ہو۔

۱۹۵۴ء ماہ مارچ ہفتہ اول کے تمام پاکستانی اخبارات کا مطالعہ کیجئے۔

"بغداد الجدید۔ ایک شخص مسمی عمر جو اپنی زندگی کی بائیس بہاریں دیکھ چکا ہے اچانک پیٹ کی کسی بیماری کے باعث ہسپتال میں داخل ہوا۔ ڈاکٹر نے اپنی کامل تشخیص کے بعد جب اس کے پیٹ کا اپریشن کیا تو حیرانی کی حد نہ رہی۔ کیونکہ شخص مذکور یعنی بائیس سالہ جوان کے پیٹ سے ایک مکمل انسانی بچہ نکلا۔ جس کے سر پہ لمبے لمبے بال اور منہ میں دانت تھے۔ قدرت کے اس حیرت انگیز عجوبہ کو دیکھ کر ڈاکٹر ششدر و حیران ہیں۔ اور اب عقل انسانی نے تسکین قلب کے لئے ایک راہ نجات نکال لی ہے۔ کہ حقیقت میں یہ جنین اس کا توام بھائی ہے جو اس کے ساتھ رحم مادر میں علیحدہ پرورش پانے کی بجائے کسی طرح شخص مذکور کے جسم میں داخل ہو گیا۔ لیکن جلد کے تنگ ہونے کے باعث پوری طرح نشوونما نہ پا سکا۔"

کون کہہ سکتا ہے کہ ڈاکٹروں کا یہ قیاس حقیقت ہے یا نہیں۔

مارچ ۱۹۵۴ء ہفتہ اول۔ ہندو پاک کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی "علی گڑھ کالج کی ایف اے کی کلاس میں پڑھنے والی لڑکی لڑکا بن گئی" یہ خبر کئی دن چھپتی رہی۔ ڈاکٹروں نے بہت قیاس آرائیاں کیں۔ مگر حقیقت جو کچھ تھی پردۂ اسرار میں رہی۔ اس لڑکی کے ناف سے

Marfat.com

نیچے درد ہونے شروع ہوئے اور ساتھ ہی ایک ابھار پیدا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ایک ناقابل برداشت درد کی ٹیس کے بعد جگہ پھٹ گئی۔ اور لڑکی ایک مکمل مرد کی صفات سے متصف تھی۔ کوئی بھی اس خلاف فطرت واقعہ کا انکار نہ کر سکا۔ یہاں نہ علل و معلول کا واسطہ نظر آ رہا تھا۔ اور نہ ہی سابقہ تجربات کی روشنی اس معاملہ کے اسباب کو تاریکی سے نکالنے میں مدد ثابت ہوئی۔

فروری ۱۹۵۵ء ایک جاپانی کپتان کو کسی بیماری کے باعث ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ ڈاکٹر نے جب اس کے پیٹ اور سینہ کا اپریشن کیا تو اس کے پھیپھڑوں میں سے ایک لمبا بچہ نکلا۔

آج سے کوئی چالیس سال قبل لندن ٹائمز کی اطلاع کے مطابق اللہ بخش کشمیری لندن میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے دیکھتے ہوئے کوئلوں پر چل کر دکھا دیا۔ یہی واقعہ یہیں بھی ہوا۔ دیکھنے والوں میں سائنسدان، فلاسفر، ملحد، و مجربہ الشانوں کی کافی تعداد تھی۔ جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے آگ کی جلانے کی خاصیت کو یکسر ختم ہوتے دیکھا تو کرسی بھول گئے۔ حالانکہ ان سب کا تجربہ یہ تھا کہ آگ میں جلا دینے کی خاصیت ہے۔ بعض انسان آج بھی دنیا میں ایسے موجود ہیں۔ جن کے دم کرنے سے بچھو کا درد یا سانپ کا زہر فوراً جاتا رہتا ہے۔

مسمریزم سے نگاہوں کا دھوکہ کھا جانا کہاں کی نیچرل بات ہے!

ایک آدمی کا پلاؤ کی سالم دیگ یا سالم بھنا ہوا دنبہ کھا جانا کس نیچر کے مطابق ہے؟ بھیڑیئے کا انسانی بچہ کو پرورش کرنا کس عقل کے مطابق ہے۔ حالانکہ بھیڑیئے کی فطرت انسان کو پھاڑ کر کھا جانا ہے۔ فروری ۱۹۵۵ء میں پاک و ہند کے اخبارات میں گرگ بچہ موضوع بحث بنا رہا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ سلسلہ علل و معلول کے گورکھ دھندوں کو توڑ نہیں سکتے

Marfat.com

فوق عادت کو بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ لیکن انسانی زندگی کا تجربہ اور مشاہدہ اس چیز کو روز روشن طرح صاف پیش کرتا ہے کہ لاتعداد ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں۔ جن کی توجیہ ظاہری سلسلہ ل ومعلول سے نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی اُن کی صداقت و وقوع سے انکار کر سکتا ہے۔ اس لئے یسے واقعات کو لامحالہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔

معجزات سے انکار کرنے والے دراصل وہ لوگ ہیں جو یا تو خدا کی ہستی کو واہمہ تصور کرتے ہیں یا س کو صاحب تدبیر اور صاحب ارادہ نہیں مانتے۔ اس کے برعکس سلسلہ علل ومعلول کے ناقابل شکست رکھ دھندے پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام نظام کائنات باہمی تاثیر و تاثر کا نتیجہ ہے ہری خیال اُن کے دل و دماغ میں اتنا راسخ ہو چکا ہے کہ خرق عادت کے قبول کرنے کی اُن کو جرأت یں ہو سکتی۔ حالانکہ عقل انسانی کی بے بسی اور عاجزی کا سب کو اقرار ہے۔ کیونکہ جن چیزوں تک ان کی سائی ہوتی ہے تو اُس کے متعلق بھی جو کچھ انہیں معلوم ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ یہ چیز اس طرح رہی ہے۔ لیکن اگر حقیقت پوچھی جائے کہ یہ اس طرح کیوں چل رہی ہے اور اگر بالفرض یہی چیز جودہ حرکت کے خلاف چلنا شروع کر دے تو کیا استحالہ لازم آتا ہے۔ یہ سوال اُن کے لئے ایک معمہ سے زیادہ ناقابل حل شکل اختیار کر جائے گا۔

اجرام فلکیہ اور طبقات ارضیہ تو ایک طرف رہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ بجلی میں یہ قوت ہے سنکھیا میں یہ اثر ہے۔ مقناطیس کا یہ خاصہ ہے۔ جس کا تجربہ اور مشاہدہ اس دعویٰ کی سچائی یں کسی قسم کا سقم پیدا نہیں ہونے دیتا۔ آپ صرف یہ بتا دیں کہ ایسا کیوں ہے؟۔ تو کسی کے پاس کیا جواب ہے؟

حاصل کلام یہ ہے کہ ہم معجزات کے متعلق جو استبعاد نظر آتا ہے۔ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے گزشتہ تجربات ومشاہدات کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ ہر شخص کر سکتا ہے کہ اس کے گزشتہ مشاہدات وتجربات میں غلطی کا ہونا یا اس میں انقلاب ہو جانا کچھ محال ہیں۔ طبعیات جدیدہ نے طبیعات قدیمہ کی دیوار گرا دی۔ حکمائے نو نے حکمائے متقدمین کے سینکڑوں

Marfat.com

تجربات غلط کر دیئے۔ گزشتہ زمانہ کی ناممکنات آج ہمارے سامنے ہمارے ہاتھوں وقوع پذیر ہو رہی ہے۔ بنی نوع انسان کا اصل سرمایۂ علم صرف اُس کے تجربہ کی کمائی ہے۔ اور اسی کی بنا پر استدلال تمثیلی کے طور پر وہ ایک چیز کو متعدد بار دیکھ کر اپنے ذہن میں ایک علم کلی پیدا کر لیتا ہے۔ انسان کی محدود عقل کے محدود مشاہدات و تجربات سے ہی حکم کلی کا نقض بھی کرتا ہے۔ اور اُن کی ہٹ دھرمی معجزات سے انکار کا باعث بنتی ہے۔

معجزہ اور سحر

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب معجزہ بھی خرق عادت کا نام ہے اور سحر میں بھی عقل انسانی اس کی تہہ تک پہنچنے میں عاجز رہ جاتی ہے تو ان دونوں میں فرق کیا ہے؟

ان دونوں کا فرق ان کے نتائج اور علامات و آثار سے واضح ہوتا ہے۔

سحر و شعبدہ صرف تماشہ اور عمل سفلی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو چند لمحات کے لئے پریشان و مسحور کر دیا جائے۔ لیکن معجزہ دکھانے سے پیغمبر کا مقصد اپنے خارق عادت اور حیرت انگیز عمل سے بنی نوع انسان کی اصلاح، قوموں کی ہدایت، اخلاق کی تہذیب اور دین الٰہی کی تقویت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ پیغمبر بشارت دینے والا۔ بُرے کاموں کے انجام سے باخبر کرنے والا، تزکیہ نفس کا معلم۔ ہدایت کا روشن چراغ اور فطرت انسانی کا صحیح ترجمان ہوتا ہے۔ لیکن ساحر سر تا پا دھوکہ فریب، ظلم و شیطنت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوتا ہے۔ سحر کا اثر چند لمحات تک رہتا ہے۔ اعجاز کا اثر دائمی اور اس کے نتائج ٹھوس ہوتے ہیں۔

جان جاک روسیو فرانس کا ایک انقلابی ادیب معجزات کا ایک بہت بڑا منکر معجزات کے سلسلے میں یوں رقم طراز ہے "ہم خلاف عقل باتوں کو کیوں تسلیم کریں۔ محض چند انسانوں کے کہہ دینے سے ہم ایک بات کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ قابل تسلیم بات وہ ہے جسے ہم خود دیکھیں" روسیو کے قول کے مطابق اگر ہم صرف مشاہدہ کو ہی سچائی کی کسوٹی قرار دیں اور سنی سنائی لکھی ہوئی باتوں سے انکار کر دیں تو علم تاریخ، حکمت، ہیئت، الٰہیات اور علم الادیان کا بطلان لازم

مشاہدے کے متعلق ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے۔ "اکثر اوقات انسان کی نگاہیں دھوکہ کھا جاتی ہیں۔ یہ دھوکا اس قدر شدید ہوتا ہے کہ ایک گروہ کا گروہ ہی فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پیرس میں ایک دفعہ ایک لاش کو چند آدمیوں نے شناخت کر کے عدالت میں اس کے متعلق بیان بھی دے دیا۔ لیکن وہ آدمی جس کے متعلق یہ یقین سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔ چند دنوں بعد کہیں سے آ گیا۔ ریگستان میں نظر کا دھوکا۔ صحرائے تاتار میں کانوں کا دھوکا۔ اندھیری رات میں توہمات کی بنا پر مشاہدے کا غلط ہونا کسے معلوم نہیں۔ اس لئے ہم صرف مشاہدے پر بھی یقین نہیں کر سکتے۔ بسا اوقات بھرے مجمع میں ایک مداری لڑکوں کو دھوکا دے کر انہیں ایک ڈبیہ سے کبوتر نکال کر منہ سے کاٹ کے نوٹ بنا دیتا ہے اور کاغذ کی دس پندرہ فٹ لمبی ٹلی نکال کر دکھا دیتا ہے۔ اب گواہی پر ہمیں یقین نہیں۔ آنکھیں دھوکہ کھا سکتی ہیں۔ اس لئے اس شک و شبہ کے عالم میں جس کے مکین ابھی اپنی ہستی کے اصلی و نقلی ہونے کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ ہمیں وہ کونسا گوشہ مل سکتا ہے جہاں اطمینان قلب نصیب ہو۔

لاریب یہ بات ہمیں تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ قادر مطلق ہر کام کر سکتا ہے۔ خواہ وہ کائنات میں جاری اصولوں کے مطابق ہو۔ خواہ عقل و قیاس کے خلاف۔

چند معجزات

۱۔ حدیبیہ کے میدان میں مسلمانوں کے پاس ذخیرہ آب ختم ہو گیا۔ ایک مشکیزہ میں چند گھونٹ پانی باقی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مشکیزہ طلب فرمایا۔ مشکیزہ کے منہ پر انگلیاں رکھ کر اس کا پانی انڈیلنا شروع کیا۔ اس پانی سے ڈیڑھ ہزار لشکر نے وضو کرنے کے بعد اپنی دوسری ضرورت کے لئے بھی پانی ذخیرہ کر کے رکھ لیا۔ اسی طرح ایک اور سفر میں پانی بالکل ختم ہو گیا۔ بڑی تلاش کے بعد ایک صاحب کے پاس تھوڑا سا پانی ملا۔ آپ نے ایک بڑے طشت میں ہاتھ رکھ کر حکم دیا کہ پانی ہاتھ پر انڈیل دیا جائے۔ جونہی پانی ہاتھ پر ڈالا گیا۔ طشت لبالب بھر گیا۔ تمام انسانوں اور ان کے مویشیوں نے پانی سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد آپ نے طشت سے ہاتھ نکالا تو وہ ابھی چھلک رہا تھا۔

۲۔ ایک دفعہ ایک سائل نے آ کر آپ سے کچھ غلہ طلب کیا۔ آپ کے پاس تھوڑے سے جو

Marfat.com

تھے۔ وہی دیکھ فرمایا۔ جاؤ خدا اس میں برکت دے گا۔ عرصہ تک وہ آدمی اسی تو پر گذارہ کرتا رہا
دن اس نے برتن نکال کر جو انڈیل کر تو لے۔ تو وہ ابھی اسی قدر تھے جتنے اسے عطا کئے گئے تھے
خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم انہیں نہ تولتے تو یہ ہمیشہ ایک
حالت پر رہتے۔

۳۔ غزوہ احزاب میں تمام صحابہ آنحضرت صلعم کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف
ایک صحابی حاضر ہوئے اور بھوک کی شکایت کی۔ آپ نے شکم مبارک سے دامن اٹھایا تو پیٹ پر پتھر
ہوئے تھے۔ حضرت جابرؓ نے یہ دیکھ کر کام چھوڑ دیا۔ اور گھر آ کر یہ واقعہ بیوی سے بیان کرتے کے
انہیں کھانا تیار کرنے کے لئے کہا۔ کھانا تیار ہونے لگا تو بیوی نے کہا جائیے آنحضرت صلعم کو بلا
چپکے سے عرض کیجیے تاکہ اور لوگ ساتھ نہ آجائیں۔ کھانا تھوڑا ہے ایسا نہ ہو کہ زیادہ آدمیوں کے
سے رسوائی ہو۔ جابر آپ کے پاس پہنچے اور اپنی درخواست پیش کی۔ آپ نے سب آدمیوں کو پکار کر
آج جابر نے ہماری دعوت کی ہے۔ آدمی چل پڑے۔ تو آپ نے جابر کو فرمایا۔ گھر جاؤ اور بی بی
کہ میرے آنے تک دیگچی کو چولہے سے نہ اتارے۔ اور نہ ہی روٹی پکانا شروع کرے۔ تمام آدمی
ساتھ لے کر آپ جابر کے ہاں پہنچے۔ کھانے پر برکت کی دعا کی۔ اور کھانا کھلانا شروع کر دیا گیا تا
دیگچی اور آٹے میں سے ایک ہزار آدمیوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

۴۔ سمرہ بن جندب کا بیان ہے کہ آپ کے پاس ایک پیالہ تھا۔ کئی دفعہ ہم دس دس آدمیوں
کی جماعت نے اس میں سے کھانا کھایا۔ لیکن وہ ختم نہ ہوا لوگوں نے پوچھا یہ کس طرح ہوتا ہے
کہا اس میں آسمانی برکت تھی۔

۵۔ ایک عورت کا بچہ ایک دفعہ آگ میں گر پڑا جس سے اس کے جسم کا کچھ حصہ جل گیا۔ اس کے
جو سخت اذیت ناک اور تکلیف دہ تھے۔ بچہ درد کی وجہ سے بلبلاتا تھا۔ عورت بچے کو اٹھا خدمت
اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے دعا پڑھ کر بچے کے زخم پر لعاب دہن لگا دیا۔ ابھی عورت
مجلس سے اٹھی بھی نہ تھی۔ کہ بچہ بالکل تندرست ہو گیا۔

۶۔ جنگ خیبر میں مسلمانوں کو ایک قلعہ کے فتح کرنے میں مشکل پیش آئی۔ متعدد بار قلعہ پر حملہ کیا گیا مگر پیچھے ہٹنا پڑا۔ آخر آپ نے فرمایا۔ صبح سپہ سالاری اُس شخص کو ہی دی جائے گی جو قلعہ کو فتح کر کے ہی لوٹے گا۔ چنانچہ صبح آپ نے حضرت علی کو بلایا۔ آپ کو آشوب چشم کی وجہ سے سخت تکلیف تھی۔ ایک صاحب انگلی پکڑ کر آپ کو لائے۔ آنحضرت نے دیکھا تو آپ کی آنکھوں پر لعاب دھن لگایا۔ معاً آنکھیں اس طرح درست ہوگئیں گویا کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں قلعہ اسی دن فتح ہوگیا۔

۷۔ غزوہ خیبر میں سلمہ بن اکوع کی ٹانگ میں تلوار کا زخم آگیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درد کی شکایت کی۔ آپ نے اس پر تین مرتبہ دم کیا۔ زخم جاتا رہا۔ اور صرف نشان زخم باقی رہ گیا

۸۔ ایک دفعہ کسی آدمی کا اونٹ دیوانہ ہوگیا۔ ہر آدمی کو کاٹنے دوڑتا۔ اور کسی کو قریب نہ آنے دیتا۔ آپ نے اونٹ کے پاس جانا چاہا تو آپ کو روکا گیا۔ آپ نے کہا مجھے مت روکو۔ اونٹ مجھے کچھ نہیں کہے گا۔ آپ اونٹ کے قریب پہنچے تو اونٹ زمین پر گردن ڈال کر بیٹھ گیا۔ آپ نے شفقت بھرے انداز سے اُس پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا ہر مخلوق جانتی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں لیکن گنہگار انسان اور نافرمان جنوں کو اس بات کے تسلیم کرنے میں تامل ہے۔

۹۔ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے کہ راستہ میں ایک بدو ملا۔ فرمایا کہاں جا رہے ہو۔ کہا اپنے گھر جا رہا ہوں۔ فرمایا کیا تمہیں نیکی کی حاجت ہے۔ پوچھا کیسی نیکی۔ آپ نے خدائے واحد پر ایمان لانے کی تلقین کی۔ بدو نے کہا مگر اس کی شہادت کون دیتا ہے۔ فرمایا وہ درخت۔ یہ کہہ کر درخت کو اشارہ کیا درخت قریب آیا تو آپ نے فرمایا۔ توحید کی گواہی دو۔ تین دفعہ درخت سے لا الٰہ الّا اللہُ محمّد الرسول اللہ کی آواز آئی۔ بدو یہ سن کر چلا اٹھا۔ میں آپ پر ایمان لایا۔ مگر حاضر رہنے سے قبل مجھے اجازت دیجئے کہ اپنے اہل و عیال کو بھی اس کی دعوت دوں۔

۱۰۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپ کے ساتھ مکہ کی وادی میں پھر رہا تھا جو درخت یا پہاڑ سامنے آتا۔ وہ السلام علیکم یا رسول اللہ پکارتا۔ اس آواز کو نہ صرف رسول اللہ ہی سن

Marfat.com

رہے تھے۔ بلکہ مجھے بھی یہ آواز سنائی دے رہی تھی۔

۱۰۔ ہجرت سے قبل مدینہ کا نام یثرب مشہور تھا۔ جس کے معنی وباؤں کا گھر ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ کی آب و ہوا نہایت خراب تھی۔ یہ آب و ہوا مہاجرین کو راس نہ آئی۔ بعض صحابہ نے یہ تکلیف حضور کے سامنے پیش کی۔ آپ نے یہ سن کر دعا کی۔ اے خداوند مدینہ کی آب و ہوا کو بہتر بنا دے۔ اور بخار کو یہاں سے دور کر دے۔ دعا کے الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا کہ مدینہ کی فضا یکسر بدل گئی۔ اور ایسی بدلی کہ آج بھی وہاں کی آب و ہوا صحت بخش ہے۔

۱۱۔ ایک سال بارش بالکل نہ ہوئی۔ خشک سالی کی وجہ سے مدینہ میں قحط پڑ گیا۔ جمعہ کو مسلمان نماز کے لئے مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ آپ خطبہ کہنے لگے تو ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ قحط اور خشک سالی کی وجہ سے ہماری حالت بہت ابتر ہو گئی ہے۔ مویشی مر رہے ہیں۔ لوگوں کو بھی کھانے کو نہیں ملتا۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ معاً بادل آسمان پر چھا گئے۔ مینہ شروع ہوا تو ایک ہفتہ تک بادل نہ کھلا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ اگلے جمعہ پھر دعا فرمائی۔ الہٰی اب بادل کو روک دے۔ لوگ مسجد سے نکلے تو سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

۱۲۔ ہجرت کے آٹھ نو سال بعد آپ نے تمام ملوک عصر کو جو عرب کے قریب تھے۔ اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ ہر ایک کے پاس مکتوب بھیجے گئے۔ جس وقت آپ کا خط شاہ ایران کے پاس پہنچا تو وہ اپنے نام سے پہلے رسول اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا اور رقعہ پھاڑ دیا۔ آپ کو اطلاع ملی تو فرمایا بعنقریب اُس کی سلطنت بھی اسی طرح پارہ پارہ ہو جائے گی جس طرح اُس نے میرے مکتوب کو پھاڑا۔

۱۳۔ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ اسلام کے سخت ترین مخالفوں میں سے تھے۔ بدر کے نقصان نے بھڑکتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ کعبہ میں بیٹھ کر ان دونوں نے مشورہ کیا کہ عمیر مدینہ جا کر چوری چھپے بانیٔ اسلام کا خاتمہ کر دے۔ اگر عمیر مارا جائے تو اُس کے بال بچوں کی نگہداشت

اور ہر قسم کے مصارف کا ذمہ دار صفوان ہوگا۔ چنانچہ عمیر نے تلوار زہر میں بجھائی۔ اور مدینہ کو چل دیا۔ چھپ چھپا کر مدینہ پہنچا قضاء الٰہی سے حضرت عمر کے ہاتھ گرفتار کرا دیا۔ اُسے پکڑ کر دربارِ نبوت میں لائے۔ آپ نے پوچھا عمیر کس ارادے سے آئے ہو۔ اُس نے جواب دیا میرا بیٹا آپ کے پاس قید ہے۔ اُسے چھڑانے آیا ہوں۔ فرمایا۔ کیا تم نے اور صفوان بن امیہ نے کعبہ میں بیٹھ کر میرے قتل کا مشورہ نہیں کیا۔ اور کیا صفوان نے تمہارے مارے جانے کی صورت میں تمہاری اولاد کی پرورش اور دیکھ بھال کا ذمہ نہیں اٹھایا۔ عمیر یہ سن کر سناٹے میں آگیا۔ چند لمحات کے بعد بولا۔ بیشک آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ جس نے آپ کو ان باتوں کی اطلاع دی۔ میرے اور صفوان کے سوا کسی تیسرے کو اس معاملہ کی خبر نہ تھی۔

۱۵۔ مسلمانوں کی پہلی ہجرت حبشہ کی طرف تھی۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی اور کفار مکہ کے مطالبہ کے باوجود مسلمانوں کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی۔ آنحضرت مدینہ میں تھے کہ نجاشی کی وفات ہوئی۔ جس دن اس نے وفات پائی۔ آپ نے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے فرمایا آج تمہارے بھائی نجاشی نے وفات پائی۔ اس کے بعد غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی۔

۱۶۔ بانیٔ اسلام نے جب اپنی تبلیغ کا آغاز کیا تو اُس وقت دنیا میں دو بڑی طاقتور سلطنتیں قائم تھیں۔ ایران اور روم۔ کسی زمانہ میں رومن ایمپائر دنیا کی عظیم ترین طاقت تھی۔ ایران کا بادشاہ بھی شاہ ہفت اقلیم کہلاتا تھا۔ یہ سلطنتیں گو اب کمزور ہو چکی تھیں۔ پھر بھی طاقتور تھیں۔ آپ نے مکہ میں فرمایا۔ شاہ روم کی ہلاکت کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور حکمران ایران کی موت کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ دنیا نے دیکھ لیا اور تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کی فتح کے بعد پھر نہ کوئی کسریٰ سریر آرائے سلطنت ایران ہوا۔ اور نہ ہی کوئی قیصر روم کی حکومت کا تاج پہن سکا۔

۱۷۔ فرمایا۔ قیامت اُس وقت تک نہ آئے گی جب تک مدینہ میں ایک ایسی آگ ظاہر نہ ہو جس کی روشنی بصریٰ تک پہنچے۔ مدینہ کی زمین آتش فشاں پہاڑوں کے پھینکے ہوئے لاوے

Marfat.com

سے بنی ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ کے قرب وجوار میں آتش فشاں پہاڑ موجود ہیں چنانچہ ۶۵۴ھ میں مدینہ کا ایک آتش فشاں پہاڑ پھٹا۔ اور اس کے دہانے سے آگ برسنے لگی۔ یہ آگ اس قدر منور اور روشن تھی کہ رات کے وقت مکہ اور بصریٰ کے لوگ اسے دیکھتے تھے۔ اس کی شعاعیں اور روشنی کا عکس اس قدر تیز تھا کہ اہل بصریٰ اس کی جھلک اپنے شہر میں محسوس کرتے تھے۔

۱۸۔ مسجد نبوی میں کھجور کا ایک ستون تھا۔ آپ عموماً اس سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد منبر تیار کیا گیا۔ جب آپ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے تو اس ستون سے اس قسم کی آواز آنے لگی گویا کوئی سسکیاں لے رہا ہے۔ آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ پیار سے ستون پر ہاتھ پھیرا۔ اسے سینہ سے لگایا۔ آواز بند ہوگئی۔ آپ نے فرمایا یہ ستون اس لئے روتا تھا کہ پہلے خداوند اقدس کا ذکر اس کے قریب ہوتا تھا۔ مگر اب یہ اس اعزاز سے محروم ہوگیا ہے۔

۱۹۔ مقداد ایک صحابی تھے جن کی گذر سخت عسرت اور تنگی سے ہوتی تھی۔ ان کے دوساتھی بھی اسی طرح قلاش اور بے سہارا تھے۔ ان کی حالت زار دیکھ کر آنحضرت نے ان کی کفالت منظور کر لی۔ تین دودھ دینے والی بکریاں ان کے حوالے کی گئیں۔ انہی کے دودھ پر آنحضرت خود بھی گذارہ کرتے تھے۔ نماز عشا کے بعد جب آنحضرت انصار کے ہاں تشریف لے جاتے تو یہ اصحاب حضور کے حصہ کا دودھ رکھ کر خود سو جاتے۔ ایک دن مقداد نے سوچا۔ آنحضرت کسی کے ہاں بطور مہمان گئے ہیں۔ انہیں اس دودھ کی کیا حاجت ہوگی۔ یہ سوچ کر دودھ پی گئے۔ مگر مقداد کے دل میں بے چینی پیدا ہوئی کہ اگر رسول اللہ بھوکے آگئے تو کیا ہوگا۔ کچھ دیر بعد آپ واپس آگئے۔ تو دودھ پینے کے خیال سے برتن کا ڈھکنا اٹھایا۔ برتن خالی تھا۔ آپ جو بھوکے تھے۔ اس لئے فرمایا۔ الٰہی تو مجھے کھلائے تو اسے کھلا۔ جو مجھے پلائے تو اسے پلا۔ مقداد نے یہ سنا تو خیال کیا کہ اس وقت اور کچھ تو نہیں مل سکتا۔ بکری ہی ذبح کر کے گوشت پکائیں

تا ہوں۔ چنانچہ چھری پکڑی اور بکری کی طرف چلے۔ مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بکری کے تھن
سے بھرے ہوئے ہیں۔ دودھ دوہا تو وہ آتا تھا۔ جس کی امید بکری سے نہیں ہو سکتی چنانچہ
آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ اور باقی دودھ مقداد کو دیا۔
نے دودھ پیا تو مسرت کے مارے ہنسنے لگے۔ بے اختیار ہنستے تھے۔ بالآخر آپ نے وجہ پوچھی تو
رض کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنے ساتھیوں کو بھی جگاتے تاکہ وہ بھی مستفید ہوتے۔

۲۰۔ ہجرت کے وقت جب آپ حضرت ابوبکر کی معیت میں مکہ سے نکل گئے اور کفار مکہ کا محاصرہ
آپ کو باہر جانے سے نہ روک سکا تو کفار نے آپ کو گرفتار کروانے کیلئے سو اونٹ انعام مقرر کیا۔
سے لوگ انعام کے لالچ آپ کی تلاش میں نکلے۔ سراقہ بن جعشم نے آپ کو پا لیا اور قریب پہنچا مگر
اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ گر پڑا۔ اتنے میں آپ آگے نکل گئے۔ سراقہ پھر سوار
ریب پہنچا۔ مگر گھوڑا دوبارہ زمین میں دھنس گیا اور سراقہ پھر گر پڑا۔ جب تیسری بار بھی یہی
پیش آیا۔ تو سراقہ کو یقین ہو گیا کہ انہیں نقصان پہنچانا اس کی دسترس سے باہر ہے۔
کیا آپ میرے لئے دعا کریں تو میں تعاقب کرنے والوں کو بھی واپس کر دوں گا۔ آپ نے دعا
کی تو سراقہ پلٹ گیا۔ اور اس طرف آپ کی تلاش میں آنے والوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ
طرف میں دور دور دیکھ آیا ہوں۔ ادھر ان کا کوئی پتہ نہیں۔

Marfat.com

القرآن

وہ عظیم الشان کتاب جس کی حفاظت ناموس و تحفظ عصمت کی خاطر پچاس کروڑ انسان
کٹا نے کو تیار ہیں۔ وہ بے مثال صحیفہ جس کے ہزاروں ایڈیشن متواتر تین سو سال سے چھپ رہے ہیں
جس کو لاکھوں کاتبوں نے تحریر کیا۔ لیکن اس کی تحریر میں آج تک ایک زیر یا زبر کی کمی بیشی
وہ مقدس تحریر جو ہر زمانے میں لاکھوں انسانوں کو از بر یاد رہی ہے اور آج بھی ہے۔

وہ کتاب جسے بعض نے بطور تعویذ و تبرک استعمال کیا۔ لیکن اس کے پیش کرنے والے
قوم کے سامنے بطور لائحہ عمل یا بطور دستور العمل زندگی پیش کیا تھا۔

قرآن ہی وہ کتاب ہے۔ جس کو اپنا کر اور جس پر عمل پیرا ہو کر عربوں نے وہ حیرت انگیز انقلاب پیدا
کیا جو تاریخ میں ایک لاثانی اور بے نظیر انقلاب ہے۔ اس کتاب نے نہ صرف عربوں کو متحد کیا نہ
صرف ان میں ایک نئی روح پھونکی نہ صرف انہیں اخلاق سکھائے نہ صرف جہانبانی کے طریقے
ان کے سامنے پیش کیے۔ انہیں صرف سیاسات کے اصول ہی بتائے بلکہ اس کتاب نے انہیں

قلب۔ وہ جرأت۔ وہ حوصلہ۔ وہ تسکین اور وہ ولولے بھی دیئے جن کی بنا پر ان بادیہ نشینوں
ردِ ق صحراسے اٹھ کر اونٹ کے بالوں سے بنے ہوئے خیموں سے نکل کر دنیا کا نقشہ اس
بنا کہ جہاں وہ پہنچے دنیا نے ان کی طرف حیرت و تعجب سے دیکھا ——— ان کے اطوار
کو پسند کیا۔ ان کی تہذیب کو اپنایا۔ یہاں تک کہ دنیا کا ہر وہ ملک جہاں ایک دفعہ بھی
رڑے اپنے سواروں کو لے کر پہنچ گئے۔ آج تک وہاں ان کی تہذیب کے اثر مٹائے نہیں
۔

قرآن وہ صحیفہ فطرت ہے جو قدرت نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ قلب
کیا جو ہر قسم کی خواہشات خبیثہ سے پاک و منزّہ تھا۔ جس دل میں صرف نیکی اور بھلائی بھی
ب مطہر اتنا نرم تھا کہ کسی بھی مصیبت زدہ کو دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ لیکن جس کی خودی اتنی
کہ تمام دنیا کے بنائے ہوئے خداؤں کو ٹھکرا دے۔ جس کے اپنے گھر میں بسا اوقات
کو کچھ نہ ہوتا تھا۔ لیکن وہ باہر بیٹھا دولت کے ڈھیر لٹا رہا تھا۔ جس کو ساری عمر اس کے دشمن
ک ایذائیں دیتے رہے۔ لیکن اُن پر غلبہ پا کر وہ ان کے ساتھ ایک شفیق بھائی کی طرح
آیا۔ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا نمونہ جو اصول و اخلاق۔ سیاست و روحانیت کی
ین کتاب ہے۔ ایک ایسے مقدس انسان کی زبان پاک سے نکلی جو امی محض تھے۔ جنہوں نے کسی
کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ جنہوں نے کسی مکتب و درسگاہ کی عمارت کو دیکھا تک نہ تھا
ماحول اتنا جاہلانہ تھا کہ اُن کے مولد و مسکن میں جس کی آبادی آٹھ ہزار کے قریب تھی صرف
چار آدمی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اُن کی زندگی کے ابتدائی ایام میں انہیں بہت کم آرام و
ن اور بے فکری کے لمحات میسر ہوئے۔ جو پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم تھے۔ جنہوں نے
سنبھالنے سے قبل ہی اپنی مادر محترم کو آغوش لحد میں سوتے دیکھا۔ اور جن کا آخری سہارا
آٹھ سال کی عمر میں انہیں اپنے ایک بیٹے کے حوالے کر کے خود راہئ ملک عدم ہوا۔ اپنے
چچا کے گھر میں نبی امی کی زندگی محنت و مشقت میں گزری۔ بھیڑیں چرانا اور تجارت یہ دو

Marfat.com

کام آپ کو کرنے پڑے۔ تجارتی سفروں میں اور اپنے ارد گرد قوم کے کردار خیشانہ اور اطوار کو دیکھ عبداللہ کا یہ یتیم فرزند جو ازل سے ہی ایک دکھی دل لے کر آیا تھا۔ اور زیادہ زخمی آپ نے اپنی قوم کے ہر گروہ اور بڑے بڑے سرداروں کو پتھر کے بے ڈھنگے بتوں کے سامنے جھکتے دیکھا۔ آپ نے انہیں قومی اور قبائلی تعصب سے پر پایا۔ آپ نے انہیں غریبوں کرنے اور غلاموں کو بے دریغ قتل کرتے دیکھا۔ آپ نے انہیں اپنی ننھی بچیوں کا گلا اپنے گھونٹتے دیکھا۔ آپ نے انہیں زناکاری اور میخواری میں مشغول پایا۔ ان حالات کو دیکھ کا دل بیچ اٹھا۔ آپ نے شام و عراق کے سفر میں دیکھا کہ وہ ممالک بھی انہی بدیوں سے بھرے ہیں۔ آپ کا دل ان تمام برائیوں سے بیزار تھا۔ اب فطرت نے خود ہی اُن کی رہنمائی شروع خود اُن کی تربیت کر کے عوام کی ہدایت کے لئے قرآن اُن کے قلب پاکیزہ پر نازل کیا۔ قرآن مذہب و تمدن کے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کی۔

۱۔ نظریہ توحید۔

۲۔ اخلاق۔

۳۔ سیاست۔

۴۔ حیات بعد الموت۔

۵۔ تہذیب و تمدن۔

۶۔ بعض گزشتہ قوموں کی تاریخ اور ان کے عروج و زوال کے اسباب۔

۷۔ بداخلاقیوں کو چھوڑنے کے احکام۔

۸۔ نیک خصائل کو اپنانے کے احکام۔

۹۔ آخرت کے حالات۔

۱۰۔ کفار کے بعض اعتراضات کے جواب۔

Marfat.com

نزولِ قرآن

صرف قرآن ہی تمام مذاہب کی مقدس کتابوں میں وہ واحد کتاب ہے جو آج بھی من وعن اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ نازل ہوا۔ جو ایک ایسی زبان میں نازل ہوا جو آج بھی مقبولِ عام ہے۔ توریت۔ انجیل۔ زبور کی عبرانی زبان کو آج بہت کم لوگ جانتے ہیں۔

وید اپنی زبان میں موجود ہیں لیکن اس زبان کو دنیا میں شاید چند انسان جانتے ہیں۔ ان کا کوئی مکمل و مستند ترجمہ موجود نہیں۔ اس کے ماننے والے یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ کس کس رشی پر کب نازل ہوئے۔

بدھ اور کینفوشش صاحب کتاب ہونے کا دعویٰ ہی نہیں رکھتے۔ اُن کے احکام ہمیں میناروں غاروں اور چٹانوں پر ملتے ہیں جنہیں ماہرینِ آثارِ قدیمہ ہی جان سکتے ہیں۔

قرآن مجید اپنے متعلق یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ خداوند عالم کی طرف سے دنیا والوں کو راہ رشد و ہدایت دکھانے کے لئے عربی زبان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ یہ ماہ

Marfat.com

رمضان کی ایک خاص رات میں جس کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ عرش سے اتارا گیا۔ اس کے بعد یہ تھوڑا تھوڑا کر کے جبریل امین کے ذریعہ قلب مرسل پر وارد ہوا۔ تاکہ وہ اسے آسانی کے ساتھ لوگوں کو سکھائیں۔ قرآن مجید نے خود ہی اپنے کئی نام بیان کئے ہیں۔ ان ناموں سے ہم کو نزول قرآن کے مقصد کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً قرآن اپنے لئے لفظ کتاب۔ فرقان۔ تذکرہ۔ خیر۔ بیان۔ نور برھان۔ حق اور حکمت کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور ان ناموں سے ہم پر واضح کرتا ہے کہ اس کا مقصد بھٹکے ہوئے، راہ گم کردہ اور اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے والوں کو روشنی۔ ہدائیت نیکی۔ سچائی۔ دانائی۔ علم اور حقیقت کی طرف بلانا ہے۔

خداوند اقدس مختلف ذرائع سے اپنے برگزیدہ بندوں کو خطاب کرتا ہے۔ جن انسانوں کو وہ اپنی خدمت کے لئے چن لیتا ہے۔ انہیں ازل سے ہی سعید روح بخش دی جاتی ہے۔ یہ سعید روح جب عالم بقا سے دار فانی میں اقامت گزیں ہوتی ہے تو اسی وقت سے وہ دنیاوی لالچ۔ حرص و آز اور برائیوں سے پاک ہوتی ہے۔ اس دنیا میں رہ کر وہ اپنے آپ کو اور پاکیزہ اور منزہ کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس قابل ہو جاتی ہے۔ کہ معرفت الہیٰ کے انوار کی تجلی اُس میں سما سکے۔ عام انسانی روح اور اس برگزیدہ روح میں پہلا فرق یہ ہوتا ہے کہ یہ روح عام دنیاوی آلائشوں۔ طلب جاہ وجلال۔ نام و نمود اور حُب سیم و زر سے پاک اور منزہ ہوتی ہے یہ روحیں نیکی اور خیر کی فضاؤں میں کام کرتی ہیں۔ یہ رحم ولطف کا پیکر ہوتی ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اُن کی یہ سعادت ان پر نور حقیقی کے تجلیات کی بارش کرتی ہے جس سے وہ اس قابل ہو جاتی ہیں کہ معرفت خداوندی حاصل کر کے فطرت کے اسرار نہانی سے واقف ہو جائیں۔ اس کے کئی ذریعے ہیں:

سب سے کمزور اور کمتر ذریعہ الہام اور خواب ہے۔ عالم خواب میں انسان جب دنیا و مافیہا سے غافل ایک اور ہی عالم میں پہنچا ہوا ہوتا ہے تو اس وقت اس کا ضمیر اس کی نیکی کی قوتیں اُسے ان رازوں سے آگاہ کرتی ہیں۔ جن کو ایک عام روح جو خواہشات نفسانی میں پھنسی ہوئی ہوتی

Marfat.com

سے نہیں پا سکتی۔ حضرت ابراہیم کو خواب ہی میں یہ ارشاد ہوا تھا کہ وہ اپنی عزیز ترین متاع راہِ خداوندی میں قربان کر دیں۔

الہام نیم بے ہوشی کی حالت میں اُس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان غور و فکر میں اس قدر محو ہو کہ اُسے اپنے آپ کا بھی ہوش نہ رہے۔ اس وقت اس کے دل و دماغ کی تمام قوتیں یکجا ہو جاتی ہیں اس کے خیالات مجتمع ہو گئے ہیں۔ اُس پر یک سوئی کا عالم طاری ہوتا ہے۔ اس عالم میں اُس عقل کل کی طرف سے اُس کے ذہن میں اُس مشکل کا حل القا کر دیا جاتا ہے۔ جس کی جستجو میں وہ سرگرداں ہوتا ہے۔ تسکین و اطمینان کی ایک لطیف لہر ایک نرم جھونکا اس کے قلب مضطر کو تسلی بخشتا ہوا اور اس پر سے رنج و آلام کے گرد و غبار کو دھوتا ہوا گزر جاتا ہے۔ اس کے صاف اور مصفیٰ دل پر اس مشکل سے نکلنے کا راستہ منکشف ہو جاتا ہے۔ الہام کی یہ نعمت بڑے بڑے غور و فکر کرنے والے صالح انسانوں کو عطا کی جاتی ہے۔

اسرار فطرت کے آشکارا ہونے کا تیسرا ذریعہ غیبی آواز ہے۔ جسے ہاتف کہا جاتا ہے۔ وہ سرگرداں اور بے بس انسان جس کو خدا اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا ہے۔ غیب سے ایک ایسی آواز سنتا ہے جو اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ حضرت موسیٰ جس وقت وادیٔ ایمن میں آگ کی تلاش میں بھٹکتے ہوئے ایک روشنی کی شعاع کی طرف بڑھ رہے تھے تو اس وقت غیب سے انہیں یہ ندا سنائی دی: "اے موسیٰ تو وادی ایمن میں ہے لہذا اپنی جوتیاں اتار کر آگے آ۔"

باری تعالیٰ کے احکام سے آگاہی حاصل کرنے کا آخری ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ اس حالت میں فرشتہ جس کو جبریل امین یا روح القدس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ برگزیدہ انسان کے روبرو آ کر مخصوص الفاظ میں اسے پیغام الٰہی دیتا ہے۔ پیغام الٰہی ملنے کا یہ آخری ذریعہ صرف اولی العزم پیغمبروں کے لئے مخصوص ہے۔ قرآن کریم اسی کے توسط سے اپنے مخصوص الفاظ میں۔ پیغمبر خدا کے پاس لایا گیا۔ اور انہیں یاد کرایا گیا۔ اس فرشتہ کے نزول سے قبل پیغمبر اسلام بھی خوابوں کے ذریعہ ہی مشیت ایزدی سے واقفیت حاصل کرتے رہے۔ غار حرا میں تیرہ چودہ سال کی متواتر ریاضت

اور مجاہدہ کے بعد جب انکی روح مبارک مرسل الہٰی کے الفاظ کی متحمل ہو گئی۔ تو پھر ایک دن تنہائی میں وہ ناموس اعلیٰ اپنی ملکی صورت میں پیغمبر کے روبرو آیا۔ اور انہیں پڑھنے کا حکم دیا۔ یہی ناموس اپنی ملکی صورت میں حضرت مریمؑ پر اُس وقت نازل ہوا تھا۔ جب ساری عمر کی ریاضت و عبادت کے بعد وہ اپنی روح کو اس قدر پاکیزہ کر چکی تھیں کہ فرشتے کو دیکھ کر جان نہ گنوا بیٹھیں۔ اسی ناموس نے حضرت سارہ کو بڑھاپے کے وقت ایک لڑکے کی پیدائش کی خوش خبری دی۔ شاید اس فرشتے کی ہستی اور پیغام الہٰی کے متعلق کوئی کج فہم انسان اعتراض کرے۔ تو اسے یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ کسی بھی مذہب کے پیرو کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ جبریل امین کی ہستی کا منکر ہو یا یہ کہے کہ وہ پیغام کس طرح لاتا ہے۔ کیونکہ تمام مذاہب کی کتب مقدسہ کا دارومدار جبریل کی ہستی پر ہی ہے۔

بعض عیسائیوں نے وحی الہٰی کے نزول کے وقت سرور کائنات کی حالت متغیر اور رنگ زرد ہو جانے کو مرگی کے دورے سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن کیا کسی مسلمان کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ اگر پیغمبر ایسی حالت میں مریض ہوتے تھے۔ تو اُس وقت جب حضرت سارہؑ سے فرشتہ یہ کہہ رہا تھا کہ تیرے ایک بیٹا ہوگا اور وہ اس بات کو تسلیم کرنے سے پس و پیش کر رہی تھیں۔ اس وقت جب حضرت مریم اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوشخبری سُن کر فرشتے سے بحث کر رہی تھیں۔ اُس وقت جب حضرت یعقوب خدا کے ساتھ کشتی لڑ رہے تھے۔ اس وقت جب حضرت ابراہیم فرشتوں کے ساتھ پچاس پینتالیس اور چالیس کے اعداد پر تکرار کر رہے تھے تو ان سب پر کس مرض کا دورہ تھا۔ پھر جب خداوند دن کے وقت ابر کے ستون میں اور رات کو آگ کے ستون میں ظاہر ہو کر بنی اسرائیل کے آگے چل رہا تھا تو اس وقت بنی اسرائیل کس صحرائی مرض میں گرفتار تھے؟

کیا عیسائی اپنے دامن کو دیکھیں گے کہ ایک ۔۔۔ خدا کے ساتھ کشتی۔ جھگڑا اور دھوئیں و آگ کے ستون تو دورہ یا مرض نہیں۔ دوسری طرف وہ حالت جس میں دنیا کی عظیم ترین انقلابی کتاب نازل ہوتی ہے۔ مرگی کا دورہ بن جاتی ہے!!

تدوینِ قرآن

اشرار مکہ کا ایک عام اعتراض تھا۔ کہ قرآن کیوں ایک دفعہ ہی کتاب کی صورت میں نازل نہیں ہوا۔ اور اگر یہ واقعی خدا کی کتاب ہے تو پھر کیوں فرشتہ اسے ایک ہی دفعہ نہ لے آیا۔ قرآن حکیم خود اس بارے میں یہ کہتا ہے کہ قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا۔ کہ تو آہستہ آہستہ لوگوں کو احکام سکھائے اور پھر فرمایا کہ قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کرو۔ یہ خدا کا ذمہ ہے۔ کہ وہ تمہیں یہ کتاب یاد کرادے اور اس کی محافظت کرے۔

قرآن آیات کی صورت میں اور بعض اوقات چھوٹی چھوٹی صورتوں میں نازل ہوا۔ اولین وحی غار حرا میں آئی۔ جس میں پیغمبر اسلام کو مخاطب کرکے کہا گیا۔ "اے پیغمبر پڑھ۔ پڑھ اس رب کے نام سے جس نے اس جہاں کو پیدا کیا" چونکہ وحی الٰہی کے نزول کا یہ پہلا موقع تھا۔ اور اس سے قبل رسول عربی کی روح اطہر پر کبھی۔ یہ تجلی نازل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے آپ گھبرا گئے۔ گھر واپس آکر رفیقہ حیات سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ آپ کو ہمراہ لے کر اپنے

Marfat.com

چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل کے پاس گئیں۔ انہیں یہ سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے سن کر جواب دیا کہ یقیناً یہ ناموس اکبر ہے جو پہلے انبیاء پر خدا کا پیغام لے کر نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد فرشتہ کبھی انسانی صورت میں آپ کے سامنے آتا اور کبھی غیب سے گھنٹی کی سی مترنم آواز آتی۔ نزول وحی کے وقت آپ کی حالت متغیر ہو جاتی۔ آپ کا چہرہ کبھی سرخ اور کبھی زرد ہو جاتا۔ موسم کی انتہا سردی کے باوجود آپ کا جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا۔

یورپ کے ان متعصب علما نے جن کی زندگی کا مقصد اسلام پر کیچڑ اچھالنا ہی ہے اولین وحی کے وقت آپ کے گھبرا جانے اور نزول وحی کے وقت آپ کی حالت متغیر ہو جانے کو ہی اپنی تحقیقات کا قیمتی سرمایہ سمجھ کر اسلام پر بہت سے اعتراض کر دیئے۔ مثلاً انہوں نے آپ کی حالت متغیر ہو جانے کو مرگی کے دورہ سے معنون کیا۔ Kellenah نے بخاری کی دو احادیث کی بنا پر (جن میں ایک تو اس کی اپنی گھڑی ہوئی ہے) اس حالت کا مذاق اڑایا ہے۔ بعض نے یہ مضحکہ خیز کہانی بنائی کہ رسول عربؐ (صلعم) نے ایک کبوتر پال رکھا تھا۔ وہ اپنے کان میں دانے رکھ لیتے تھے۔ کبوتر وہ دانے کھانے کے لئے آپ کے شانہ پر آ بیٹھتا اور جب دانے چنتا تو آپ کہہ دیتے کہ وحی آ رہی ہے یہ کہانی بائبل سے لی گئی ہے۔ کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل اور خاص کر حضرت عیسیٰ پر روح القدس فاختہ اور کبوتر کی شکل میں آیا کرتا تھا۔ دیکھئے انجیل مرقس باب ۱۸۔ آیت نمبر ۱۰ "فی الفور اس نے آسمان کو پھٹتے اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا۔ اور آسمان سے آواز آئی تو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے میں خوش ہوں"۔ دوسرا اعتراض کہ رسول اکرم کی حالت وحی کے وقت متغیر ہو جاتی تھی اور یہ مرگی کا دورہ تھا تو اس کا جواب بائبل سے سنئے:

اعمال باب ۲۶۔ آیت ۱۳۔ پولس رسول کا بیان "تو اے بادشاہ میں نے دوپہر کے وقت راہ میں یہ دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ہم سفروں کے گرداگرد چمکا۔ جب ہم سب زمین پر گر پڑے تو میں نے عبرانی زبان میں یہ آواز سنی کہ اے

ساؤل اسے ساؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے (انجیل کے الفاظ یہی ہیں) پینے کی آر پر لات مارنا تیرے لئے مشکل ہے۔ میں نے کہا اے خداوند تو کون ہے۔ خداوند نے فرمایا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔ لیکن اٹھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو"

قضاۃ باب ۱۳۔ آئت ۲۰"۔ کیونکہ ایسا ہوا۔ کہ جب شعلہ مذبح سے آسمان کی طرف اٹھا۔ تو خداوند کا فرشتہ مذبح کے شعلہ میں ہو کر اوپر چلا گیا۔ اور منوحہ اور اس کی بیوی دیکھ کر اوندھے منہ زمین پر گر پڑے"

خروج باب ۱۹ آئت ۱۶"جب تیسرا دن آیا تو صبح ہوتے ہی بادل گرجنے اور بجلی چمکنے لگی اور پہاڑ پر کالی گھٹا چھا گئی۔ اور قرنا کی آواز بہت بلند ہوئی۔ اور سب لوگ ڈیروں میں کانپ گئے اور موسیٰ لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا کہ خدا سے ملائے اور پہاڑ سے نیچے آ کھڑے ہوئے۔ اور کوہ سینا اوپر سے نیچے تک دھوئیں سے بھر گیا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا۔ اور دھواں تنور کے دھوئیں کی طرح اوپر کو اٹھ رہا تھا۔ اور وہ سارا پہاڑ زور سے ہل رہا تھا۔ اور جب قرنا کی آواز نہایت ہی بلند ہوتی گئی۔ تو موسیٰ بولنے لگا اور خدا نے آواز کے ذریعہ اس کا جواب دیا"

مندرجہ بالا حوالے اس کتاب سے پیش کئے گئے ہیں۔ جس کا درجہ عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک وہی ہے جو مسلمانوں کے لئے قرآن کا ہے۔

ان اعتراضات کا جواب دینا اس کتاب کا موضوع نہیں۔ تاہم یہ دیکھنا مقصود ہے کہ دوسرے پر کیچڑ اچھالنے والے کہاں تک حق بجانب ہیں جو حضرت الیاس اور حضرت عیسٰی کو زندہ خدا کے داہنے ہاتھ عرش پر مقیم ہونے کا عقیدہ رکھنے والے رسول عربی کے معراج جسمانی سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں اور اس کی آمد کو جس نے حضرت آمنہ کو بیٹے کی خوشخبری دے کر احمد نام رکھنے کو کہا۔ مضحکہ خیز کس طرح کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ فرشتہ سارہ کے پاس اسحاق کی خوشخبری لایا۔ اور لڑکے کا نام اضحاق بتا کر گیا۔ مریم کے پاس آیا اور لڑکے کی

بشارت دے کر نام کی پیش گوئی بھی کر گیا۔ الحسون کی والدہ کے پاس آیا اور اسے لڑکے کی خوشخبری دے کر اُسے خدا کا نذیر قرار دے گیا۔

جونہی وحی الٰہی آپ پر نازل ہوتی آپ حکم ربانی کے تحت اُس آیت یا اُن آیات کو جہاں ترتیب دینا ہوتا۔ ارشاد فرما دیتے۔ اور کاتبان وحی میں سے کسی کو بلا کر فوراً وہ آیت لکھوا دیتے زید بن ثابت۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ زبیرؓ۔ حنظلہ۔ عبداللہؓ بن ارقم۔ ابی عبداللہؓ بن رواحہ یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ نبی عربی نازل شدہ پیام ربانی نماز میں با آواز بلند پڑھا کرتے اور اس طرح صحابہ کو یہ پتہ چل جاتا کہ آج یہ نیا حکم آچکا ہے۔ اس پیغام ربانی کو زبانی یاد کرنے والے اس کثرت سے تھے کہ صرف جنگ یمامہ میں سات سو کے قریب حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ وفات النبی کے وقت قرآن موجود صورت میں لکھا نہیں گیا تھا۔ تاہم اس کی ترتیب ہو چکی تھی۔ آیات و سورتوں کو مناسب جگہ جا چکا تھا۔ اور یہ سب کچھ آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوا۔ وفات رسول کے بعد مختلف جنگوں میں کثرت سے حفاظ قرآن شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر الصدیقؓ کو مجبور کیا کہ وہ قرآن کو کتاب کی صورت دیں۔ چنانچہ وہ تمام تحریریں جو خود نبی اکرم کی زیر نگرانی لکھی اور رکھی جاتی تھیں۔ منگوائی گئیں۔ ان تمام تحریروں کو لے کر اسے ایک کتاب کی شکل میں لکھ کر یہ مکمل کتاب ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس رکھ دی گئی۔ خلیفہ دوم کی وفات کے وقت مسلمانوں کی سلطنت بہت وسیع ہو چکی تھی۔ خلیفہ سوم کے عہد میں فتوحات کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ آپ کے عہد میں حذیفہ نے جو شام میں رہ کر آئے تھے۔ خلیفہ کے پاس یہ عرض کی کہ مختلف مقامات کے مسلمانوں میں قرأت کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ خلیفہ خود اس اختلاف کو دیکھ چکے تھے۔ کیونکہ کتابت قرآن کے وقت زید نے قریشی رسم الخط کی بجائے اسے مدنی لہجے سے لکھا تھا۔ لیکن قرآن چونکہ قریش کی زبان میں اترا تھا۔ اس لئے دوسرے تمام رسم الخط اور قرأت مستند نہ سمجھ کر صرف اہل مکہ کی قرأت کو ہی اولین درجہ دیا گیا۔ حضرت عثمان اس اختلاف

Marfat.com

سے بہت متفکر ہوئے۔ حضرت حفصہ کے ہاں سے قرآن مجید منگوایا۔ عبداللہ ابن زبیر زید بن ثابت۔ عبدالرحمٰن بن حارث اور سعید ابن العاص کو اس قرآن مجید کی نقول تیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان چاروں حضرات میں صرف زید ہی مدنی تھے۔ انہیں یہ بتا دیا گیا کہ جہاں ان کی قرأت میں اختلاف ہو۔ وہاں قریش کی قرأت کو ترجیح دی جائے۔ چنانچہ ان حضرات نے قرآن کریم کی مطلوبہ نقول تیار کر لیں۔ اور اس نسخے کی ایک ایک نقل ہر صوبہ کے گورنر کے پاس بھیج کر یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ اس مصدقہ قرآن کی اشاعت کریں۔ اس کے علاوہ لوگوں کے پاس جو آیات لکھی ہوئی ہوں۔ اُن کو لے لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن کریم کے یہ نامکمل حصے جو ساری مملکت سے وصول ہوئے۔ حضرت عثمان کے حکم سے جلا دیئے گئے۔ حضرت عثمان کے عہد میں باغیوں نے اپنی شورش کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی تھی کہ عثمان نے قرآن ضائع کیا ہے حالانکہ اگر یہ اعتراض درست ہوتا تو سب سے پہلے کاتبان وحی ان کے بعد اہل مکہ اور اہل مدینہ کا حق تھا۔ کہ وہ خلیفہ کو اس پر ٹوکتے۔ عرب کے وہ جمہوریت پرست آزاد منش انسان جو حضرت عمر ابن خطاب جیسے با جبروت خلیفہ کو چند گز کپڑے کے لئے برسر منبر ٹوک دیتے تھے یقیناً حضرت عثمان کو اس وجہ پر کبھی معاف نہ کرتے۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ حقدار تو اعتراض نہیں کرتے لیکن عجم کے عیسائی۔ یہودی۔ مجوسی اور دیگر بعض نومسلموں کے ساتھ مل کر یہ واویلا مچا رہے ہیں۔

حضرت زید اور دیگر صحابہ کا اختلاف بالکل معمولی نوعیت کا تھا۔ مثلاً سورہ بقر کی آیت ۲۴۸ میں لفظ تابوت کو مکی تو تابوت لکھتے ہیں لیکن مدنی اسے تابوہ لکھتے تھے۔ جن کے معانی ایک ہی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ اختلاف محض لفظی تھا۔ معانی و مطالب میں دونوں متفق تھے۔

معترض نے مسلم کی اس تحریر کی بنا پر کہ قرآن مجید کی ایک سورت درج نہیں کی گئی۔ قرآن کے نامکمل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اگر ہم اس کی تحقیق کریں تو معلوم ہوگا کہ

سلویدجبن کی زبانی مسلم نے یہ روایئت نقل کی ہے۔ اسے میزان عدل میں زندیق لکھا گیا اور وہ ایک ناقابل اعتبار شخص تھا۔ اور پھر یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی بات واقعی ہوتی تو جمع قرآن کے وقت جبکہ سب صحابہ جمع تھے۔ اسبات پر اعتراض کیا جاتا۔

صحابہ کرام مکی یا مدنی لوگوں میں سے ہرایک کا اس کے متعلق خاموش رہنا اس بات ثبوت ہے کہ یہ واقعہ بالکل من گھڑت ہے۔ خلفائے راشدین کے بعد جب مذہب و سلط دونوں میں فتور پڑ گیا تو کسی دشمن نے یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا۔ اسی طرح کی ایک روائت عائشہ صدیقہؓ سے بھی منسوب ہے۔ کہ جمع قرآن کے وقت حضرت عثمان کو ایک سوت کی آیات نہیں مل سکیں۔ یہ روائت درائت کی رو سے بالکل موضوع ہے۔ کیونکہ جمع قرآن کام تو حضرت صدیق سرانجام دے چکے تھے۔ حضرت عثمان نے تو محض اس کی نقول لی تھیں۔

نسخ آج بھی علمائے اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات منسوخ کر دی گئی ہیں۔ اور ان کی بجائے دیگر احکام نازل کئے گئے ہیں۔ اس عقیدہ کی بنا آیات پر ہے۔ ایک تو سورہ بقر کی آیئت ہے۔ کہ ہم جو کچھ منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم پھر اس کے بعد اس سے بہتر حکم لاتے ہیں۔ دوسری آئت سورہ نحل کی ہے۔ کہ جب ہم آئت کی جگہ دوسری آئت لاتے ہیں تو وہ (مخالفین) کہتے ہیں کہ یہ اپنی خود ساختہ ہے۔ خدا تو سب کچھ جانتا ہے لیکن وہ بے خبر ہیں۔ ان دونوں آیات کے سیاق و سباق کو دیکھئے اور غور کیجئے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں آیات گذشتہ کتب و صحائف کے متعلق ہیں۔ اور ان کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جس وقت قرآن نے گذشتہ شریعت منسوخ کر کے نئے احکام پیش تو یہودیوں اور عیسائیوں نے جھٹ یہ اعتراض پیش کیا کہ محمد صلعم اپنے دل سے باتیں بنا ہیں۔ یہی وہ لوگ تھے جن کی کتابیں امتداد زمانہ کے ہاتھوں بدل چکی تھیں۔ اور ان کے احکام بھلائے جا چکے تھے۔ قرآن اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ چونکہ تم احکام خداوندی کو بھول چکے تھے۔ یا تم نے احکام الہٰی بدل دیئے تھے۔ اس لئے ہم نئی شریعت نازل کر رہے

- اور پہلی سے بہتر ہے۔ (احکام خداوندی انسانی ذہن کے ارتقا کے ساتھ تدریجاً نازل ہوئے) ورنہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ خدا خود بعض احکام رسول عربی کے دل سے محو کر کے نئے احکام بھیج دیتا تھا تو یہ یقیناً ایک مضحکہ خیز بات ہو گی اور مذہب ایک بازیچۂ اطفال بن جائے گا۔ اس کے برعکس خدا تو یہ کہتا ہے کہ ہم قرآن کے قیامت تک محافظ ہیں۔ اس کو ترتیب دینا اور یاد کرانا ہمارا ذمہ ہے۔ بیس بیس رکوع کی سورۃ ایک ہی دن میں نازل ہوتی اور نبی اکرم ساری کی ساری یاد کر لیتے تھے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ کسی ایک آئت کو بھول جاتے اور اس پر مستزاد یہ کہ نبی اکرم ساری آیات فوراً تحریر کروا دیتے تھے۔ خود لکھ پڑھ نہ سکنے کے باوجود انہیں سارا قرآن حفظ تھا۔ حفاظ کی ایک کثیر تعداد بھی ہر وقت آپ کے پاس رہتی تھی۔

قرآن کی تفسیریں

کسی کتاب کو کماحقہ سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کتاب کی زبان کو آدمی اچھی طرح جانتا ہو۔ اس زبان کے لفظی اور معنوی محاسن کے علاوہ اس زبان کے استعارے۔ محاورے اور تلمیحات کو سمجھتا ہو۔ جب تک ہم کسی زبان پر مکمل عبور نہ رکھتے ہوں۔ ہم اس زبان میں لکھی ہوئی کتاب کی فصاحت و بلاغت۔ سلاست و روانی۔ اور اصل معانی کو نہیں پا سکتے۔ گو ترجمہ کی مدد سے بھی کتاب سمجھی جا سکتی ہے۔ مگر ترجمہ میں وہ لطف نہیں رہتا جو اصل کتاب کے پڑھنے میں ہوتا ہے۔ اور پھر ایک ایسی کتاب جس کی فصاحت و بلاغت۔ بندش کلام۔ سلاست و روانی کو اہل زبان بے مثل قرار دیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ کتاب احکام الٰہی اور زبان الٰہی پر مشتمل ہو۔ اسلام کے بہت سے نقادوں نے اپنی اس لاعلمی کی وجہ سے سخت غلطیاں کی ہیں۔ چونکہ وہ زبان قرآن سے واقف نہ تھے۔ اس لئے بعض علما کے تراجم کو پڑھ کر تفسیروں کا مطالعہ کر کے انہوں نے قرآن پر اعتراض کر دیئے ہیں

تراجم اور تفسیر لکھنے والے علما مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض نے اپنی مطلب برآری کے لئے اپنی حسب منشا تفسیریں لکھ دی ہیں۔ اسلام میں عقائد و آرا کا

اختلاف پہلی دو صدیوں میں شدت کے ساتھ رونما ہوا۔ خارجی۔ شیعہ۔ سنی۔ معتزلہ۔ قدریہ جبریہ۔ اشعریہ۔ باطنیہ وغیرہ فرقوں کے داعی جو مذہب کی آڑ میں سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اپنے اپنے عقائد کی توسیع و اشاعت کے لئے نہ صرف احادیث وضع کرنے لگے۔ بلکہ انہوں نے احکام الہٰی کی بھی تاویلات شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے بعض حضرات نے بائبل کے بے سروپا قصے اس میں بھر دیئے۔ حضرت داؤد کا اوریاہ کی بیوی کو چھین لینا۔ حضرت یوسف کا زنا کے لئے تیار ہو جانا۔ حضرت سلیمان کا تکبر۔ حضرت ابراہیم کا تین جھوٹ بولنا یہ سب روایتیں ہیں۔ جن کا قرآن میں کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ عصمت انبیاء کو داغدار کرنے کا کام بائبل سے سیکھا گیا۔ اور پھر تفسیر قرآن کے ذریعہ سے اسے پھیلایا گیا۔ مزید یہ کہ جس ملک میں اسلام گیا وہاں کے اکثر لوگ اسلام قبول کرنے کے باوجود اپنے قدیم خیالات و عقائد کو ترک نہ کر سکے۔ اور انہوں نے ان کو بھی تفاسیر و احادیث میں جگہ دے دی۔ بعض علما نے خیالات زمانہ سے ذہنی شکست کھا کر اس کے معانی اپنے زمانہ کے لوگوں کے خیالات کے مطابق بیان کر دیئے۔ بڑے بڑے واجب الاحترام جید علما اس رو میں بہہ گئے۔ مثلاً سر سید احمد خاں بانی علی گڑھ یونیورسٹی نے سورہ فیل کی تفسیر کرتے ہوئے قرآنی الفاظ کو بھی مدِ نظر نہیں رکھا۔ نیچریت سے فلسفہ سے مغلوب ہو کر صاف و صریح الفاظ کے معانی کو بھی انہوں نے بدل دیا۔ سورہ فیل میں مسلمانوں کو ایک واقعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اکرم کی پیدائش سے قبل یمن کے ایک حبشی حکمران ابرھہ نے صنعا میں ایک کلیسا اس مقصد کے لئے بنوایا کہ لوگ وہاں آکر فریضہ حج ادا کریں۔ اس کا مقصد کعبہ کی وقعت کم کرنا تھا۔ قریش مکہ جن کی روزی کا دارومدار بڑی حد تک حجاج کی خیرات پر تھا۔ اسباب سے سخت برہم ہوئے اور ان میں سے کسی قریشی نے اس کلیسا کی توہین کر ڈالی۔ ابرھہ نے اس کو اپنی بے عزتی خیال کرتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ جب تک کعبہ کو

عمارت موجود ہے عوام کلب کی طرف رجوع نہ کریں گے۔ کعبہ کو گرانے کا قصد کیا۔ قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہاتھیوں والا یہ لشکر ہم نے ابابیلوں کے ذریعہ سے جو اپنی چونچوں میں پتھر لئے ہوئے تھیں۔ تباہ کر ڈالا۔ اس سورۃ میں (طیراً ابابیل) ترجمہ بجارزہ کے صاف الفاظ موجود ہیں۔ اس کے باوجود سرسید احمد خاں یہ لکھتے ہیں کہ اس سورہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ابرھہ کے لشکر میں چیچک کا مرض پھیلا دیا۔ اور یہ لشکر اسی مرض سے تباہ ہو گیا۔ انہوں نے یہ تحریف صرف اس لئے کی کہ اُن کے خیال میں پرندوں کے کسی گروہ کا آنا اور اس لشکر پر کنکر پھینکنا عام حالات کے خلاف ہے۔ اگر تھوڑا سا غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا کے برگزیدہ بندوں کی وجہ سے ایسے واقعات کا پیش آجانا کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں بھی ہم نہ صرف جسمانی جمناسٹک اور کرتبوں بلکہ روحانیت کے متعلق اخبار اور مشاہدے کے ذریعہ ایسے ایسے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھتے ہیں جنہیں نہ ہم سرانجام دے سکتے ہیں۔ سچائی صرف یہی نہیں ہوتی جو ہم کو نظر آئے۔ بلکہ بہت سی ایسی باتیں بھی سچ ہوتی ہیں جن کو ہماری عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

نزولِ قرآن سے قبل

دُنیا کے اخلاقی، سیاسی اور تمدّنی حالات

قرآن نے جس طرح ایک وحشی۔ جاہل۔ اجڈ اور گنوار قوم کو جہالت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر بامِ تہذیب پر پہنچایا۔ وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اسے اگر ایک محیر العقول معجزہ نہیں تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ وہ عرب جو اسلام سے پہلے کسی گنتی و شمار میں نہ تھا۔ جہاں کوئی آکر جاکر خوشی سے آباد ہونا پسند نہ کرتا تھا جس کی جلتی ہوئی ریت اور جھلسی ہوئی پہاڑیاں ابن آدم کے لئے کوئی کشش نہ رکھتی تھیں۔ جہاں پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہ ہوتی جہاں کے باشندے پانی کے ایک مشکیزے کی خاطر خون کی ندیاں بہا دیتے تھے۔ جہاں ہر قبیلے کا علیحدہ خدا تھا۔ جہاں کبھی کوئی ہندسی۔ کوئی فلاسفر کوئی فاتح پیدا نہیں ہوا تھا۔ جہاں رات کو آبادیوں میں اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ اب یہاں کے باشندے چند سال کے اندر اندر اپنے لئے ایک نئی تہذیب۔ نیا علم۔ نیا دین۔ نیا اخلاق اور نئی ثقافت لے کر ٹیلوں کی اوٹ سے نکلے اور قاہرہ۔ قرطبہ۔ غرناطہ۔ بغداد۔ طوس۔ ہرات۔ ہمدان

Marfat.com

تاراج غزنی اور دہلی جیسے مراکزِ علم و ہنر بسا ڈالے۔ وہ لوگ جو پتھر کے بے جان مجسموں کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے تھے اب اتنے خوددار ہو گئے کہ انہیں کسریٰ ایران اور قیصرِ روم کے سامنے جھکنا تک گوارا نہ تھا۔ اپنے علم بنتاب کو علم کل سمجھنے والے اور بنت عم کے فراق میں شعر کہہ کر ناز کرنے والے ایک طرف المجسطی (علم ہیئت کی ایک کتاب) کے ترجمے کرنے لگے تو دوسری طرف بقراط اور جالینوس کی حکمت کو چھوڑ کر نئی طرز کے ہسپتال تعمیر کرنے لگے۔ اوزارِ سرجری۔ ٹیکہ لگانا۔ اور ایسڈ بنانا یہ مسلمان حکماء کی ہی ایجادات ہیں، انہوں نے ایک طرف ہندوستان کے دیوتاؤں۔ وسط ایشیا کے بدھ کے مجسموں۔ یونان کے جوپیٹر اور اپالو کے خلاف محاذ قائم کیا۔ تو دوسری طرف انہیں تثلیث کے پرستاروں اور یہود سے ٹکر لینی پڑی۔ چند دیناروں کی خاطر انسانی قتل روا رکھنے والے اب اتنے عادل و منصف ہو گئے تھے کہ اپنے آپ کو رعایا کی حفاظت کے ناقابل پاتے ہوئے وہ جمع شدہ جزیہ بھی واپس کر کے شہر چھوڑ آئے۔ [1]

شراب پی کر کعبہ میں جھومنے والوں کی اولاد نے ساری سلطنت میں شراب کی خرید و فروخت بند کر دی۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے والے اب اس احساس پر رو رہے تھے کہ ان کے ذمہ خلقت کی حفاظت کا بوجھ ہے [2]

مگر آج بھی یورپ کی اسپرنگر۔ ڈین پریڈی اور لامنس ان کے اس اخلاقی اور روحانی انقلاب کی داد دینے کی بجائے اپنا زورِ قلم اسباب پر صرف کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اس انقلاب کے بانی کے خلاف کیچڑ اچھالی جائے۔ اور یہ ثابت کیا جائے کہ اس تمام تہذیب و خود داری کا درس دینے والا نعوذ باللہ خود ہی شریف انسان نہ تھا۔ اس لئے اس انقلاب کی اہمیت سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قرآن سے پہلے کی معاشی۔ سیاسی اخلاقی حالت بیان کی جائے تاکہ آپ کو قرآن کے پیش کردہ انقلاب کی اہمیت و عظمت

[1] واقعہ شہر حمص [2] حضرت عمر بن عبدالعزیز رح

Marfat.com

کا اندازہ ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے ویدا اور بائبل سے آپ کے سامنے حوالے پیش کئے جائینگے

اسلام سے قبل کوئی مستند تاریخ موجود نہ تھی۔ مختلف بہادروں کے قصے اور رزمیہ نظمیں ہی ادب و تاریخ کا بڑا سرمایہ سمجھی جاتی تھیں۔ اس لئے اُن قصوں کے حوالے درست نہ سمجھتے ہوئے قبل از اسلام کے دو عظیم ترین مذاہب کی کتب مقدسہ سے عبارات پیش کی گئی ہیں۔ آپ ان عبارتوں میں خط کشیدہ الفاظ کا غور سے مطالعہ فرمائیں۔ خط کشیدہ الفاظ پر غور کرنے سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اسلام میں غلط عقائد کیسے آئے۔ آپ انہی عبارات میں زمانہ قبل از اسلام کے عرب ہی کی نہیں بلکہ ہندوستان سے لے کر یونان و روما تک کے لوگوں کی اخلاقی حالت کی تصویر اپنے سامنے دیکھیں گے۔

بائبل پیدائش باب ۱۸ :

پھر خداوند ممرے کے بلوطوں میں اُسے نظر آیا۔ اور وہ دن کو گرمی کے وقت اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھا تھا۔ اور اُس نے اپنی آنکھیں اٹھا کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ تین مرد اُس کے سامنے کھڑے ہیں۔ وہ ان کو دیکھ کر خیمہ کے دروازہ سے اُن سے ملنے کو دوڑا اور زمین تک جھکا۔ اور کہنے لگا۔ اے میرے خداوند اگر مجھ پر آپ نے کرم کی نظر کی ہے تو اپنے خادم کے پاس سے چلے نہ جائیں بلکہ تھوڑا سا پانی لایا جائے۔ اور آپ اپنے پاؤں دھو کر اُس درخت کے نیچے آرام کریں میں کچھ روٹی لاتا ہوں۔ آپ تازہ دم ہو جائیں۔ تب آگے بڑھیں کیونکہ آپ اسی لئے اپنے خادم کے ہاں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا جیسا تو نے کہا ہے ویسا ہی کر اور ابرہام ڈیرے میں سارہ کے پاس دوڑا گیا۔ اور کہا تین پیمانہ باریک آٹا جلد لے۔ اور اُسے گوندھ پھلکے بنا۔ اور ابرہام گلّے کی طرف دوڑا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لا کر ایک نوجوان کو دیا۔ اور اس نے جلدی جلدی اُسے تیار کیا۔ پھر اس نے مکھن اور دودھ اور اس بچھڑے کو جو اس نے پکوایا تھا۔ لے کر اُن کے سامنے رکھا۔ اور آپ ان کے پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا۔ اور انہوں نے کھایا۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا تیری بیوی سارہ کہاں ہے۔ اُس

Marfat.com

نے کہا وہ ڈیرے میں ہے۔ تب اُس نے کہا میں پھر موسم بہار میں تیرے پاس آؤں گا اور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگا اور اس کے پیچھے ڈیرے کا دروازہ تھا۔ سارہ وہاں سے سن رہی تھی۔ اور ابرہام اور سارہ ضعیف عمر کے تھے۔ اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے۔ تب سارہ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا۔ کیا اس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لئے شادمانی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے۔ پھر خداوند نے ابرہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہہ کر ہنسی کہ کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہو گئی ہوں واقعی بیٹا ہوگا۔ کیا خداوند کے نزدیک کوئی بات مشکل ہے۔ موسم بہار میں معین وقت پر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔ تب سارہ انکار کر گئی۔ کہ میں نہیں ہنسی۔ کیونکہ وہ ڈرتی تھی پر اُس نے کہا نہیں تو ضرور ہنسی ہے۔"

خدا کا انسانی صورت میں آنا۔ بندوں میں اوتار کا عقیدہ ایسی عبارات کی پیداوار ہیں۔

بائبل پیدائش باب ۱۸۔

"اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا۔ اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اُسے صغر میں بسنے ڈر لگا۔ اور وہ اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اُس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا۔ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش تھی اور آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو۔ تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ

گئی۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔ اور بڑی کے بیٹا ہوا۔ اور اس نے اس کا نام موآب رکھا۔ وہی موآبیوں کا باپ ہے۔ جو اب تک موجود ہیں اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا۔ اور اس نے اس کا نام بن عمی رکھا اور وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔"

نوٹ :۔ حضرت لوط وہ شخص ہیں جسے ابراہیم نے راستباز کہا۔ مسلمان نبی سمجھتے ہیں فرشتے اسے سعید سمجھتے ہوئے عذاب خداوندی سے بچاتے ہیں۔ اس کے متعلق بائبل کی شہادت پر غور کیجئے !

پیدائش باب ۳۵۔ آئت ۲۲ :۔

"اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن نے جا کر اپنے باپ کی حرم بلہاہ مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا۔" (ماں سے زنا)

پیدائش باب ۲۸۔ آئت نمبر ۱۰ "اور یعقوب بیرسبع سے نکل کر حاران کی طرف چلا۔ اور ایک جگہ پہنچ کر ساری رات وہیں رہا۔ کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا۔ اور اس نے اس جگہ کے پتھروں میں سے ایک اٹھا کر اپنے سرہانے دھر لیا اور اسی جگہ سونے کے لئے لیٹ گیا۔ اور خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر کھڑی ہے اور اس کا سر آسمان تک پہنچا ہے۔ اور خدا کے فرشتے اس پر سے چڑھتے اترتے ہیں اور خدا (۳۱) کے اوپر کھڑا رہا ہے کہ میں خداوند تیرے باپ ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا ہوں میں یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے تجھے اور تیری نسل کو دوں گا اور تیری نسل زمین کی گرد کے ذروں کی مانند ہو گی۔ اور تو مشرق و مغرب شمال و جنوب میں پھیل جائے گا۔ اور زمین کے سب قبیلے تیرے اور تیری نسل کے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔ اور دیکھ میں تیرے ساتھ ہوں اور ہر جگہ جہاں کہیں تو جائے تیری حفاظت کروں گا۔ اور تجھ کو اس ملک میں پھر لاؤں گا اور جو کچھ میں نے تجھ سے کہا ہے۔ جب تک اسے پورا نہ کر لوں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ تب

یعقوب جاگ اٹھا اور کہنے لگا یقیناً خداوند اس جگہ ہے۔ اور مجھے معلوم نہ تھا۔ اور اُس نے ڈر کر کہا۔ یہ کیسی بھیانک جگہ ہے۔ سو یہ خدا کے گھر اور آسمان کے آستانہ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یعقوب صبح سویرے اٹھا اور اس پتھر کو جسے اس نے اپنے سرہانے دھرا تھا۔ لیکر ستون کی طرح کھڑا کیا۔ اور اس کے سرے پر تیل ڈالا اور اس جگہ کا نام بیت ایل رکھا۔"

(پتھر کس طرح مقدس قرار پائے)

پیدائش باب ۳۸۔ آیت نمبر ۱۔

اُنہی دنوں میں ایسا ہوا کہ یہوداہ اپنے بھائیوں سے جدا ہو کر ایک عدلامی آدمی کے پاس جس کا نام حیرہ تھا گیا۔ اور یہوداہ نے وہاں سوع نامی کسی کنعانی کی بیٹی کو دیکھا اور اس سے بیاہ کر کے اس کے پاس گیا۔ وہ حاملہ ہوئی اُس کے ایک بیٹا ہوا جس کا نام اس نے عیر رکھا اور وہ پھر حاملہ ہوئی اور ایک بیٹا ہوا اور اس کا نام اونان رکھا۔ پھر اس کے ایک اور بیٹا ہوا اور اس کا نام سیلہ رکھا اور یہوداہ کزیب میں تھا جب اس عورت کے یہ لڑکا ہوا۔ اور یہوداہ اپنے پہلوٹھے بیٹے عیر کے لئے ایک عورت بیاہ لایا جس کا نام تمر تھا۔ اور یہوداہ کا پہلوٹھا بیٹا خداوند کی نگاہ میں شریر تھا۔ سو خداوند نے اُسے ہلاک کر دیا تب یہوداہ نے اونان سے کہا کہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جا۔ اور دیور کا حق ادا کر تاکہ تیرے بھائی کے نام سے نسل چلے۔ اور اونان جانتا تھا کہ یہ نسل میری نہ کہلائے گی۔ سو یوں ہوا کہ جب وہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جاتا تو نطفہ کو زمین پر گرا دیتا تھا کہ مبادا اس کے بھائی کے نام سے نسل چلے۔ اور اس کا یہ کام خداوند کی نظر میں بہت بُرا تھا اس لئے اس نے اُسے بھی ہلاک کیا۔"

(نیوگ خداوند کا پسندیدہ فعل)

سیموئیل باب ۱۹۔ آیت ۸۔

اور پھر جنگ ہوئی۔ اور داؤد نکلا۔ اور فلستیوں سے لڑا اور بڑی خونریزی کے ساتھ ان کو قتل کیا

Marfat.com

اور وہ اس کے سامنے سے بھاگے اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح ساؤل پر جب وہ اپنے گھر میں اپنا بھالا اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا چڑھی۔ اور داؤد ہاتھ سے بجا رہا تھا۔ اور ساؤل نے چاہا کہ داؤد کو دیوار کے ساتھ بھالے سے چھید دے۔ پر ساؤل کے آگے سے ہٹ گیا۔ اور بھالا دیوار میں جا گھسا۔"

(بھوت۔ آسیب وغیرہ)

سیموئیل باب ۱۵

"اور سیموئیل نے ساؤل سے کہا کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ میں تجھے مسح کروں۔ تاکہ تو اس کی قوم اسرائیل کا بادشاہ ہو۔ سو اب تو خداوند کی باتیں سن۔ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ مجھے اس کا خیال ہے کہ عمالیق نے اسرائیل سے کیا کیا اور جب یہ مصر سے نکل آئے تو وہ راہ میں ان کا مخالف ہو کر آیا۔ سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ ان کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے۔ اور ان پر رحم مت کر۔ بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیر خوار۔ گائے بیل۔ بھیڑ۔ بکریاں۔ اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال (بو کہ خون آتی ہے کس قوم کے افسانے سے ؟)

"چنانچہ ساؤل نے لوگوں کو جمع کیا اور طلائم میں ان کو لے گیا۔ سو وہ دو لاکھ پیادے اور یہوداہ کے دس ہزار مرد تھے۔ اور ساؤل عمالیق کے شہر کو آیا اور وادی کے بیچ گھات لگا کر بیٹھا۔ اور ساؤل نے قینیوں سے کہا تم چل دو۔ عمالیقیوں کے بیچ سے نکل جاؤ تا نہ کہ میں تم کو ان کے ساتھ ہلاک کر ڈالوں۔ اس لئے کہ تم سب اسرائیلیوں سے جب وہ مصر سے نکل آئے مہر کے ساتھ پیش آئے۔ سو قینی عمالیقیوں سے نکل گئے۔ اور ساؤل نے عمالیق کو حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے ہے مارا۔ اور عمالیقیوں کے بادشاہ اجاج کو جیتا پکڑا اور سب لوگوں کو تلوار کی دھار سے نیست کر دیا۔ لیکن ساؤل نے اور ان لوگوں نے اجاج اور اچھی اچھی بھیڑ بکریوں۔ گائے بیلوں اور موٹے موٹے بچوں اور برّوں کو اور جو کچھ اچھا تھا

دُسے جیتا رکھا اور ان کو نیست کرنا نہ چاہا۔ لیکن انہوں نے ہر ایک چیز کو جو ناقص اور نکمی تھی، نیست کر دیا۔

تب خداوند کا کلام سیموئیل کو پہنچا مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لئے مقرر کیا........ اور خداوند ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کر کے ملول ہوا۔"

(خدا خود بھول جاتا ہے اور غلط کام کرتا ہے)

سیموئیل باب نمبر ۱۳:

"اور اس کے بعد ایسا ہوا کہ داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوبصورت بہن تھی جس کا نام تمر تھا۔ اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہو گیا۔ اور امنون ایسا کڑھنے لگا کہ وہ اپنی بہن تمر کے سبب سے بیمار پڑ گیا کیونکہ وہ کنواری تھی۔ سو امنون کو اس کے ساتھ کچھ کرنا دشوار معلوم ہوا اور داؤد کے بھائی سمع کا بیٹا یونادب اس کا دوست تھا۔ اور یونادب بڑا چالاک آدمی تھا سو اس نے اس سے کہا اے بادشاہ زادے تو کیوں دن بدن دبلا پتلا ہوتا جاتا ہے۔ کیا تو مجھے نہیں بتائے گا۔ تب امنون نے اس سے کہا میں اپنے بھائی ابی سلوم کی بہن تمر پر عاشق ہوں۔ یونادب نے اس سے کہا تو اپنے بستر پر لیٹ جا۔ اور بیماری کا بہانہ کر لے اور جب تیرا باپ تجھے دیکھنے آئے تو اس کو کہنا میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ مجھے کھانا دے اور میرے سامنے کھانا پکائے تاکہ میں دیکھوں اور اس کے ہاتھ سے کھانا کھاؤں۔ سو امنون پڑ گیا اور اس نے بیماری کا بہانہ کر لیا اور جب بادشاہ اس کو دیکھنے آیا تو امنون نے بادشاہ کو کہا۔ میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ میرے سامنے دو پوریاں بنائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو داؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اس کے لئے کھانا پکا۔ سو تمر اپنے بھائی امنون کے گھر گئی اور وہ بستر پر پڑا ہوا تھا اور اس نے آٹا لیا اور گوندھا اور اس کے سامنے پوریاں بنائیں۔ اور ان کو پکایا اور تلے کو لیا۔ اور اس کے سامنے ان کو انڈیل دیا۔ پر اس نے کھانے سے انکار کیا تب

Marfat.com

امنون نے کہا سب آدمیوں کو میرے پاس سے باہر کر دو۔ سو ہر ایک آدمی اس کے پاس سے چلا گیا۔

تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھڑی کے اندر لے آ تا کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو تمر وہ پوریاں جو اس نے پکائی تھیں اٹھا کر ان کو کوٹھڑی میں اپنے بھائی امنون کے پاس لائی۔ اور جب وہ ان کو اس کے نزدیک لے گئی۔ کہ وہ کھائے تو اس نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس سے کہا اے میری بہن مجھ سے وصل کر۔ اس نے کہا اے میرے بھائی مجھ سے جبر نہ کر کیونکہ اسرائیلیوں میں کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہئے تو ایسی حماقت نہ کر اور بھلا میں اپنی رسوائی کہاں لئے پھروں گی۔ اور تو بھی اسرائیلیوں میں احمقوں میں سے ایک کی مانند ٹھہرے گا۔ سو تو بادشاہ سے عرض کر۔ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا۔ لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی۔ اور چونکہ وہ زور آور تھا۔ اس لئے اس نے اس کے ساتھ جبر کیا۔ اور اس سے صحبت کی۔ پھر امنون کو اس سے بڑی نفرت ہو گئی کیونکہ اس کی نفرت اس کے جذبہ عشق سے کہیں بڑھ کر تھی۔ سو امنون نے اس سے کہا۔ اٹھ چلی جا۔"

(ایسے انبیاء کا اخلاق !)

سیموئیل باب نمبر ۱۱ :

"پر داؤد یروشلم میں ہی رہا اور شام کے وقت اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔ اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ الیعام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے۔ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا۔ وہ اس کے پاس آئی۔ اور اس نے اس سے صحبت کی۔ کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی۔ وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ

Marfat.com

حاملہ ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ صبح کو داؤد نے جواب کے لئے ایک خط لکھا اور اُسے اوریاہ (اُس عورت کا خاوند) کے ہاتھ بھیجا۔ اور اس نے خط میں یہ لکھا۔ کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا کہ وہ مارا جائے۔ اور جاں بحق ہو"

(نبی کی سیرت ملاحظہ ہو)

سیموئیل باب نمبر ۶ :

"سو خدا کا صندوق سات مہینے تک فلیتوں کے ملک میں رہا۔ تب فلیتوں نے کاہنوں اور نجومیوں کو بلایا اور کہا ہم خداوند کے اس صندوق کو کیا کریں۔ ہم کو بتاؤ کہ ہم کیا ساتھ کر کے اس کی جگہ بھیجیں۔ انہوں نے کہا اگر تم اسرائیل کے خدا کے صندوق کو واپس بھیجتے ہو تو اُسے خالی نہ بھیجنا۔ بلکہ جرم کی قربانی اس کے لئے ضرور ہی ساتھ کرنا۔ تب تم شفا پاؤ گے۔ اور تم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ تم سے کس لئے دست بردار نہیں ہوتا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ جرم کی قربانی جو ہم اس کو دیں کیا ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ فلستی سرداروں کے شمار کے مطابق سونے کی پانچ گلٹیاں اور سونے کی پانچ چوہیاں کیونکہ تم سب اور تمہارے سردار دونوں ایک ہی آزار میں مبتلا ہوئے۔ سو تم اپنی گلٹیوں کی مورتیں اور ان چوہوں کی مورتیں جو ملک کو خراب کرتی ہیں بناؤ اور اسرائیل کے خدا کی تمجید کرو۔ شاید یوں تم پر سے اور تمہارے دیوتاؤں پر سے اور تمہارے ملک پر سے اپنا ہاتھ ہلکا کرے"۔

(طاعون کے مرض کی دیوی کس طرح بنی۔ اسی طرح ماتا دیوی۔ کالی دیوی ظہور میں آگئی)

تواریخ باب ۲۶۔ آیت ۱۶ تا ۲۱ :

"لیکن جب وہ زور آور ہو گیا تو اس کا دل اس قدر پھول گیا کہ وہ خراب ہو گیا۔ اور وہ خداوند اپنے خدا کی نافرمانی کرنے لگا۔ چنانچہ وہ خداوند کی ہیکل میں گیا۔ تاکہ بخور کی قربانگاہ پر بخور جلائے۔ تب عزریاہ کاہن اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ اس کے ساتھ خداوند کے اسّی کاہن اور تھے۔ جو بہادر آدمی تھے۔ اور انہوں نے عزیاہ بادشاہ کا سامنا کیا۔ اور

اس سے کہنے لگے۔ اے عزیاہ خداوند کے لئے بخور جلانا تیرا کام نہیں بلکہ کاہنوں یعنی ہارون کے بیٹوں کا کام ہے۔ جو بخور جلانے کے لئے مقدس کئے گئے ہیں۔ سو مقدس سے باہر جا۔ کیونکہ تو نے خطا کی ہے اور خداوند خدا کی طرف سے یہ تیری عزت کا باعث نہ ہوگا تب عزیاہ غضبناک ہوا اور وہ خوشبو جلانے کا بخوردان اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ اور جب وہ کاہنوں پر جھنجلا رہا تھا۔ تو کاہنوں کے سامنے ہی خداوند کے گھر کے اندر بخور کی قربانگاہ کے پاس اس کی پیشانی پر کوڑھ پھوٹ نکلا۔"

(ذات پات کی تمیز)

پیدائش باب ۲۹:

"جب یعقوب نے اپنے ماموں لابن کے ریوڑ کو دیکھا تو وہ نزدیک گیا اور پتھر کنوئیں کے منہ پر سے ڈھلکا کر اپنے ماموں لابن کے ریوڑ کو پانی پلایا اور یعقوب نے راحل کو چوما۔ اور چلا چلا کر رو پڑا اور یعقوب نے راحل سے کہا۔ میں تیرے باپ کا رشتہ دار اور رفقہ کا بیٹا ہوں۔ تب اس نے دوڑ کر اپنے باپ کو خبر دی۔ لابن اپنے بھانجے کی خبر پاتے ہی اس سے ملنے کو دوڑا۔ اور اسے گلے لگایا۔ اور چوما اور اسے اپنے گھر لایا۔ تب اس نے لابن کو اپنا سارا حال سنایا۔ لابن نے اسے کہا تو واقعی میری ہڈی اور میرا گوشت ہے۔ سو وہ ایک مہینہ اس کے ساتھ رہا۔ تب لابن نے یعقوب سے کہا۔ چونکہ تو میرا رشتہ دار ہے تو کیا اس لئے لازم ہے کہ تو میری خدمت مفت کرے۔ سو مجھے بتا تیری اجرت کیا ہوگی اور لابن کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام لیاہ اور چھوٹی کا نام راحل تھا۔ لیاہ کی آنکھیں چندھی تھیں پر راحل خوبصورت اور حسین تھی۔ اور یعقوب راحل پر فریفتہ تھا۔ سو اس نے کہا تیری چھوٹی بیٹی راحل کی خاطر میں سات برس تک تیری خدمت کروں گا۔ لابن نے کہا۔ اسے غیر آدمی کو دینے کی جگہ تجھی کو دینا بہتر ہے۔ تو میرے پاس رہ۔ چنانچہ یعقوب سات برس تک راحل کی خاطر خدمت کرتا رہا۔ پر وہ اسے راحل کی محبت کے سبب چند

دونوں کے برابر معلوم ہوئے۔ اور یعقوب نے لابن سے کہا کہ میری مدت پوری ہو گئی سو میری بیوی مجھے دے۔ تاکہ میں اس کے پاس جاؤں۔ تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لایا۔ اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی۔ کہ اس کی لونڈی ہو۔ جب صبح کو معلوم ہوا کہ یہ تو لیاہ ہے تب اس نے لابن سے کہا کہ تو نے مجھ سے کیا کیا۔ کیا میں نے جو تیری خدمت کی تھی وہ راخل کی خاطر نہ تھی پھر تو نے مجھے دھوکہ کیوں دیا؟"

(عام رسم رواج اور تمدن کی حالت ظاہر ہے)

خروج باب ۵ آیت ۶:

"اور اسی دن فرعون نے بیگار لینے والوں اور سرداروں کو جو لوگوں پر تھے حکم کیا کہ اب آگے کو تم ان لوگوں کو اینٹیں بنانے کے لئے بھس نہ دینا۔ جیسے اب تک دیتے رہے اور وہ خود ہی جا کر اپنے لئے بھس بٹوریں اور ان سے اتنی ہی اینٹیں بنوانا جتنی وہ اب تک بناتے آئے ہیں۔ تم اس میں سے کچھ نہ گھٹانا۔ کیوں کہ وہ کاہل ہو گئے ہیں اسی لئے چلا چلا کر کہتے ہیں کہ ہم کو جانے دو۔ کہ ہم اپنے خدا کے لئے قربانی کریں۔ سو ان سے زیادہ سخت محنت لی جائے تاکہ کام میں مشغول رہیں اور جھوٹی باتوں سے دل نہ لگائیں۔ تب بیگار لینے والوں اور سرداروں نے جو لوگوں پر تھے جا کر ان سے کہا۔ فرعون کہتا ہے میں تم کو بھس نہیں دینے کا۔ تم خود ہی جاؤ اور جہاں کہیں تم کو بھس ملے وہاں سے لاؤ۔ کیونکہ تمہارا کام کچھ بھی گھٹایا نہیں جائے گا۔ چنانچہ وہ لوگ تمام مصر میں مارے مارے پھرتے تھے تاکہ بھس کے عوض کھونٹی جمع کریں۔ اور بیگار لینے والے یہ کہہ کر جلدی کراتے تھے کہ تم اپنا روز کا کام جیسے بھس پا کر کرتے تھے اب بھی کرو۔"

(غلاموں کی حالت زار)

خروج باب ۱۸۔ آیت ۲۴ :

"اور موسیٰ نے اپنے خسر کی بات مان کر جیسا اس نے بتایا تھا ویسا ہی کیا۔ چنانچہ موسیٰ نے سب اسرائیلیوں میں سے لائق اشخاص چنے اور ان کو ہزار ہزار سو سو پچاس پچاس اور دس دس آدمیوں کے اوپر حاکم مقرر کیا۔ سو یہی ہر وقت لوگوں کا انصاف کرنے لگے۔ مشکل مقدمات تو وہ موسیٰ کے پاس لے آتے تھے۔ پر چھوٹی چھوٹی باتوں کا فیصلہ خود ہی کر دیتے تھے۔ پھر موسیٰ نے اپنے خسر کو رخصت کیا اور اپنے وطن روانہ ہو گیا۔"

(قبائلی نظام)

احبار باب ۱۵

"اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا کہ بنی اسرائیل سے کہو کہ اگر کسی شخص کو جریان کا مرض ہو۔ تو وہ جریان کے سبب ناپاک ہے۔ اور جریان کے سبب اس کی ناپاکی یوں ہو گی کہ خواہ دھات بہتی ہو یا دھات کا بہنا بند ہو گیا ہو۔ وہ ناپاک ہے۔ جس بستر پر جریان کا مریض سوئے وہ ناپاک ہے۔ جس چیز پر وہ بیٹھے وہ ناپاک ہے۔ اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے۔ اور پانی سے غسل کرے۔ اور شام تک ناپاک رہے۔"

اب ذرا ویدوں کے حوالے دیکھئے۔ یہ وہ کتابیں ہیں جنہیں ہندو الہامی کتابیں تسلیم کرتے کرتے ہیں۔ ان سطور کے مطالعہ سے آپ کو ہندوؤں کی تمدنی۔ علمی۔ عقلی۔ اور مذہبی حالت بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ طلوع اسلام کی فرحت بخش نسیم کے جھونکوں سے قبل باد سموم کے تند تھپیڑوں کا خیال فرمائیے۔ اور آج اسلام پر اعتراض کرنے والوں کی پست ذہنیت کو ملاحظہ کیجئے۔

یجر وید

"اس رودر دیوتا کو نمسکار ہو جو کہ ٹھگ ہے۔ جو بہت ہی بڑا ٹھگ ہے۔ جو رہزن ڈاکوؤں کا افسر ہے۔ جو چوروں کا سردار ہے۔ جو لوگوں کو مارنے کے لئے تیر کمان ہاتھ میں لئے پھرتا ہے۔

کرشن یجر وید ورق ۱۴۱۔ "آگ پہلے اوپر سورگ میں تھی۔ اور سورج زمین پر تھا۔ اس وقت زمین و آسمان بڑی گھبراہٹ اور بے تابی کی حالت میں تھے۔ تب دیوتا بولے کہ آؤ ہم دونوں کا الٹ پھیر کر دیں۔ تب انہوں نے اس منتر سے آگ کو اوپر سے لاکر اس زمین پر رکھا۔ اور دوسرے منتر سے سورج کو اوپر سورگ میں لے جا کر رکھ دیا۔"

(معلومات سائنس)

کرشن یجر وید ورق ۱۳۱

"توشٹا کا بیٹا ورترتین سروں اور تین منہ والا تھا۔ وہ دیوتاؤں کا پروہت اور راکششوں کا بھانجہ تھا۔ وہ دیوتا سے تو اپنا حصہ لیتا ہی تھا مگر اس نے خفیہ طور پر راکششوں سے بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ اندر کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے سوچا کہ یہ ورتر تو میری حکومت کو تباہ کرنا چاہتا ہے تب اس نے وجر سے اس کے تینوں سر کاٹ ڈالے۔ جو سر سوم پینے کا تھا۔ اس کا بٹیر بن گیا۔ جو شراب پینے کا تھا اس سے گھریلو چڑیا بن گئی۔ اور جو باقی سب چیزوں کے کھانے کا تھا۔ اس سے تیتر بن گیا۔" (قصہ بے سرو پا توہم پرستی)

رگ وید منڈل ۱۔ سوکت ۱۵ منتر ۱۲۔

"ایک دفعہ انگ نامی راجہ اپنی بیویوں کے ساتھ گنگا میں نہا رہا تھا۔ اس دن دیر گھتا رشی کو اس کے بیوی بچوں نے یہ سمجھ کر کہ اب یہ بوڑھا کسی کام کا نہیں۔ گنگا میں پھینک دیا۔ وہ کسی طرح بہتا ہوا راجہ کے پاس آگیا۔ راجہ نے اس رشی کو پہچان کر اسے ناؤ سے اتار کر کہا کہ اے مہاراج میرے گھر کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اس میری بڑی رانی میں ایک بیٹا پیدا کر دے۔ رشی نے کہا بہت خوب۔ تب راجہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ رشی کے پاس جا۔ رانی نے کہا بہت اچھا۔ لیکن دل میں سوچا کہ یہ بوڑھا برہمن میرے لائق نہیں۔ اپنی اشک نامی لونڈی رشی کے پاس بھیجا۔ رشی نے اسے پاک کر کے اس کے ساتھ بھوگ کیا۔ جس باعث اس

Marfat.com

لونڈی کو لکچھمی دان نام کا لڑکا پیدا ہوا۔ لکچھمی دان اور دیرگ تمایہ دونوں وید منتروں کے رہنے والے ہیں۔ حتیٰ کہ لکچھمی دان کی لڑکی گھوشہ کے بنائے ہوئے وید منتروں میں ہیں کہ یہ لوگ بے غیرتی کی حد اور ویدوں کے مصنف کی کہانی پیدائش)

سام وید منتر ا صفحہ ۴۸۷

اے اندر دیوتا ہمارا دیا ہوا سوم رس تجھ کو خوش کرے اور تو ہم کو دھن دولت دے۔ وید اور براہمنوں کے دشمنوں کو تباہ کر" (بت پرستی)

اتھر وید۔ کانڈہ۔ سوکت ۸۔ منتر ا و ۲

"جیسے درخت پر چڑھنے والی بیل اس درخت کو چاروں طرف سے چمٹ جاتی ہے اے عورت ویسے ہی تو مجھ کو چمٹ جا۔ اور مجھ کو پسند کر۔ اور میرے سوا اور کسی کے پاس جا۔ جیسے پرندا اڑتا ہوا اپنے پروں سے زمین کو مارتا ہے۔ اے عورت ویسے ہی اپنے عشق سے تیرے دل کو مارتا ہوں۔ تاکہ تو مجھے ہی چاہنے والی ہو۔" (تعویذ حب)

اتھر وید۔ کانڈ ۳۔ سوکت ۱۸۔ منتر ا۔

"میں اپنی سوت کے لئے اس بہت طاقت والی جڑی کو اکھاڑتی ہوں۔ جس جڑی سے سوت کو جکڑ اور باندھا جاتا ہے۔ اور جس سے خاوند کو صرف اپنے لئے ہی خاص کر لیا جاتا ہے۔ اے اوپر کو اٹھے ہوئے پتوں والی اور اچھے نصیب والی اور طاقت ور لوگوں کو اپنی طاقت سے ذلیل کرنے والی جڑی تو میری سوت کو بہت بری طرح سے کہیں دور سے دراز جگہ دفع کر اور خاوند کو صرف میری اکیلی کے لئے کر دے۔" (عہد جدید میں سوت کی شکایت کرنے والی یہ نسخہ ضرور آزمائیں)

اتھر وید کانڈ ۳۔ سوکت ۲۵۔ منتر ۱، ۲، ۵

"اے عورت عشق دیوتا تجھے اسی طرح بے جان اور دکھی کرے کہ تجھے اپنے سونے کی جگہ نہ بھائے۔ اے عورت عشق دیوتا کا جو خطرناک تیر ہے۔ اس سے میں تیرے دل کو چھید

زخمی کرتا ہوں۔ اے عورت تو خود ہی آ۔ ورنہ میں تجھ کو کوڑے سے پیٹ کر تیرے والدین سے علیحدہ کر کے یوں لاؤں گا کہ تو ہر وقت میرے ہی دل میں بسے۔ اور میرے ہی ارادوں کی پیروی کرے۔ (حسب کے ماروں کا سہارا)

رگ وید۔ منڈل ا۔ سوکت ۸۵۔ منتر ۴۰:

"باکرہ ہونے کی حالت میں لڑکی کے ساتھ پہلے سوم دیوتا بھوگ کرتا ہے۔ پھر گندھرو وغیرہ بھوگ کرتے ہیں۔ اس کے بعد اگنی دیوتا بھوگ کرتا ہے۔ اور پھر اس لڑکی کا خاوند انسان بن سکتا ہے۔" (اخلاق دیوتا)

اتھر وید کانڈ ۴۔ سوکت ۶۔ منتر ا

"جو پہلا برہمن پیدا ہوا اس کے دس سر اور دس منہ تھے۔ اس نے سوم پیا اور زہر کو بے اثر کر دیا۔" (خزینہ معلومات)

یجر وید ادھیائے ۳۱۔

"وہ برہما سب سے پہلے پیدا ہوا۔ وہی برہما سارے جہاں کا مالک ہے۔ اسی نے پیدا ہو کر زمین و آسمان کو دھارن کیا۔ اور اسی برہما نے پھر ساری مخلوق اپنے جسم سے یوں پیدا کی۔ برہمنوں کو اپنے منہ سے۔ چھتریوں کو اپنے بازوؤں سے۔ ویشوں کو اپنے زانوؤں سے اور شودر کو اپنے پاؤں سے۔ چاند کو اپنے دل سے۔ سورج کو اپنی آنکھوں سے روح کو اپنے کانوں سے اور آگ کو اپنے منہ سے پیدا کیا۔" (پیدائش خلقت کا راز)

رگ وید منڈل ۷۔ سوکت ۱۰۴۔ منتر ۱۰

"گائے کی طرح ٹرانے والے۔ اور بکرے جیسی آواز کرنے والے اور سفید رنگ کے اور سبز رنگ کے مینڈک ہم کو مال و دولت دیں۔ اور برسات میں ہونے والے مینڈک ہم کو سینکڑوں گائیں دیتے ہوئے ہماری عمروں کو بڑھائیں۔" (توہم پرستی)

Marfat.com

رگ وید۔ منڈل ۷۔ سوکت ۴۰۱۔ منتر ۱۰

"اے لوگو تمہاری حفاظت کے لئے میں گھوڑے دیوتا کو پکارتا ہوں۔ اور آنوتی۔ کما
آگ۔ بھگ۔ اندر۔ وشنو۔ پوشا۔ صبح۔ زمین۔ آسمان۔ پانی۔ سوگ ان سب دیوتا
اور باقی تمام دیوتاؤں کو بلاتا ہوں"

منوسمرتی۔ ادھیائے ۴۔ شلوک ۸۱۔

"جو کوئی شودر کو دھرم یا ورت وغیرہ کی نصیحت کرتا ہے۔ وہ اسی شودر کے ساتھ اسنور
نرک میں ڈوبتا ہے" (انسانوں میں گروہ بندی اور ذات پات پر مخزبے جا)

ادھیائے ۸۔ شلوک ۴۱۳:

"شودر کو برہما نے غلامی کے لئے پیدا کیا" (سماج کا انصاف ملاحظہ ہو)

منوسمرتی۔ ادھیائے ۸۔ شلوک ۱۴۲۔

قرض دینے والا ذاتوں کے اعتبار سے سود لے۔ یعنی برہمن سے سینکڑے پر دو پن ماہو
چھتری سے تین پن۔ ویش سے چار پن اور شودر سے پانچ پن ماہوار"
(مرے کو مارے شاہ مدار

رگ وید۔

"پرجاپتی نے اپنی بیٹی سے صحبت کرنی چاہی۔ اور ہرن بن کر اپنی بیٹی سے صحبت
جو کہ اس وقت سرخ رنگ کی ہرنی بنی ہوئی تھی۔ لڑکی سے صحبت کرتے وقت اپنا
جو چھوڑی تو بوجہ زیادہ ہونے کے وہ زمین پر تالاب بن گیا۔ پھر اس منی کے چاروں طر
دیوتاؤں نے آگ رکھ کر اس کو دھونکایا۔ تاکہ وہ بہہ خشک ہو جائے۔ وہ آگ اسے
نہ کر سکی۔ تب دیوتاؤں نے دشوار نام کی آگ لاکر اس منی کے تالاب کے چاروں طرف رکھا
اس آگ نے اس منی کے تالاب کو خشک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ چنانچہ پہلا ٹکڑا
خشک ہو کر علیحدہ ہوا۔ وہ اوپر جاکر سورج بن گیا اور جو دوسرا ٹکڑا خشک ہو کر علیحدہ ہوا

وہ برگو نام کارشی بن گیا۔ اس تالاب سے جو تیسرا انگرا خشک ہوا اس سے دیوتا بن گئے۔ اور مٹی
کا جو حصہ آگ کی تیزی کے باعث انگارے بن گیا ان سے انگرا نام کارشی بنا۔ پھر تھوڑی دیر
کے بعد بقیہ انگاروں کا جو حصہ ذرا ذرا کالا ہو گیا۔ اس سے تمام کالے رنگ کے حیوان بن گئے
آگ کی تیزی کے باعث نیچے کی مٹی سرخ ہو چکی تھی۔ اس سُرخ مٹی سے تمام سرخ حیوان
اور جانور بن گئے۔ اور جو راکھ ہو گئی وہ ادھر ادھر پھیل گئی۔ اس سے سفید حیوان مثلاً
نیل گائے۔ ہرن۔ اونٹ اور گدھے پیدا ہو گئے۔" (فیاس کن زگلستان من بہار مرا)

یجر وید۔ ادھیائے ۲۴۔ منتر ۲۸

"ایشاں دیوتا کے لئے پرسیہ نام کا ہرن قربان کیا جائے۔ منز دیوتا کے لئے سفید رنگ کا
ہرن۔ اور وردن دیوتا کے لئے بھینس اور پرتی دیوتا کے لئے نیل گائیں۔ اور ترشٹا دیوتا
کے لئے اونٹ قربانی ہوں۔" (سوختنی قربانی)

رگ وید منڈل ۱۰۔ سوکتہ ۹۸۔ منتر ۱۰

اے آگ یہ ہزاروں بیل مینہ برسانے والے اندر کا حصہ ہیں۔ جو تو اندر کو دے دے۔

رگ وید منڈل ۱۰۔ سوکت ۹۱۔ منتر ۱۴۔

جس آگ میں بڑے بڑے جوان گھوڑے پھینکے جاتے ہیں اور موٹے موٹے بیل پھینکے جاتے
ہیں۔ بکریاں اور بھیڑیں پھینکی جاتی ہیں۔ یہاں سوم پینے والی اور یگیہ میں شراب گھی وغیرہ کو
پینے والی اس آگ کے لئے یہ اعلیٰ منتر بناتا ہوں۔"

رگ وید۔ منڈل ۶۔ سوکت ۱۵۔ منتر ۵

"ہزار سروں والا ہزار آنکھوں والا۔ اور ہزار پاؤں والا ایشور زمین کی چاروں طرف سے
گھیر کر دیا پت ہو کر دس انگل جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے۔"

مندرجہ بالا حوالہ جات جو ہندو اور یہودی مذہب کی مستند کتابوں سے لئے گئے ہیں یہ
ثابت کرتے ہیں کہ یہودیوں کا مذہب اور ویدوں کا مذہب آپس میں بہت سی باتیں

Marfat.com

مشترک رکھتا ہے اور دنیا کے حجری دور میں توحید کے متعلق انسانی تصور اور اخلاق کی حالت قریباً یکساں تھی۔ ویدوں اور یہودیوں کے مذہب میں مندرجہ ذیل باتیں مشترک پائی جاتی ہیں:

۱۔ اوتار یا عقیدہ حلولیت جیسا کہ بائبل پیدائش باب ۱۸ سے ظاہر ہے۔ کہ خداوند خود اپنے فرشتوں کی معیت میں ابرہام کے پاس آیا۔ اور اس کے گھر سے بچھڑے کا گوشت، مکھن اور روٹیاں کھائیں۔ ہندو دھرم میں بالکل یہی عقیدہ ہے کہ خدا خود انسانی صورت میں دنیا پر آتا ہے اور دنیا میں رہ کر انسانی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے

۲۔ مسئلہ نیوگ پیدائش باب ۳۸

یہوداہ کے بیٹوں کی حکایت۔ راحل کا قصہ اور ویدوں میں دیرگھتا رشی کی حکایت سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں کسی آدمی کے نام سے کوئی اور آدمی اس کی منکوحہ سے ہم بستر ہو کر اس کے نام سے نسل چلا سکتا تھا۔

۳۔ بت پرستی۔ کسی ناتراشیدہ پتھر کے ٹکڑے کو الوہیت کا مظہر قرار دے کر اس کی پوجا کرنا۔ جیسا کہ بائبل کے باب ۲۸ سے ظاہر ہے کہ یعقوب نے ایک پتھر اس جگہ کھڑا کیا جہاں اُس نے خواب دیکھا تھا۔ اس کے سر پر تیل ڈالا۔ اور اس کا نام بیت ایل رکھا۔ شولنگ کا پتھر اور سومنات کا پتھر یہ سب حجری دور کے مذہب کی یادگار ہیں۔

۴۔ ذات پات کی تمیز اور بعض ذاتوں کے ساتھ کام مخصوص کرنا۔ جس طرح ہندوں نے پڑھنا اور پڑھانا اور عبادت کی تمام رسومات برہمنوں کے سپرد کر دی تھیں۔ اسی طرح یہودیوں نے بھی اپنے پروہت اور کاہن اور ربی مقرر کر دیئے تھے۔ یہ کاہن موروثی ہوتے تھے۔ جیسا کہ بائبل کے تواریخ باب ۲۶ سے ظاہر ہے کہ خداوند کے لئے بخور جلانا کاہنوں

Marfat.com

یعنی ہارون کے بیٹے کا کام ہے۔

۵۔ سورج دیوتا کی پوجا۔ بابل کی بت پرست قوموں اور ہندوؤں میں مشترک ہے۔ بائبل تواریخ باب ۲۳۔ آئت ۱۰، ۱۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی جو اپنے آپ کو خدا پرست کہتے تھے وہ بعل کے مندر کو گئے۔ اور اسے ڈھایا۔

۶۔ ہندو اور یہود بطور سوختنی قربانی بیلوں اور دیگر چوپایوں کو اپنے معبودوں کو پیش کیا کرتے تھے۔ ہزار ہا بینڈھے۔ بیل اور گھوڑے مقدس قربانگاہ پر مار دیئے جاتے تھے بائبل تواریخ باب ۷۔ آئت ۵۔ اور سلیمان بادشاہ نے بائیس ہزار بیلوں اور ایک لاکھ بیس ہزار بھیڑ بکریوں کی قربانی چڑھائی۔

۷۔ سازوسارنگی۔ نرسنگھے اور ستار بربط کے ساتھ خدا کی عبادت عیسائیوں یہودیوں اور ہندوؤں میں مشترک دیوتائی دور کی یادگار ہے۔

۸۔ بدروح کا جسم انسانی میں حلول کرنا یا آسیب وغیرہ کا عقیدہ بھی حجری دور کے یہودیوں اور ہندوؤں کے ویدوں کا پیدا کردہ ہے۔ ہندو کے دیوتا عورتوں پر جان چھڑکتے معلوم ہوتے ہیں۔

۹۔ جس طرح اپنا عہد نامہ توریت کے علاوہ مختلف انبیاء کے حالات و مکاشفات سے مل کر بنا ہے۔ اسی طرح وید بھی مختلف رشیوں کی تحریریں ہیں۔

۱۰۔ مریضوں اور عورتوں کی ناپاکی اور چھوت چھات دونوں مذاہب میں موجود ہیں۔

۱۱۔ خدا کے حضور بحور جانا اور رسومات کی پیچیدگی ہنود اور یہود میں یکساں ہے۔ جس طرح ہندو مذہب میں ہر کام کے لئے مخصوص قسم کی شرائط ہیں۔ اسی طرح مذہب یہود میں بھی شرائط کا طومار ہے۔

۱۲۔ ان تمام مشترک باتوں سے یہ نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں کہ حجری دور کا مذہب ہر جگہ ایک تھا۔ مصر کو جانے والے اسرائیلی۔ ہندوستان کو آنے والے آریہ ایک ہی وطن سے اکٹھے یا

Marfat.com

یکے بعد دیگرے تلاش ارزق ہی میں نکلے۔ یہود کا ابراہام اور ہنود کا برہما ایک ہی ہستی ہیں۔ بلکہ قیاساً یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور کرشن کے بچپن کی کہانیاں ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہوں گی۔

Marfat.com

قرآن

کے

انقلابی اعلانات

زمانے نے ایک پلٹا کھایا۔ حکمرانوں اور مذہبی ٹھیکیداروں کے ظلم مذہب کے پیچ در پیچ احکام اور بد اخلاقی کے خلاف مشرق و مغرب میں ایک تحریک اٹھی۔ یونان میں ایپی کیورس اور کلبی قلبی فرقے کے فلسفروں نے اخلاق اور صفات حمیدہ کو خواہشات و دولت پر ترجیح دی۔ ایران میں زردشت نے خدا پرستی اور مشرق نے مساوات کا وعظ کیا۔ ہندوستان میں مہاویر جین اور مہاتما بدھ نے تزکیہ نفس کے ذریعے مکتی و نروان کا رستہ تلاش کرنے کی تبلیغ کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یروشلم میں حضرت مریم کے بطن سے ایک مرد درویش پیدا ہوا۔ جس کا نام انھوں نے عیسیٰ رکھا۔ ان سب حضرات کی تبلیغ کو حضرت محمد الرسول اللہ نے مکمل کیا۔ اور دنیا کے سامنے وہ ضابطہ حیات رکھا۔ جو ہمیشہ کے لئے انسان کی رہنمائی کو کافی ہے۔

Marfat.com

قرآن کا پہلا انقلابی اعلان

توحید

قانون کائنات کی یہ مفصل و بے مثل کتاب۔ احکام خداوندی کا ناممکن التبدل مرقع محکمہ قضا و قدر کا یہ مجموعہ تعزیرات جس کو ایک طرف اس کے ماننے والوں نے غلط اعتقادات اور کوتہ اندیشی سے چیستاں بنا رکھا ہے۔ کہیں اسے تعویذ بنا کر گلے میں ڈالا جا رہا ہے۔ کہیں اس کی آیات کو گھول کر پیا جا رہا ہے۔ اور کہیں اس کے الفاظ پڑھ کر پھونکیں ماری جا رہی ہیں۔ کہیں اس کے اوراق میں حل مشکلات کے لیے اسم اعظم کی تلاش ہے۔ کہیں اسے صرف قسم اٹھانے کے لیے غلافوں میں بند کر کے رکھا گیا ہے۔ کہیں اسے دور گذشتہ کی ایک پرانی اور ناممکن العمل کتاب سمجھا جا رہا ہے۔ کہیں اس سیکولر دور میں اس کا نام لینا ہی تنگ دلی سمجھا جاتا ہے تو کسی جگہ اس کے ماننے والوں کے اذہان میں مطالب قرآن کے متعلق ہولناک اغلاق ہے۔ ذہنی ویرانیاں اور غوغائے قیامت ہے۔ سطحی مناظرات اور لفظی جھگڑے

ہیں۔ انتشار قلب و نظر ہے۔ تفریق آرائی ہے۔ اور اس کے نام پر گروہ بندی ہے۔ اس کو نہ ماننے والے اسے انجیل و توریت اور صابئی مذہب کا خلاصہ کہہ کر اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ وہ کتاب ہے جو اقوامِ عالم کے فنا و بقا، زوال و عروج اور رازِ حیات کو بتانے اور سرِ وحدت و اسرارِ معرفت سکھانے کے علاوہ انسان کو نیک و بد اور تہذیب و تمدن کے سبق بھی سکھاتی ہے اس نے انسان کو صلح و آشتی سے رہنا سکھایا۔ اس نے انسان کو توحید کا صحیح سبق دیا۔ اسلام سے قبل توحید باری تعالیٰ کو جیسا کچھ پایا جو کچھ سمجھا گیا وہ اس کتاب میں بائبل کے حوالوں سے بخوبی عیاں ہے یہودیت نے خدا کو ایک جابر و قاہر ہستی بنا دیا۔ جو کبھی پتھر پر بجلی گراتا ہے۔ کبھی قتل عام کا حکم دیتا ہے۔ کبھی وبائیں بھیجتا ہے، کبھی پہاڑوں پر برستا ہے۔ کبھی بستیوں کو تباہ و ویران کرتا ہے۔ کبھی مکھن اور بچھڑا کھاتا ہے۔ حضرت مسیح نے جب عوام میں خدا کے قہر و غضب کا چرچا دیکھا تو انہوں نے اسے رحیم و کریم بتایا آسمان کی بادشاہی میں ابن آدم کو دائیں طرف بٹھائے گا۔ بدھ نے توحید کا نام لیا مگر توحید کو پیش نہ کر سکا۔ ہندو نے اصنام پرستی کی صنم پرستوں کو تو خیر جانے دیجئے۔ توحید پرستوں کا تصور خداوندی دیکھئے کہ ان کا تصور بھی تشبیہ و تمثیل سے یکسر آلودہ ہے۔ حضرت ابراہیم کو خدا کا مرے (انجیل کے الفاظ) بلوطوں میں نظر آنا۔ حضرت یعقوب کا خدا سے کشتی لڑنا۔

حضرت موسیٰ کا خدا کو پیچھے سے دیکھنا۔ خدا کا ساول کو نوازنا اور پھر پچھتانا ہیکل کی تباہی پہ نوحہ کرنا۔ توریت کا عام اسلوب بیان ہے اصل یہ ہے قرآن سے پہلے فکرِ انسانی اس درجہ بلند نہیں ہوئی تھی کہ تمثیل کا پردہ ہٹا کر جمالِ الٰہی کا جلوہ دیکھ لیتی۔ اس لیے تصور توحید کی بنا بھی تشبیہ و تمثیل پر ہی

ہی۔ مثلاً توراۃ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف زبور کے ترانوں اور یشعیاہ کی کتاب میں خدا کے لیے شائستہ صفات کا تخیل موجود ہے۔ لیکن دوسری طرف دا کا کوئی مخاطبہ ایسا نہیں جو سر تا سر انسانی اوصاف و جذبات کی تشبیہ سے مملو ہو۔ حضرت مسیح نے خدا کا عالمگیر تصور پیش کرتے وقت خدا کو باپ سے تشبیہ دی۔ ظاہر پرستوں نے اس تشبیہ سے دھوکہ کھا کر ہستی خدا کو تثلیث میں تقسیم کر دیا۔

زردشت کا مذہب دیوتاؤں کی جگہ ایک خدائے واحد آہورامزدا کی پرستش کا حکم دیتا ہے۔ یہ آہورامزد بے مثال اور بے ہمتا نور ہے۔ جو سر تا سر حکمت و خیر ہے۔ کائنات کا خالق ہے۔ زردشت نے بھی اپنے پیروؤں کو دونوں جہانوں یعنی جہانِ فانی اور جہانِ آخرت کا عقیدہ دیا۔ لیکن بہت جلد اس کے عقائد کو ہندی عقائد سے ٹکر لینی پڑی۔ اس کا خدا دیدوں کے نزدیک شیطان بن گیا اور ہندوستان کا دیو جس کے معنی دیوتا کے ہیں۔ ایران میں عفریت اور جن کے معنی دینے لگا۔ اس طرح زردشت کی تعلیم خلط ملط ہو کر رہ گئی۔

مجوسی مذہب نے کارخانہ ہستی کی سربراہی دو متضاد اور متعارض طاقتوں آہورامزد اور انگرے نیوشن یعنی یزدان و اہرمن میں تقسیم کر دی۔ ہر نیک کام یزدان کا کارنامہ اور ہر برا کام اہرمن کی خباثت کا نتیجہ تھا۔ اسلام سے قبل ایرانیوں کا تصور خداوندی یہی تھا کہ خیر و شر کے دو خدا دنیا کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مجوسیوں کا یزدان و اہرمن اور ہندوں کا دیوتا اور راکشش اسی عقیدہ کی پیداوار ہوں۔

ایرانی طریق پرستش میں دیوتائی طاقتوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک طاقت وہ تھی جس کا کام انسان کو خوشی اور مسرت و نیکی دینا تھا۔

Marfat.com

دوسری طاقت آدمی کے لیے ہلاکت اور مصیبتوں کا سرچشمہ تھی آگ کی پرستش عوام کا شیوہ تھا۔ سوختنی قربانیوں کا آگ کی پرستش سے گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ آگ کے پجاریوں کو کارپان اور کادی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا لفظ کاہن بھی اسی سے مشتق ہے لفظ برہمن اور کارپان میں مماثلت کا پایا جانا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ زمانہ قدیم میں تصور خداوندی ملتا جلتا تھا۔

اب مذاہب کا دوسرا دور لیجئے۔ دوسرے دور کا تصور توحید پہلے دور کی طرح، ہند، چین اور فلسطین کے عوام میں قریباً ایک ہی ہے۔ مگر یعنی ہندوستان کا ہادی اعظم مہاتما بدھ خود تو توحید کے متعلق خاموش رہا لیکن اس نے برہمنی عقائد اور رسوم و عبادات پر ایک کاری ضرب لگائی اور دیوتاؤں اور بتوں کی پرستش کو فضول اور لغو قرار دیا۔ بدھ جس نے عوام کو بتوں کی پرستش سے روکا اس کے متعلق یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسے اُسے کسی ارفع و اعلیٰ ہستی کا علم تھا۔ وہ جسمانی تشبیہ و تمثیل سے مملو بتوں کی عبادت سے اسی لیے لوگوں کو منع کرتا تھا کہ اسے جسم و بدن سے منزہ بالاتر ہستی کا علم تھا۔ معلوم ہوتا ہے بدھ کی تعلیم نفی صفات کے متعلق تھی۔ ذات کے متعلق اس کا یقین کامل تھا۔ کیونکہ اگر اسے ذات ہی سے آگاہی نہ ہوتی تو بتوں کی پوجا سے روکنے کے کیا معنی اور یزدان کا کیا مطلب۔

چونکہ ہندو بتوں کو صفات الٰہی کا مظہر سمجھتے ہوئے ان کی پوجا کرتے تھے اور ذات کے معتقد تھے۔ اس لیے اسے ذات کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

ذات الٰہی کی معرفت کے مقام پر انسانی فکر و زبان کی تعبیریں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور آدمی کو سکوت کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ مگر بدھ نے

Marfat.com

گردہ عرفان زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ اس کے کوتاہ بین پیرو بغیر کسی تمثیل کے ہستی خدا کا عرفان حاصل کرنے سے قاصر رہے۔ چنانچہ انہوں نے صفات کی اس خالی مسند پر بدھ ہی کو لا بٹھایا اور بہت جلد مظفر پور (دیلیائی) ہیں منعقد ہونے والی بدھ مذہب کی دوسری مجلس نے عقیدت و احترام کا وہی ہار بدھ کے گلے میں پہنا دیا جو اس سے پانچ سو سال بعد عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو بھی پہنا دیا۔ آہستہ آہستہ بدھ ہی کو ذات حقیقی کا مظہر سمجھ لیا گیا اور بدھ مذہب دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ پہلے وہ جو بدھ کو لطور نبی۔ پیغمبر یا رہنما کے مانتے تھے دوسرے وہ جو بدھ کو مافوق البشر ہستی سمجھتے تھے۔ اور بدھ کو بندہ کہنے سے انکاری تھے۔ موخر الذکر مذہب چونکہ موٹی عقل بھی قبول کر سکتی تھی۔ اس لیے افغانستان چین، بامیان۔ کوریا۔ جاپان، تبت میں بھی یہ مذہب پھیل گیا۔ اس طرح انہوں نے مسیحی دنیا کے لیے مسیح کو ماورئی انسانیت ہستی تسلیم کرنے کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ جس طرح ان دونوں مبلغوں کی تعلیم ایک تھی۔ اسی طرح دونوں کے پیروؤں کا تصور توحید بھی ایک ہی ہو گیا۔

اسی اثنا میں یونان کا سب سے بڑا توحید پرست سقراط عالم وجود میں آیا۔ یونان اس وقت ہندوستان کے برہمنوں کی طرح بے شمار دیوتاؤں کے دام عقیدت میں گرفتار تھا۔ لیکن سقراط کی معنوی علو فکری اہل یونان کے اذہان سے بہت بلند تھی۔ وہ اپنے دور کے اصنامی عقائد کو قبول نہ کر سکا۔ وہ ذات باری کو ان تمام آلودگیوں سے پاک و منزہ سمجھتا تھا جو یونانیوں کا جزو ایمان بن چکی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے مسیح سے پہلے ہی جرم توحید میں شہادت قبول کرنی پڑی۔ سقراط کا خدا بھی کلی طور پر خیر و رحم کا مجسمہ تھا۔ وہ سر تا پا سچائی اور حسن تھا۔ بدی اور قہر۔ سختی اور درشتی اس کی صفات میں داخل نہ تھیں۔ سقراط

Marfat.com

کے کچھ عرصہ بعد ہی مسیح نے یہ عقیدہ پھر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح سے قرآن کے قبل کے مذاہب دو دوروں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

پہلا دور :۔ اس دور میں ہندو اور یونان میں بت پرستی تھی۔ یہودیوں کا تصور توحید ان سے ارفع تھا۔ مگر وہ بھی خدا کو جسم سے پاک نہ کر سکے۔ اس دور کے مذہبی رسوم۔ سوختنی قربانیاں اور دیگر احکام قریباً قریباً یکساں ہیں۔

دوسرا دور :۔ اس میں زردشت مہاویر جین۔ بدھ اور حضرت عیسیٰ نے دنیا کو راہ ہدیٰ کی طرف بلایا۔ اس دور میں پہلے کی نسبت توحید کا بہتر تصور پیش کیا گیا۔ لیکن عوام اسے قبول نہ کر سکے۔

یہاں یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا تصور توحید کا یہ ارتقا اسبات کو ظاہر نہیں کرتا کہ خدا کی ہستی کا اعتقاد بھی ذہن انسانی کی پیداوار ہے۔ وہ ذہنی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتا رہا ہے۔ اس لیے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ خدا کی ذات کے متعلق تو ابتدا سے یہ عقیدہ موجود ہے کہ وہ واحد و بے مثل ہے۔ یہ سب تفرقہ و اختلاف تصور صفات کے متعلق پیدا ہوئے۔ انسان کی عقل ذات مطلق کے تصور سے عاجز ہے، وہ جب کسی چیز کا تصور کرنا چاہتی ہے تو گو مقصود ذات ہی ہو لیکن تصور میں صفات و عوارض ہی آتے ہیں۔ اور صفات کی جمع و تفریق سے وہ اس کو آراستہ کرتی ہے۔ پس جب فطرت کے اندرونی جذبہ نے ایک بالاتر ہستی کا اعتراف کیا تو ذہن نے اس کا تصور پیدا کرنا چاہا۔ لیکن یہ تصور اس کی ذات کا نہ تھا۔ صفات کا تھا۔ اور صفات بھی وہ جنہیں عقل انسانی قبول کر سکے۔ یہیں سے خدا پرستی کے فطری جذبے میں ذہن و فکر کی مداخلت شروع ہوئی ورنہ قدیم ترین انسان بھی ایک خدا کی ہستی کا قائل تھا۔ اپنے عہد طفولیت میں جونہی اس نے ہوش سنبھالا ایک ارفع و اعلیٰ یگانہ و بے مثل ہستی

Marfat.com

اعتقاد اپنے اندر موجود پایا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے قدم بھٹکنے لگے۔ اور دنیاوی اثرات کی وجہ سے اس نے اپنے ذہن میں اپنے خالق و مالک کا نقشہ اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق مرتب کرنا شروع کر دیا۔ جوں جوں مظاہر قدرت کے لاتعداد جلوے اس کے سامنے آنے لگے۔ اس کے ذہن میں بیشمار مافوق الفطرت طاقتوں کا نقشہ نشو و نما پانے لگا۔ اس طرح وہ دن بدن منزل مقصود سے دور ہوتا گیا۔ اس بات کا ثبوت تاریخ سے بھی ملتا ہے۔ سامی النسل قبائل کا سرچشمہ عرب کے بعض زرخیز خطے ہیں۔ جوں جوں آبادی بڑھتی گئی ان میں سے مختلف قبائل نے وطن کو چھوڑ کر بحیرۂ روم کے اردگرد کے خطے میں سکونت اختیار کرنی شروع کر دی۔ تاریخ میں یہ قبائل عاد ثمود۔ حرابی، آسثوری سمیری۔ عبرانی، کلدانی اور حمیری وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سب دراصل ایک ہی کنبہ کی شاخیں تھیں۔ ان تمام قوموں میں ابتدا میں ایک ان دیکھے خدا کی ہستی کا اعتقاد موجود تھا جو اِلا یا الاہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے الاہ نے بعد میں ایل اور اللہ کی صورت اختیار کر لی۔ موہنجودارو وادی سندھ کا پانچ ہزار سال پرانا شہر جس کی کھدائی نے زمانہ قدیم کی تہذیب کے ساتھ اس زمانے کی نسل کا مذہب بھی ظاہر کر دیا ہے۔ اس کے کھنڈروں اور باقیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے لوگ ایک خدائے واحد کے پرستار تھے۔ ان کے ہاں کوئی مورتی یا بت ایسا نہیں ملتا جسے انہوں نے معبود سمجھ رکھا ہو۔ اس خدائے واحد کو جس کی پوجا اُن لوگوں کا دھرم تھا۔ انہوں نے ادن کا نام دے رکھا تھا۔ سنسکرت کا لفظ اندران جس کے معنی یگانہ ہستی کے ہیں۔ اسی سے ملتا جلتا ہے۔ اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ آریہ نسل کے لوگ بھی خدائے واحد کے پرستار تھے۔ آج بھی اگر ہم آسٹریلیا اور افریقہ

Marfat.com

کے ان وحشی لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ جن کی تہذیب ابھی ابتدائی منزل میں ہے اور جو اوہام و شکوک کے غیر محدود سمندر میں غرق ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ایک ایسی ہستی کو تسلیم کرتے ہیں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں ان کی زندگی۔ موت۔ رزق بیماری اور شفا ہے۔ قدیم مصری خدا جس نے بعد میں لاتعداد شکلیں اور صورتیں اختیار کر لیں۔ ابتدا میں صرف ایک ان دیکھی ہستی تھا۔ اور سیبوزر کے نام سے تمام وادیٔ نیل پر اُس کی ہیبت و جرأت چھائی ہوئی تھی۔

اِن حوالہ جات سے یہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے ابتدائی عمران تمدن کے زمانہ کا خدا ایک ارفع و اعلیٰ ہستی تھا۔ جو واحد و بے مثال تھا۔ جس کا کوئی جسم نہ تھا۔ بعد میں جوں جوں انسانی نسل مختلف، شعوب و قبائل میں بٹتی گئی وہ اپنا اپنا تصور خدا اپنے ساتھ لیتی گئی اور ہر جگہ جا کر انھوں نے اپنے ذہن و فکر کے مطابق اپنے خدا کی تصویریں بنائیں۔ اسے صنمی شکل دی اُسے اپنے بُت کدوں میں بٹھایا اور اس کی ذات پاک کو اپنے لیئے مخصوص کر لیا۔

توحید کے بارے میں قرآن نے ایک مکمل انقلابی تصور پیش کیا۔ جو م... ترین اور ارفع ترین تھا۔ ذات الہٰی کی یہ تصویر جو قرآن نے پیش کی وہ سا... قدیم تصورات سے بلند ترین اور جامع تھی۔ اس کی خصوصیات مندرجہ ذیل...

قران نے تشبیہ و تمثیل کو یک لخت ہٹا دیا انسانی اوصاف و جذبات کی مشابہت ختم ہو گئی۔ مجاز کی جگہ حقیقت نے لے لی۔ مجسّم کا شائبہ تک نہ رہا۔ بلکہ صاف صاف یہ کہہ دیا گیا کہ وہ کسی چیز کے مشابہ نہیں۔

انسان کی نگاہیں اسے دیکھ نہیں سکتیں لیکن وہ انسان کو دیکھتا ہے۔"

۱ اللہ کی ذات یکتا اور یگانہ ہے، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی ہستی اس کی مثیل ہے۔

شاید کوئی یہ اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں بھی اس قسم کی آیات آتی ہیں مثلاً پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔ اب یہاں ہاتھ کا لفظ آجانے سے جسم انسانی سے تشبیہ ہوگئی۔ اس کے لیے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح اثبات صفات میں غلو تشبیہ کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح نفی صفات میں غلو تعطیل تک پہنچا دیتا ہے۔ تنزیہہ سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک عقل انسانی کی رسائی ہے صفات الٰہی کو مخلوق کی مشابہت و تمثیل سے پاک رکھا جائے۔ اور تعطیل کے معنی یہ ہیں کہ تنزیہہ کو اس حد تک بڑھنے نہ دیا جائے کہ فکر انسانی کے تصور کے لیے باقی ہی نہ رہے۔ قرآن نے تنزیہہ کی تکمیل کی ہے۔ لیکن تعطیل کو افراط سمجھتے ہوئے اس کو نہیں چھوا۔ اسلام افراط و تفریط کو چھوڑ کر وسط کا راستہ اختیار کرتا ہے اور اسی کو دین فطرت کہتا ہے۔ اس لیے یہاں بھی اس نے نہ تو صفات الٰہی کو بشریت سے متماثل کیا اور نہ ہی ذات الٰہی کو اس صورت میں پیش کیا کہ انسان کے ذہن میں کچھ نہ آئے کیونکہ اگر خدا کے تصور کے لیے صفات و افعال کی کوئی ایسی صورت باقی نہ رکھی جائے جو ذہن انسانی میں سما سکے تو نتیجہ کیا ہوگا تنزیہہ کے معنی نفی وجود کے ہو جائیں گے اور فکر انسانی یکسر درماندہ و بیکار ہو کر بچھڑے کی طرف ہی جھک جائے گی۔ اور ہستی خدا کی منکر ہو جائے گی۔ جمال حقیقت کا مشاہدہ ہم بے نقاب نہیں کر سکتے۔ ہماری نگاہیں اسے برداشت نہیں کر سکتیں حضرت موسیٰ نے اس کا تجربہ کیا۔ اسی لیے ہمیں اپنی نگاہوں پر کوئی نہ کوئی پردہ ڈال کر اسے دیکھنا پڑتا ہے۔ اور اس پر ہم سمجھتے یہ ہیں کہ پردہ اس ذات

Marfat.com

پڑا انوار پر پڑا۔ ہندو فلسفہ یہاں ایک دلچسپ بات پیش کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں مندروں میں مورتی اور بُت عوام کی استعداد معرفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے رکھے گئے ہیں۔ عوام بت یا کسی وجود ظاہر کے بغیر اپنا تصور قائم نہیں کر سکتے۔ اس لیے کسی مادی چیز کا ان کی نگاہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے۔ ورنہ خواص کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ براہ راست خدا کی پوجا کریں اور اخص الخواص کے لیے وحدت الوجود کا مشاہدہ ہے۔

قرآن کا پیش کردہ تصور الہٰی اسی راہ کی مشکلات اور درماندگیوں کا داحل ہے۔ ساری عمر کی سرگردانی کے بعد بالآخر اسی جگہ اگر پناہ ڈھونڈنی پڑتی۔ یہاں حسن و جمال کے پر تو کا یقین تو ہے، لیکن یہ خبر نہیں کہ وہ کیسا ہے اور کیا ہے۔ فطرت کا جلوہ ایک بہت ہی بلند و بالا چوٹی کے اوپر نمودار ہوا ہے۔ لیکن نگاہ کوتاہ کی رسائی دشوار ہے۔ ایک طرف اُسے تشبیہ و تمثیل کی خرافات سے بچایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف اسے تعطیل سے دور رکھا جا رہا ہے۔ درمیانی سلامت روی کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ اسے کچھ بتایا بھی جا رہا ہے اور اس کی خبر بھی نہیں وہ کلام تو کرتا ہے لیکن اس زبان سے نہیں بلکہ قدرت کاملہ سے۔ وہ دیکھتا تو ہے مگر ان انسانی آنکھوں کا محتاج نہیں وہ پکڑتا ہے مگر ہمارے جیسے ہاتھوں سے نہیں، بلکہ اُس عقل کل کا عرفان ہماری عقل ناقص سے باہر ہے۔ اس کی اثبات ذات اس سے ظاہر ہے کہ رحمن نے عرش پر قرار پکڑا۔ اور نفی ذات اس سے کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔

ذات حق کے متعلق توحید قرآنی کا دوسرا پہلو اس کی صفات کے متعلق ہے۔ ابتداء میں جب تمدن نے ابھی ترقی نہ کی تھی انسان بہت سی باتوں سے بے خبر تھا۔ اس کے پاس ہتھیار تھوڑے اور اپنی حفاظت کے سامان

محدود تھے۔ مکانات کم اور کپڑے نایاب تھے۔ ایسے موسم کی شدت ستاتی اپنے درندے پھاڑ کھاتے بادل کی گرج اس کا دل ہلا دیتی۔ برق چمک کر اس پر آگرتی۔ آندھیاں اس کے سر پر مٹی ڈال دیتیں۔ سیلاب اس کے مویشیوں کو بہالے جاتا۔ جنگل کے وحوش مثلاً شیر۔ ریچھ۔ بھیڑیئے سب اُس کے دشمن تھے۔ تو اس نے خدا کا تصور بھی ایک قہرمان ہستی کی مانند کیا اس کے بعد بدھ، زردشت، سقراط اور مسیح کا دور آیا۔ تو انہوں نے لوگوں کے سامنے خدا کو ایک رحیم و شفیق کی حیثیت سے پیش کیا۔ قرآن نے ایک طرف خدا کی رحمت و جمال کا تصور پیش کیا۔ دوسری طرف اسے بدکاروں کے لیے قہار، جبار بھی بتایا۔ وہ خدا کی تمام صفات کو اسمائے حسنیٰ قرار دیتا ہے۔ وہ خدا میں تمام صفات بتاتا ہے۔ وہ خدا کے قہر و جلال پر تکبر اور غرور کو بھی اس کا حسن ہی کہتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر بدکاروں کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ انصاف نہیں کیا جا سکتا۔ عدالت بغیر جلال و جبر کے بہ احسن وجوہ ہو نہیں سکتی۔

تصور توحید میں قرآن کا تیسرا انقلابی پہلو مشرکانہ تصورات کا انسداد ہے اسلام سے پہلے شرک بالذات تو موجود نہ تھا۔ ہر قوم کا یہ عقیدہ تھا کہ ایک بالا تر ہستی موجود ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں کارخانہ عالم کا نظام ہے۔ لیکن شرک فی الصفات موجود تھا۔ یونانیوں اور برہمنوں نے دیوتاؤں کو شریک فی الصفات کر لیا تھا۔ اصل میں ان قوتوں اور فطرت کائنات کے ان قوائے مدبّرہ کو دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ جن کے ساتھ ان کے خیال میں اُن کے مفاد و نقصان وابستہ تھے۔ دیوتاؤں کو وہ خدائی صفات سے مملو سمجھتے تھے۔ ہندوستان میں بدھ اور یونان میں سقراط نے اس کے خلاف آواز بلند کی مگر اس وقت دنیا کے ذہن اس نرالے سبق کو قبول نہ کر سکے۔ بعد میں ہندوستان میں،

بدھ کو شریک فی الصفات کر دیا گیا۔ ادھر مسیح کو بھی اس کے عقیدت مندوں نے بھی ہار پہنا دیا۔ گویہ دونوں رہ نما اس بات کے سختی سے مخالف تھے۔ اور بدھ نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی "میری لاش کی راکھ کی پو[جا] نہ کرنا" مسیح کا صلیب پر "ایلی ایلی لما شبقتنی" (اے خدا تو نے مجھے کیوں چھ[وڑ] دیا) پکارنا اس کی بے چارگی کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ثبوت ہیں۔ لیکن عوام کے دلوں میں کوئی تعلیم اور کوئی سبق اس وقت تک عظمت اور وقعت حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک معلم کی شخصیت میں کوئی خاص عظمت اور دلربائی نہ ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے انسان اپنی زندگی میں مقبولیت حاصل نہیں کر سکے۔ کیوں کہ عوام انہیں چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا دیکھتے اور اپنے جیسا ہی سمجھتے تھے۔ مرنے کے بعد جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اس کے عقیدت مندوں کو موقع مل جاتا ہے کہ اس کے متعلق خرق عادات باتیں بنا کر مشہور کر دیں۔ حضرت مسیح زندگی بھر میں صرف بارہ آدمی اپنے نوا بنا سکے۔ وہ بھی مخلص نہ تھے۔ لیکن موت کے بعد انہیں ابن اللہ کے لفظ سے وہ عظمت و جلال دیا گیا کہ سارا مغرب ان کے نام پر جھوم اٹھا۔ م[گر] اسلام نے اس شرک کا مکمل انسداد کر دیا۔ نبی اکرمؐ کی زبانی یہ کہلوا دیا گیا کہ "کہہ دے اے نبی کہ میں بھی تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں۔ مگر میری طرف وحی آتی ہے۔ خدا غنی ہے اور تمام انسان محتاج ہیں۔ تمام مخلوق فانی ہے۔ اول و [آخر] ظاہر و باطن صرف خدا کی ذات ہے" ان الفاظ کے ساتھ اسلام نے تمام عظمتوں۔ کبریائیوں۔ طاقتوں۔ کارسازیوں۔ بے نیازی۔ قادریت۔ اولیت آخریت اور مختار فی الفعل ہونا صرف ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ نبوت کے مقام کی حد بندی کر دی گئی۔ قبول اسلام کی شہادت

Marfat.com

کے لیے کلمہ ہی وہ رکھا گیا۔ جس میں نبی کی عبدیت اور خدا کے واحد ہونے کا اقرار تھا۔ توحید کے ساتھ ساتھ کردار انبیاء اسی مسئلے کا دوسرا اہم جزو ہے جس کو اسلام نے پاکیزہ و منزّہ کر کے پیش کیا۔

عصمتِ انبیاء

جس طرح قرآن نے خدائے پاک کی ذات مبارک کو تشبیہ و تمثیل و تعطیل منزّہ کر کے عوام کے سامنے پیش کیا۔ اسے بنی اسرائیل کے خدا کی طرح اپنے کاموں پر پچھتانے والا، ارادہ کر کے رک جانے والا انسانوں سے کشتی لڑنے والا، مکھن اور گوشت کھانے والا نہیں بنایا۔ اسے ہنود اور اہل یونان کے دیوتاؤں کی طرح حسینانِ عالم کے رخِ زیبا پر مفتون ہونے سے بے نیاز قرار دیا۔ اس کی رحمتوں کو ایک قوم یا کنبے کے لیے مخصوص نہیں کیا۔ اسی طرح قرآن کے خدا کے برگزیدہ بندوں کو صاحب اوصاف حمیدہ اور اخلاق کاملہ کا مالک بنایا۔ بقول بائبل کے نبی لوط نے شراب پی کر لڑکیوں سے زنا کیا۔ داؤد نے اوریاہ کی بیوی چھین لی۔ یہوداہ نے اپنی بہو سے اور روبن نے اپنی ماں سے مباشرت کی۔ حضرت اسحاق نے گوشت کے ٹکڑے کے بدلے نبوت دے دی۔ ہندوؤں کے اوتار سری کرشن گوپیوں کے کپڑے چرا کر اور انہیں تالاب میں ننگا اور پریشان دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ یونانیوں کا بڑے سے بڑا دیوتا بھی حسن انسانی پر عاشق ہو کر اس کے سامنے جبین نیاز جھکانے پر تیار ہو گیا۔ لیکن قرآن کا اعلان ان سب کے خلاف ہے۔ وہ زناکاروں۔ شرابیوں اور جھوٹوں کو لعنتی انسان بتاتا ہے۔ نبی تو ایک طرف رہے ایسے کام کرنے والے خدا کے قرآن کی نگاہ میں برگزیدہ بندے بھی

Marfat.com

نہیں ہو سکے۔ قرآن نے مومن کی صفت ہی یہی رکھی ہے کہ وہ بے حیائی کے قریب تک نہ جائے۔ جھوٹ نہ بولے۔ لغو باتوں سے پرہیز کرے حضرات لوط۔ اسحاق۔ یعقوب اور داؤد علیہم السلام قرآن کے بیان کے مطابق خدا کے صابر اور برگزیدہ بندے تھے۔ جن کے ساتھ خدا بذریعہ وحی کلام کرتا تھا۔ اور وہ خلقت کی پیشوائی کے لیے چن لیے گئے تھے۔ وہ انسان جس کے دل میں غیر عورتوں سے مباشرت کرنے شراب پینے اور حسن انسانی پر مفتون ہونے کے جذبات موجزن ہوں کب اس قابل ہو سکتا ہے کہ اس پر انوار ازلی۔ عقل کل۔ خیر الکل۔ یا نور سرمدی کی تجلیاں نازل ہوں۔ اس خالق عالم کے نور مقدس کی روشنی اسی سینہ کے اندر سما سکتی ہے جو تمام خواہشات خبیثہ سے پاک و منزہ ہو۔ جس میں رائی کے برابر گناہ نہ ہو۔ انوار الہی کی تجلی شیشہ کی طرح پاک دل قبول کر سکتا ہے۔ کیچڑ نہیں اور اگر اس کا نور زانی اور شرابیوں پر بھی اپنی رحمت کے جلوے برساتا ہے۔ تو پھر حضرت موسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد الرسول اللہ صلعم کو سالہا سال تک یاد کو کے عالم ناسوت کو اپنے قلب سے محو کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بزرگوں کے سالہا سال کے بعد مجاہدے اور ریاضتیں خود حضرت عیسیٰ کا یہ کہنا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گذر جانا آسان ہے۔ لیکن امیر کا آسمانی بادشاہت میں جانا مشکل ہے (امیر سے مراد دنیا دار ہے) اور پھر ایک بچے کو سامنے بٹھا کر یہ کہنا۔ کہ آسمان کی بادشاہی کے مالک ایسے ہوں گے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ لقائے الہی بے گناہ معصوموں کا ہی حصہ ہے۔ اور وہی بخشش پانے کے قابل ہوں گے۔ چہ جائیکہ دنیا دار اور بدکردار انسان خلقت کے پیشوا بن سکیں

قرآن کا دُوسرا انقلابی اعلان

مساوات

قرآن یعنی مسلمانوں کی انقلابی - آسمانی اور مقدس مذہبی کتاب جو اپنی جامعیت و معنویت اپنی حجت و حکمت اپنے علم و خبر میں وہ فقید المثال کتاب ہے کہ اس کا علم انسانی دانست کی ہر ممکن معراج سے بالاتر ہے۔ سب آسمانی کتابیں قانون خدا یا دین فطرت کے بعض حصوں کو پیش کرتی ہیں۔ مگر یہ نادر الوجود صحیفہ تمام منشائے ایزدی کو بہ تمام و کمال پیش کر رہا ہے۔ انسانی معاشرت و تمدن۔ وبنیادی امور انتظام۔ امن عالم علمی تقدم اور عمران۔ عملی فوقیت اور اقدام۔ سیاست اور تجارت۔ قوموں کے فنا و بقا کے راز غرضکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں۔ جس کو حاصل اور برقرار رکھنے کے لیے اس کے اندر مکمل اور معنی خیز اشارات موجود نہ ہوں۔ تہذیب کے ہر مرحلے پر۔ عمران کی ہر منزل میں تقدم کے ہر قدم پر یہ کتاب انسان کے لیے

Marfat.com

سچی راہنما ہے۔ اس کی انگشت حق نما اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہے جس
طرف بالآخر نقصان ہے، اجتماعی ضعف ہے مجموعی موت ہے۔ اس کا بے
خوف و خطر حکم اس صراط مستقیم کی طرف ہے جس پر چل کر امن و آشتی،
صلح و آرام، راحت و فرحت، طاقت و شوکت، نعمت و عزت کی جنت آتی
ہے۔ اس کا اہم ترین مطمح نظر عوام کی اجتماعی حالت کی اصلاح ہے۔ چونکہ
عوام میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ امیر و غریب۔ طاقت ور و کمزور، ظالم
و مظلوم، حاکم و محکوم، آقا و غلام۔ اس لیے اس کتاب نے ان دونوں کی درمیانی
خلیج کو حتی الوسع کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن کا نازل کرنے والا علیم و خبیر
سمیع و بصیر خدا یہ جانتا ہے کہ اگر دنیا اسی طرح دو طبقوں میں بٹی رہے اور
ان کے درمیان تفریق رہے۔ تو اس کے معاشرے میں امن و صلح ناممکن ہے
قرآن نے اس گہری خلیج اور منافرت کو کم کر کے امن قائم کرنے کے لیے طاق
امیر کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ خود بخود رضاکارانہ طور پر اپنے سے کمزور
اور غریبوں کو اٹھا کر اپنے برابر لائیں۔ غریبوں اور کمزوروں کی دنیا میں عورت
غلام، مزدور، حیوانات اور وہ لوگ شامل ہیں جن کا پیشہ کاشت کاری ہے
لیکن وہ زمین کے مالک نہیں ہیں۔ اسلام سے قبل کی مذہبی کتب اٹھا کر دیکھئے کہ آپ
کو کسی کتاب میں عورت، مزدور، غلام اور مزارعہ کے متعلق کوئی حکم نظر نہ آئے
گا۔ مہاویر جین۔ سقراط۔ گوتم بدھ اور کنفیوشس کو اپنے مقام معرفت سے
باہر جھانکنے کی فرصت ہی کب تھی کہ وہ فلسفہ اخلاق و تصوف سے باہر قدم
نکالتے اور مشکلات کی گتھیاں سلجھاتے۔ ان لوگوں نے سوسائٹی کے امن
کی بنا محض ضابطہ اخلاق پر رکھی۔ انہوں نے عوام کو آخرت کے خیال، مکتی
نروان کے فکر میں مصروف رکھ کر دنیا میں صلح و آشتی قائم رکھنے کی کوشش کی

Marfat.com

یدوں نے طبقاتی تقسیم کو اور گہرا کر دیا۔ تاریخ عالم اس بات پر گواہ ہے
معاشی اور اقتصادی خرابیوں کی بنا پر پیدا ہونے والے فتور کو کوئی ضابطہ
اخلاق اور کوئی قانون اس وقت تک نہیں روک سکتا جب تک عوام کی
تسکین کا سامان مہیا نہ ہو۔ جس وقت بھی کسی قوم یا ملک میں عوام دو طبقوں
میں دیوتا و انسان۔ آقا و غلام۔ امیر و غریب میں بٹ گئے اسی وقت اس
سلطنت یا قوم کا مستحکم قیام مشکل ہو گیا۔ تاریخی انقلابوں کی وجوہ پر غور
کیجئے۔ آپ کو صاف نظر آ جائے گا کہ سلطنتوں کے الٹنے نظاموں کے بدلنے
اور حکومتوں کی بربادی کی تہ میں سب سے بڑی وجہ یا تو حصول زر کا لالچ تھا۔ یا
رعایا کی وہ سسکتی ہوئی جانیں تھیں جن کو اپنی ضروریات زندگی تک روٹی اور
کپڑا تک میسر نہ تھا۔ شاہی فتوحات کی وجہ سے جہاں دوسرے ممالک کے
خزانوں سے بے شمار لوٹا ہوا روپیہ امراء کے گھروں میں آتا تھا۔ وہاں مفتوحہ
ملک کے عوام بھی غلاموں کی صورت میں فاتح کے سامنے پیش ہوتے تھے
بے تعداد عورتیں ان گنت معصوم بچے اور بے شمار بوڑھے اور جوان
بغیر کسی جرم کے دنیا کے ذلیل ترین بے عزت اور قیدی بن جاتے۔ اور
پھر ان کو یا تو درندوں سے لڑوا کر ختم کر دیا جاتا۔ یا امراء کا طبقہ اپنی زمین
ان کے حوالے کر دیتا کہ وہ کاشت کاری کریں۔ خود سال بھر کی مزدوری کے
بعد اتنا کچھ رکھ لیں۔ جس سے بمشکل ان کا پیٹ بھرے اور باقی سب کچھ
اپنے آقا کے قدموں میں ڈال دیں۔ ان غلاموں کی زندگی بڑی تلخ انسانیت
کو کپکپا دینے والی اور دردناک ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ قید ہو کر غلام بننے
والی قوم کا ایک ایک فرد بٹ جاتا۔ بنی اسرائیل متعدد دفعہ غلام بنائے گئے
فرعون مصر کی غلامی سے انہیں موسیٰ علیہ السلام نے اور اہل بابل کی غلامی

سے انہیں سائرس نے نجات دلائی۔ حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کو آزاد کرا
لینا ہی ان کا سب سے بڑا کارنامہ شمار ہوتا ہے۔ یہی آزادی کا انعام
جسے اللہ تعالیٰ نے انہیں بار بار یاد دلایا ہے۔ مسلمانوں کی مذہبی کتا
میں اسرائیلوں کو بار بار ان کی غلامی کی حالت زار یاد دلا کر انہیں خدا
اس انعام کے بے پایاں ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کی بعث
سے قبل بنی اسرائیل ایک خشت پز مزدور تھے یا علاقہ جیشن (مصر کا ایک
میں کاشت کاری کرتے تھے۔ با ایں ہمہ وہ احکام جو حضرت موسیٰ ا
طویل عبادت کے بعد پہاڑ سے لے کر اترے۔ ان میں سماج کے اس
عنصر یعنی غلاموں۔ عورتوں۔ مزارعوں اور مزدوروں کے متعلق کو
ایسا حکم موجود نہیں تھا۔ جو ان کے درد کا درمان ہو سکے۔ جس وقت حضرت
مسیح نے پہاڑی پر وعظ دیا۔ اس وقت بھی ان کی قوم محکوم تھی۔ لیکن ا
نے بھی عوام کے سامنے کوئی ایسا حکم نہیں رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
کی نظروں میں غلام۔ عورت۔ مزارعہ اور مزدور بھی انسانی زندگی بسر کر
تھے مگر درحقیقت ان کی زندگی ایک چوپائے کی زندگی سے بہتر نہ تھی۔ حضرت
مسیح نے عورت تو کیا بلکہ گھر تک کو بھی ناپسند کیا۔ اس لیے عیسائیوں نے
گناہ کا ایک آلہ سمجھ لیا۔ جین والے اس کے پیدا ہوتے ہی اس کے پ
میں لوہے کی جوتی ڈال دیتے تھے۔ عرب و ہندوستان کے بظاہر
مگر درحقیقت وحشی سورما بچی کے پیدا ہوتے ہی اس کا گلا گھونٹ دیتے
تھے۔ بنی اسرائیل کے بعض انبیا، نعوذ باللہ بائبل کی روایت کے مطابق
دوسروں کی عورتوں پر قبضہ کر لیتے تھے۔ ان حالات میں عورت کو ہی
نصف بہتر کو معاشرے میں مرد کی طرح حقوق عطا کرنا کسی ایسی ہی ہستی

Marfat.com

علم و بصیرت ہستی کا کام تھا۔ جو قوموں کے عروج و زوال اور فنا و بقا کے فلسفے کو خوب سمجھے۔ چنانچہ حکم دیا گیا "مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے پر برابر حقوق ہیں۔ ہاں مرد کو عورت پر اس لیے فوقیت ہے کہ وہ عورت کو کما کر کھلاتا ہے۔ دوسرے وہ اس کا محافظ ہے۔"

اسلام پر یہ الزام بھی عائد کیا جاتا ہے کہ اس نے لونڈی غلاموں کا رکھنا جائز قرار دیا ہے۔ اور لونڈیوں کے ساتھ حسب خواہش مباشرت کو روا رکھا ہے۔ لیکن قرآن کا صرف حکم موجود ہے "اے مسلمانو عورتوں کو میراث سمجھ کر ان پر زبردستی قبضہ نہ کرو۔ اور وہ عورتیں جو لڑائی میں قید ہو کر آئیں۔ ان میں سے اگر تم کسی کے ساتھ نکاح کرنا چاہو۔ (شہوت رانی کے لیے نہیں) تو ان کا مہر ٹھہرا کر ان سے نکاح کر لو۔" پھر سورہ احزاب میں فرمایا "اے پیغمبر لونڈیوں۔ مہاجر لونڈیوں۔ چچا۔ خالہ۔ ماموں اور پھوپھی کی لڑکیوں میں سے جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہوں وہ آپ پر حلال ہیں۔" اس حکم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی عورت سے خواہ وہ لونڈی ہو خواہ رشتہ دار اس وقت تک مباشرت جائز نہیں۔ جب تک اُسے باقاعدہ نکاح میں نہ لایا جائے۔

اس حکم کے باوجود مسلمانوں میں لونڈیاں رکھنے اور ان کے ساتھ عیش کرنے کی رسم بد آج تک بعض مسلمانوں میں موجود ہے۔ یہ کام ان بد کردار حکمرانوں کا ہے۔ جنھوں نے دین پر دنیا کو ترجیح دی۔ اور جنہیں گناہ کی زندگی زہد و عبادت سے زیادہ عزیز تھی۔ اپنے اس فعل بد کے جواز کے لیے انہیں ایسے علماء بھی مل گئے۔ جنہوں نے مذہب کو ان کی خواہشات خبیثہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی اور بہت سی بدکاریوں کے جواز

Marfat.com

کے فتاوی صادر کر دیئے۔ سو درت یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اسلام تقویٰ اور
پرہیز گاری سکھاتا ہے۔ گناہ سے بچنا اور نیک اعمال اس کا بنیادی مطا
ہے۔ انسانوں کی سوسائٹی میں ہر ایک کو مناسب حقوق دینا اور عوا
کو سچائی اور راستی کی راہ پر لگانا بھی اسلام کا ایک مقصد ہے۔ خد
خلق پاکیزگی۔ نفس اور شرافت ہی اسلام کی روح ہے۔ قرآن کریم کو نا
کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ عامۃ الناس کو شہوت پسندی۔ سرمایہ پرس
بخل اور خلق آزادی سے بچا کر انہیں روحانی مسرتوں سے لطف اندوز
جائے۔ تو ان حالات میں ہر وہ کام جو انسان کے دامن اخلاق و شراف
کو داغ دار کرے۔ یقیناً منع اور حرام ہے۔ جس صورت میں اسلام بیو
کی تعداد زیادہ سے زیادہ چار مقرر کر رہا ہے اور ساتھ ہی یہ کہتا
کہ اگر تمہیں آزاد عورت میسر نہ ہو تو غلام عورت سے شادی کر لو (سورہ
تو وہ کس طرح یہ اجازت دے سکتا ہے کہ لاتعداد غیر عورتوں سے
جنگ میں قید ہو کر آئی ہوں۔ بلانکاح صحبت کی جائے۔ حالانکہ قرآ
کا حکم ہے "کہ ان جنگی قیدیوں کو یا تو فدیہ لے کر رہا کر دو یا ان پر احس
کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دو" فقہی مسائل ایک طرف اسبات کے ممنو
ہونے کا تاریخی ثبوت یہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ نہ تو خود شارع اس
علیہ السلام نے اور نہ ہی خلفائے راشدہ نے اس فعل کو جائز سمجھا
بنو امیہ میں سے مجدد اول حضرت عمر بن عبدالعزیز جنہیں پانچواں خ
برحق سمجھا جاتا ہے کسی لونڈی کے ساتھ بلانکاح مباشرت کو زنا قرار دی
ہیں۔ اسلام بعض بادشاہوں یا عوام کے عمل کا نام نہیں بلکہ قرآن حکیم
اسوہ حسنہ اسلام کی بنیاد ہیں اور انہوں نے عورت کو تمام جائز حقوق ع

Marfat.com

کئے ہیں۔

اور اسے جائداد کی بجائے ایک انسان کی حیثیت دی ہے۔
لڑکیوں کو والدین کی جائداد سے لڑکوں سے نصف حصہ کا حق دار ٹھہرایا
گیا۔ والدین کو لڑکیوں کے قتل سے منع کرکے ان کی پرورش کرنے والے
کو جنت کی خوشخبری دی۔ علم حاصل کرنا اور زندگی کی جدوجہد کو
کامیابی سے ہمکنار کرنا اپنے اپنے دائرے میں مرد عورت دونوں پر
فرض قرار دیا۔

مزارعین کے متعلق سورہ حشر میں صاف صاف فیصلہ کر دیا گیا
ہے کہ دشمنان دین کا چھوڑا ہوا مال۔ اللہ۔ رسول۔ رسول کے قریبی
رشتہ داروں۔ یتیموں۔ مسکینوں اور مسافروں کا مال ہے۔ اس کو اس
طرح مت تقسیم کرو کہ وہ جائداد امیروں کو ہی ملتی رہے۔ چنانچہ اس
آیت کی بنا پر مسلمانوں نے جب زرخیز زمین والے علاقے مثلاً عراق
وشام فتح کئے۔ تو ان زمینوں کو۔ مال فئے قرار دیا۔ فئے اس زمین کو
کہا جاتا ہے جو حکومت کی ملکیت ہو۔ اس سے قبل ان زمینوں پر
مملکت کے امرا قابض تھے۔ جو اس جاگیر بخشی کے صلہ میں بادشاہ کو بوقت
ضرورت سپاہی اور گھوڑے مہیا کیا کرتے تھے اور خود غریب کسانوں
اور کاشتکاروں سے جس طرح چاہتے سلوک کرتے تھے۔ ان ممالک
میں ان جاگیرداروں کو متغلبین اور مسلطین کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں
کی فتح کے وقت یہ تمام اراضی براہ راست حکومت کی زیر نگرانی آگئی اسے
Crown Land قرار دے دیا گیا۔ خلافت کا نمائندہ یا اس ملک
کا والی اس زمین کے بندوبست کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ زمین کے مالک وہی

قرار پائے جوان زمینوں پر کاشت کرتے تھے۔

حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کاشت کاروں کا ایک وفد ملاقات کے لیے مدینہ طیبہ میں طلب فرمایا۔ اس وفد کا لیڈر کردہ ابن رافیل تھا۔ وفد کو حضرت عمر نے تسلی دینے اور نصائح کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ آئندہ ان پر کسی قسم کی سختی نہ ہوگی اور وہی لوگ اپنی زمین کے مالک متصور ہوں گے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد حضرت عمر نے زمین کی پیداوار کے لحاظ سے مالیہ مقرر کرنے کے علاوہ مختلف اجناس کی قیمتوں کے مطابق ان کا محصول مقرر کر دیا۔

انسانی نفسیات اور عادات کو سمجھ لینے والا آدمی یہ بات دیکھ کر ہرگز متعجب نہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سولہ سال بعد مسلمانوں میں جاگیرداری کی ابتدا ہو گئی۔ پہلی صدی ہجری ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ بادشاہوں کے تمام رشتہ دار صاحب جاگیر بن گئے تھے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو پھر ایک دفعہ روکنے کی کوشش کی مگر ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی بدی کا یہ سب سے بڑا ادھار اپھر بہہ نکلا۔ مذہب خواہ مخواہ جھگڑا کھڑا کرنے والے حضرات اگر نسائی۔ کنز العمال۔ مسلم۔ مسند احمد اور ابو داؤد کی طرف توجہ دینے کے علاوہ اس معاملہ میں امام ابو حنیفہ کی طرف رجوع کریں۔ تو انہیں اس معاملے کا حل صاف صاف نظر آجائے گا۔ امام ابو حنیفہ کس حسرت سے اس بارے میں فرماتے ہیں "۔ اس معاملے میں اپنی رائے دوں لیکن لوگ اسے نہ مانیں گے"۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ خیبر کی زمین آنحضرت صلعم نے بٹائی پر دی تھی۔ جس کا حصہ ہر سال لیا جاتا تھا۔ اس کے متعلق اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ خیبر کی پیداوار کسی کی ذاتی ملکیت نہ تھی۔ بلکہ یہ

حصہ حکومت بطور خراج لیتی تھی۔ جس طرح آج بھی حکومت سرکاری زمین کا مالکانہ وصول کرتی ہے۔ یہ اراضی کی وہ قسم ہے جس پر کسی کو کاشت کاری کا حق دے دیا جائے۔ لیکن ملکیت کا حق حکومت کے پاس ہی رہے۔ دوسرا واقعہ زبیر بن احوام کا پیش کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے رسول پاکؐ سے عرض کی کہ جس قدر زمین کا چکر میرا گھوڑا ایک دوڑ میں کاٹ لے وہ مجھے دے دی جائے۔ آپ نے اسے قبول فرما لیا۔ چنانچہ زبیر نے گھوڑا دوڑایا۔ اور ایک قطعہ زمین لے لیا۔ مدینہ منورہ کو دیکھنے والے لوگ یہ جانتے ہیں کہ مدینہ میں تھوڑی تھوڑی زمین کے ٹکڑے قابل کاشت ہیں۔ مدینہ کے دو طرف آتش فشاں پہاڑوں کا پھینکا ہوا لاوا تہہ در تہہ جما ہوا ہے۔ جسے حرہ کہتے ہیں۔ کہیں کہیں زمین زرخیز ہے۔ جو بارش کے پانی یا کنوؤں پر کاشت کی جاتی ہے اس لیے ابن زبیر کی اس جاگیر کا حوالہ دینا اور یہ سمجھ لینا کہ انہوں نے دو چار ہزار ایکڑ بہری زمین پر قبضہ کر لیا ہوگا۔ جس کی آمدنی سے وہ ہر چھ ماہ بعد اپنا گھر بھر لیتے ہوں گے تاریخی لاعلمی ہے۔ بلکہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ان کی بیوی اسما بعض اوقات کھجوروں کی گٹھلیاں چن کر لایا کرتی تھی۔ ینبوع کی کچھ اراضی حضرت علی کو اس وقت دی گئی جب وہ مدینہ میں صاحب البرید یا پوسٹ ماسٹر جنرل تھے۔ اس کے علاوہ خلیفہ وقت کے مشیر تھے۔ عہد خلفائے راشدہ میں تاریخی طور پر کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں کسی آدمی کو عیش پرستی کے لیے جاگیر بخش دی گئی ہو۔ اس کے علاوہ اسلام نے احوال پر انفرادی ملکیت کے حق کو عینی ملکیت کی حیثیت سے قطعاً تسلیم نہیں کیا۔ اور یہ حدیث بھی اس پر دلیل ہے کہ پانی۔ چارہ (چراگاہیں) اور آگ کوئی اپنے لیے مخصوص نہیں کر سکتا۔ چارہ کے ضمن میں زمین آجاتی ہے۔ کیوں کہ عرب میں چارہ کا مطلب

چراگاہیں ہیں۔ عرب میں بڑے بڑے قابل کاشت قطعہ ہائے زمین ہیں ہی نہیں۔ کہ ایک شخص اس پر قبضہ کرکے مزارعین کو بولئے کاشت دے زمین کی کمی کی وجہ سے سعد بن معاذ جو مدینہ کے بہت بڑے سردار تھے۔ خود ہی زمین پر کام کیا کرتے تھے۔ بنی حارث کی زمین کچھ زیادہ تھی وہ خود ساری زمین کو کاشت نہ کر سکتے تھے۔ معاملہ دربار نبوی تک پہنچا تو ارشاد ہوا کہ وہ زمین کو بٹائی پر نہ دیں۔ رافع بن خدیج اور اسید بن حضیر کے واقعات اسی بات پر مکمل دلیل

اب رہے غلام۔ غلام وہ لوگ ہوتے تھے جو جنگ میں مغلوب ہو کر قید ہو جاتے تھے۔ ان کے متعلق قرآن کا صاف صاف حکم ہے کہ انہیں یا تو فدیہ لے کر رہا کردو۔ یا ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دو۔ قید وہی لوگ بنائے جاتے تھے۔ جو مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوتے تھے بائبل کی شریعت نے ایسے تمام مردوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ بت پرستوں کے تمام مردوں۔ عورتوں اور بچوں تک کو نابود کرنے کا ارشاد کیا لیکن اسلام نے صرف انہیں مردوں کا قتل روا رکھا ہے جو اسلامی فوج کے مقابلہ پر آئیں۔ وہ بھی جب امان مانگ لیں تو ان کی جان بخشی کر دی جائے

اس وقت جو غلام موجود تھے۔ ان کو آزاد کر دینے کے علاوہ ان کے متعلق قرآن مجید اور خطبہ حجۃ الوداع میں یہ صاف صاف حکم موجود ہے کہ غلاموں کو اپنے بچوں کی طرح وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ انہیں اپنا بندہ کہہ کر مت بلاؤ۔ اس حکم سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام غلاموں کو وہی کھانا کھلانا چاہتا ہے جو مالک کھاتے ہیں۔ وہی پہنانا چاہتا ہے جو مالک پہنتے ہیں اور یہ چاہتا ہے کہ انسانوں کے معاشرے میں مساوات رہے۔ آقا و بندہ کی تمیز جاتی رہے۔ خود آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی کو لونڈی

رکھنے سے منع فرما دیا۔ آنحضرت صلعم کا اپنا غلام آزاد کرنا۔ اس کے بیٹے اسامہ
کو سر عسکر اسلام مقرر کرنا۔ ہمیں مساوات کا پورا پورا سبق دیتا ہے۔ جنگ یروشلم
میں جب خلیفہ دوم مدینہ سے یروشلم کو روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک منزل وہ خود
اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ ایک منزل غلام سوار ہوتا تھا۔ اور ایک منزل اونٹ
خالی چلتا تھا۔ تاریخی طور پر تاریخ اسلام میں غلاموں کا ترقی کر کے بادشاہ
بن جانا اور شاہان وقت کا غلاموں کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ دینا۔ اس بات
کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔ کہ مسلمانوں نے لفظ غلام سے وہ مطلب نہیں لیا
جو امریکہ والوں نے لیا تھا۔ اور جن کو ابراہیم لنکن نے ایک سخت جدوجہد
کے بعد آزادی دلائی تھی۔ امریکہ والوں کے غلام وہ ہندوئے احمر[1]
تھے جنہیں انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ آج بھی امریکن ریاستوں
میں انہیں وہ حقوق حاصل نہیں جو سفید فام باشندوں کو ہیں۔ افریقہ میں ڈاکٹر
ملان کا نسلی تعصب اور غریب افریقنوں کا وحشیانہ قتل انگریزوں کی لغسانیت
کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس بات پر شاہد ہے۔ کہ یہ سفید فام لوگ جو اسلام پر
غلامی جاری رکھنے کا الزام عائد کرتے ہیں خود ابھی انسانیت کی قدروں سے
ناواقف ہیں۔ اور بائبل کے الفاظ میں اپنے آپ کو ہی خدا کی مقدس قوم سمجھتے
ہیں۔ یہاں تک کہ یہ خبط یورپ کی ہر قوم کے ذہن میں سمایا ہوا ہے۔ جرمن
فرانسیسی۔ اطالوی۔ انگریز اپنے آپ کو دنیا کی بہترین قوم اور حکمران کے ٹھیکیدار
سمجھ رہے ہیں۔ مگر اسلام اس کے برعکس تمام انسانوں کو ایک سطح پر لانا چاہتا
ہے۔ زکوٰۃ۔ صدقات۔ فطرہ۔ عشر۔ قربانی۔ ان سب کا مقصد صرف انسانی
خدمت ہی ہے۔ ورنہ ان سے خدا کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

---

[1] RED INDIANS.

Marfat.com

قرآن کا تیسرا انقلابی اعلان

اِتحّاد باہمی

قوموں کے عروج و زوال کے قوانین کی اس بے مثل و لازوال کتاب کا
جس کے متعلق خود خدا نے فرمایا کہ ہم نے اسے آسان بنایا ہے۔ تاکہ لوگ اسے
سمجھ سکیں تھوڑے بلکہ بہت تھوڑے مسلمانوں نے سمجھا۔ عرب کا وہ اُمّی پیغمبر
جس نے ایک قلیل عرصے میں اجڈ۔ جاہل۔ گنوار اور ایک دوسرے کے خون
کی پیاسی قوم کو اس قانون کے اطلاق سے وہ عظیم ترین قوم بنا دیا جس نے
دنیا میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا جس نے ذلت و مسکنت میں گھری ہوئی
قوم کو ایک زلزلہ خیز پیغام کے ذریعے اس قابل بنا دیا کہ وہ علم و فن تہذیب
و تمدن اور حکمرانی و جہانبانی کے استاد بن گئے۔ اس مبارک ہستی کے
اسوۂ حسنہ اور سیرتِ مقدس کو بھی تھوڑے انسان ہی سمجھ سکے۔ قرآن آج
صرف نماز۔ روزہ۔ حج اور زکواۃ کا حکم سمجھا جاتا ہے اور نبی عربی کو ایک،

ری پوش نمازی اور مبلغ سے زیادہ اکثر مسلمان نہیں سمجھ رہے۔ بالعموم
ں میں درد نانو بیٹھ کر تسبیح کے دانے پھرنے والے۔ دوسروں کی روٹیوں
ورش پا کر مسلمانوں میں فرقہ بندی کرنے والے اس کی مسند کے وارث
جاتے ہیں۔ یہی لوگ حامی شریعت اور غواص اسرار طریقت کہلاتے ہیں
ں کو سیاست۔ تمدن۔ تہذیب کے میدان سے نکال کر اسے چلے کھینچنے کے
روں اور مسجد کے محرابوں کی زینت بنا دیا گیا۔ اس کی طرف پشت کرنے
بے ادب و گستاخ لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کرنے والا سر تا پا مسلمان
ں احکام کو پس پشت ڈالنے والے اور رسول اللہ کے فرمان کو بے دردی
روندنے والے آج فاسق نہیں ہیں۔

خانہ ساز عقائد کا نام اسلام ہے۔ کلی وجودی غائب کا نام اسلام ہے
ں کے صدہا احکام کا نام اسلام نہیں۔ یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ کون کون سے
تھے جن پر عمل پیرا ہو کر شیر شتر اور لحم سوسمار کھانے والے عرب تخت کسریٰ
وارث بنے۔ ان احکام میں سے ایک حکم مسلمانوں کا آپس میں اتحاد ہے
آن کریم فرماتا ہے "

۱۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس بھائیوں میں میل جول کرا دو۔

۲۔ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

۳۔ آپس میں ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو۔

۴۔ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

۵۔ ذات برادری۔ نسل اور قوم پر تعلی مت کرو۔ یہ تو صرف نام

Marfat.com

ہی نام ہیں۔

۶:۔ باہمی نزاع سے بچو ورنہ تمہاری عزت جاتی رہے گی۔

۷:۔ دشمن پر غلبہ پانے کے لیے تم آپس میں صلح و آشتی و امن امان سے رہو۔

۸:۔ اپنی جماعت سے غداری مت کرو۔ اور دشمنوں سے ساز باز کرو۔

۹:۔ خدا ان لوگوں کو عزیز رکھتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اپنے دشمن اس طرح یک دل سے اکٹھے ہو کر لڑتے ہیں۔ گویا وہ ایک سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

۱۰:۔ اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہا کرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اس کے احکام کے سامنے ہر دم سر تسلیم خم رکھو۔ اور مرنے دم تک سر تا پا تسلیم بنے رہو۔ اور سب اتفاق سے خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ آپس میں نفاق ڈال کر منتشر نہ ہو جاؤ۔ اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف عداوتیں اور کینے بھرے ہوئے تھے۔ پھر ایمان لانے کے بعد خدا نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے الفت ڈال دی۔ اور تم اس کی نعمت کے باعث بھائی بھائی بن گئے اور تم اس سے پہلے اس قدر بکھرے ہوئے تھے کہ گویا آگ کے کنارے پر تھے تمہارے خدا نے اس سے تم کو بچا لیا۔ اور اسی طرح خدا اپنا حکم کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پکڑو۔ اور تم میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیئے۔ جو اس اتحاد کی دعوت دے۔ اور اس عظیم الشان نیکی کی تلقین کرتا رہے اور تم کو بدعات یا بری باتوں سے بچائے رکھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن

Marfat.com

ہم اس دنیا میں کامیاب کرتے ہیں اور تلکو دوبارہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تم آپس میں نفاق نہ ڈالنا۔ اور ان لوگوں جیسے نہ بن جانا۔ جو صرف صریح حکم کے باوجود بھی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ فرقہ بندی کر لی۔ اختلاف پیدا کر لیا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

۱۱۔ ایک دوسرے کو استقلال کی تلقین کرو۔ باہم مل جل کر اتفاق سے رہو۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

قوموں کی بقا و استحکام کا یہ عظیم اور مسلّمہ اصول جس کو قرآن نے بار بار دھرایا ہے۔ اتحاد۔ یک جہتی اور آپس کا اتفاق ہے۔ اتفاق کو قرآن نے خدا کا احسان کہا ہے۔ نفاق کو نار جہنم کا نام دیا گیا ہے۔ وہ قومیں جو فرقہ بندی کرتی ہیں۔ ان کے لیئے ذلت، مسکنت اور کمزوری کا عذاب مقرر کر دیا گیا ہے۔ شاید کوئی یہ سمجھ لے کہ یہ عذاب صرف آخرت کا عذاب ہے لیکن قرآن کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کا تعلق اس دنیا سے بھی ہے۔

ان آیات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپس میں نفاق و عداوت رکھنے والوں پر اسی دنیا میں ناکامیابی کا عذاب آتا ہے۔ قرآن اس کی اتنی سخت ضرورت محسوس کرتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو مسلمانوں کو آپس میں اتفاق سے رہنے کی تلقین کرے۔ اور ان کی آپس میں صلح کرائے۔ انہیں آپس کے نفاق سے بچائے شاید آپ کو اس آیت میں لفظ معروف کے معانی سے اتفاق نہ ہو۔ لیکن آپ قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ معروف کے معنی صلح صفائی کے ہی ہیں (طلاق کے احکام والی آیات کا مطالعہ

کریں، قرآن کی نگاہوں میں اتفاق بھی ہدایت ہے۔ آپس میں نفاق نہ ڈالنا نیکی ہے۔ اور اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان کا منتہائے سعی اور مقصدِ حیات بھی ہے۔ اسی کا اجر فلاح و کامیابی رکھا گیا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ نفسی پاکیزگی یعنی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا صلہ قرآن کریم نے ایسی جنت بتایا ہے کہ جس میں ہر قسم کا آرام ہو گا۔ جس کے باغات میں ہر قسم کے اثمار و اشجار ہوں گے۔ یہ جنت مرنے کے بعد اعمال صالح کرنے والے لوگوں کو عطا کی جائے گی۔ لیکن آپس کا اتحاد ایک ایسا نیک عمل ہے جس پر دنیاوی کامیابی کا دارومدار ہے۔ جس کا صلہ دنیا میں بھی انسان کو ملتا ہے۔ اتحاد و الفت کی وجہ سے قوم کی عزت بنی رہتی ہے۔ وہ دوسروں کی نگاہوں میں پروقار رہتی ہے۔ اس کے صلہ میں اسے زمین پر غلبہ اور حکومت الٰہی دی جاتی ہے۔ لیکن جو لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں انہیں اس کی سزا اس دنیا ہی میں ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ نفاق رکھنے والے لوگ دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ بعض مسلمانوں نے عذاب و ثواب کا سارا اطلاق موت کے بعد کے وقت پر کیا ہے۔ اور اسی لئے وہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کتاب مقدس جس کو مسلمانوں کے سامنے مالک الملک نے بطور دستور العمل پیش کیا ہے۔ ہمیں نہ صرف مذہب۔ و روحانیت کا درس دیتی ہے بلکہ ہمیں دنیا میں رہنے کے طریق بھی بتاتی ہے۔ انہیں یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ کس طرح دنیا پر غالب رہ سکتے ہیں۔ دنیا پر غالب آنے اور عزت حاصل کرنے کے مختلف ذرائع جو قرآن نے بتائے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ علم حاصل کرنا۔ زندگی میں متواتر جد و جہد کرنا۔ ایک دوسرے کے ساتھ ایمانداری برتنا۔ کسی پر ظلم نہ کرنا۔ تجارت میں دیانت داری رکھنا

Marfat.com

اپنے دفاع کے لیے تیار رہنا۔ غریبوں کی امداد کرنا اور آپس میں اتفاق و اتحاد رکھنا۔ عرب کے منتشر اور وحشی قبائل کو شیر و شکر کر دینا برسوں کے بچھڑے ہوؤں کو ملا دینا۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی بنا دینا قرآن کریم کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔

نماز باجماعت۔ نماز جمعہ کا اجتماع۔ حج کے موقعہ پر اطراف عالم سے مسلمانوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا جہاں اپنے اندر اور بہت سے فوائد و برکات رکھتا ہے۔ وہاں ایک اہم فائدہ آپس میں اتحاد و الفت پیدا کرنا بھی ہے

آپس میں الفت و اتحاد کے لیے قرآن کریم نے ایک ایسی جماعت کے قیام کی تجویز پیش کی ہے جو تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی مشترک جماعت ہو۔ اور اس کا کام صرف یہی ہو۔ کہ مسلمانوں کے آپس کے جھگڑے مٹا کر انہیں منتشر نہ ہونے دیا جائے۔ اور یہ سب کچھ کس لیے ہے ۔تا کہ خدا کے نام لیوا انسانوں پر ذلت و مسکنت نہ چھا جائے۔ وہ دنیا میں غالب رہیں۔ اور عزت کی زندگی بسر کریں۔ اسی اتحاد کی خاطر مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ وہ اللہ اس کے رسول اور اپنے امیر کی مکمل اطاعت کریں اطاعت امیر جس کا نمونہ نماز باجماعت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور تنظیم جس کی خاطر تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ایک صف میں شانہ بشانہ کھڑے ہو کر مقرر کردہ حرکات ادا کرنے کا حکم دیا گیا اسلام کا وہ مہتم بالشان اور عظیم القدر نمونہ الفت ہے کسی دوسرے مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

آپس میں کینہ۔ فتنہ و فساد اور نفاق کی جڑ خواہشات نفسانی اور ذاتی اغراض ہیں۔ ہر وہ قوم جس کے افراد کے سر میں ذاتی اغراض کو پورا کرنے کا سودائے بد سما جائے۔ جو راہ حق سے بھٹک کر اپنی اپنی راہ اختیار کر لیں۔

Marfat.com

جو صحیح علم کو چھوڑ کر ظنون و شکوک کو رہنما بنالیں۔ جو خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق اپنے نزاع کا فیصلہ نہ کریں۔ اسے اپنا حکم نہ مانیں۔ جو خواہشات خبیثہ کی خاطر جماعتی نفع کو قربان کر دیں۔ جو اپنے مفاد کو قوم کی زندگی پر ترجیح دیں۔ جو صراط مستقیم کو چھوڑ کر شیطانی راہوں پر چل پڑیں جو اپنی اپنی رائے کو درست سمجھیں۔ اسی قوم کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔ وہی قوم آپس میں لڑنا بھڑنا شروع کر دیتی ہے۔ اسی پر تباہی ضلالت اور غلامی کی لعنت آپڑتی ہے۔ وہ قوم خائب و خاسر ہو جاتی ہے۔ تاریخ عالم اس بات پر شاہد ہے کہ جس قوم کے افراد یا لیڈر (لیڈر سیاسی ہوں مذہبی روحانی ہوں یا علمی) آپس میں جھگڑتے اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔ اس قوم کی عزت کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ لوگ ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آپس کے جھگڑوں میں خدا اور رسول کو اپنا حکم بنائیں۔ اس سے ڈریں۔ اور اس کے احکام کو تسلیم کرتے ہوئے آپس میں نفاق نہ ڈالیں۔ تاکہ وہ دنیا میں نجات پائیں۔ اور دشمنوں سے مصئون و محفوظ رہیں۔

"لوگو! یاد رکھو خدا کے سچے دوستوں کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہے۔ اور نہ وہ آزادہ ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔ انہیں اسی دنیا میں بھی عافیت دی جائیگی اور آخرت میں بھی انہیں نجات ہوگی۔ خدا کے وعدوں میں کبھی رد و بدل نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں جہان کی کامیابی یقیناً ایک بڑا انعام ہے۔"

"اے ایمان والو خدا سے ڈرو (یعنی اپنی خواہشات کو اس کے حکم کے مقابلہ پر کسی صورت میں مقدم نہ سمجھو۔ اپنے علم کو خدائی کتاب کے فیصلوں

ہے بہتر نہ سمجھو اپنے نفس امّارہ کو ان تمام کاموں سے روکے رکھو جن سے
خدا نے منع کیا ہے)

(جن کاموں سے خدا نے منع کیا ہے ان میں سے ایک نفاق، عداوت
ایک دوسرے کی عیب جوئی ۔ نکتہ چینی اور بے جا فخر وغرور بھی ہے)

اور خدا کے پسندیدہ کام سرانجام دے کر اس کا قرب ڈھونڈو ۔ اور اس
کے دین کی حمایت میں اپنی جانیں لڑا دو ۔ (دین کیا ہے ۔ روحانی پاکیزگی کے
علاوہ تہذیب وتمدن کے ان تمام اصول وقوانین پر عمل کرنا جو قرآن نے بیان کئے
ہیں) تاکہ تم نجات وکامیابی حاصل کر سکو ۔

آخیر میں قرآن کا یہ حکم کہ مسلمان اپنی زندگی کے معاملات سپرد قرآن کر دیں
اس بات پر دلیل کامل ہے کہ قرآن ان لوگوں کو جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے
ہیں ۔ یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے نامکمل علم ۔ اپنے ناقص خیالات اپنی مکروہ سیاست
اپنی خواہشات پر عمل پیرا ہو کر آپس میں نفاق نہ ڈالیں ۔ بلکہ اپنا ہر معاملہ خدا کے سپرد
کر دیں ۔ اور اسی کی پیش کردہ کتاب کے مطابق عمل کریں ۔ کیوں کہ اس علیم وخبیر
نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ یقیناً انسانوں کی رائے سے بہتر ہو گا ۔ جو لوگ ایسا نہ
کریں گے انہیں دنیا میں نہ امن چین نصیب ہو گا ۔ اور نہ آخرت کی فلاح ۔

Marfat.com

قرآن کا چوتھا انقلابی اعلان

جہاد

ہر مذہب خصوصاً اسلام کی شریعت میں جہاد کا حکم وہی حیثیت رکھتا
ہے۔ جو جسم انسانی میں شہ رگ کا ہے۔ حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے اور دنیا
امن و امان و عزت کی زندگی بسر کرنے کے لیے اس کے بغیر کسی قوم کسی گروہ، کسی
جماعت یا کسی مذہب کو چارہ نہیں۔ ہر مذہب کے بانی اور ہر فرقے کے رہ
نے پوری تندہی کے ساتھ اپنے پیروؤں کو جہاد کرنے اور جہاد کرنے کے لیے ت
رہنے کا حکم دیا۔ لیکن آج کے نقادانِ مذہب کی نگاہیں جہاد اسلامی پر محض
اس لیے پڑ رہی ہیں کہ اسلام کو جہاد کرتے وقت جس قوم سے واسطہ پڑا تھا
قوم آج تہذیب و سیاست و علم و دولت میں باقی دنیا سے گوئے سبقت لے
گئی ہے۔ اس قوم نے اپنی گذشتہ بے عزتی کا بدلہ لینے کا یہی طریقہ سوچ رکھا
ہے کہ مذہب اسلام کے اس اہم ترین حکم کو دنیا کے سامنے انتہائی گھناؤنی صورت

Marfat.com

میں پیش کیا جائے کہ دنیا اس کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔ جتنی تنقیص و تغلیط اس اسلامی حکم کی کی گئی ہے۔ جس پر مسلمانوں نے ایک صدی تک عمل کیا اتنی تنقیص مسلمان قوم عیسائیوں کے دو ہزار سال کے ان تمام وحشیانہ اعمال کی نہیں کر سکی جو قسطنطین اعظم سے لے کر آج کے ڈاکٹر ملان تک تمام جابر و قاہر حاکم اور حضرت عیسیٰ کی تعلیم اہنسا کے ماننے والوں نے کئے ہیں۔ آج انگلستان۔ روس۔ فرانس اور دوسرے یورپی ممالک افریقہ اور ایشیا کے وسیع خطوں پر قابض ہیں۔ مسلمانوں کے شہر یورپ کی نوآبادیاں ہیں۔ مسلمانوں کی یہی کمزوری دوسروں کو ان کے مذہب کے نقائص نکالنے پر ابھار رہی ہے ورنہ اسلام حاکم و محکوم دونوں صورتوں میں یورپ کے سامنے ہے قسطنطنیہ میں مسجدوں کے میناروں کے ساتھ گرجوں کے کلس اس طرح مخلوط ہیں کہ پیرا کے کسی ہوٹل کی کھڑکی میں بیٹھ کر سیاح کے لیے یہ مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ جامع احمد اور منی چرچ کے کلس میں امتیاز کر سکے یہ وہ ملک ہے جہاں مسلمان ہمیشہ غالب رہے ہے۔

دوسری طرف اسپین کو لیجئے اس ملک میں مسلمان چھ سو سال تک رہے لیکن ازابیلا اور فرڈی ننیڈ نے غرناطہ پر قبضہ کرتے ہی نہ صرف مسلمان باشندوں بلکہ عربی زبان، عربی تمدن اور تمام اسلامی یادگاروں کو بھی مٹا دینے کی پوری کوشش کی۔ جو اس وقت کی تہذیب کا نادر نمونہ تھے۔

اہنسا اور عدم تشدد کے یہ عامل جو جہاد اسلامی پر اعتراض کرتے اور قرآن کی تلوار کے زور سے اشاعت کا پروپیگنڈا کرتے پھرتے ہیں۔ صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ یروشلم۔ مکہ۔ بیروت اور فلسطین کے دیگر شہروں میں جو سلوک کر چکے ہیں وہ کس سے پوشیدہ ہے۔

Marfat.com

تہذیب کے نام پر آج بھی نہتی شہری آبادی پر جو جور وستم روا رکھے جاتے ہیں وہ کس مورخ کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اس کے باوجود اسلامی افسانوں سے انہیں خون کی بو آتی ہے۔ اور اسی بنا پر آج کا مسلمان جہاد کے متعلق تذبذب میں پڑا ہوا ہے۔ اور انہیں جانتا کہ جہاد ہر اس قوم کے لیے ضروری ہے جو دنیا میں امن چین اور آبرومندی زندگی کی خواہش ہے۔

سری کرشن نے کوروکیشتر کے میدان میں جہاد کے متعلق ارجن کو فرمایا (شریمد بھگوت گیتا دوسرا ادھیائے)

لُئے ارجن لڑائی کے وقت اس قسم کی بزدلی اور بے ہمتی آدمی کو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ جنگ سے منہ موڑ کر فرار ہونے والا بے عزت اور ذلیل ہوتا ہے دانا انسان۔ غم کو چھوڑ۔ فضول باتوں کو مت سوچ۔ تم اس بات کو سوچ رہے ہو بیں حکومت کی خاطر اتنے آدمیوں کو کیوں قتل کردں۔ سنو۔ روح لافانی ہے وہ ازل سے ہتی۔ وہ دنیا میں مختلف صورتیں تبدیل کرتی ہے۔ اس لیے تو اس کو فنا نہیں کرسکتا۔ جب تو اسے فنا نہیں کرسکتا۔ تو غم کس بات کا۔

وہ آدمی جس کو دشمن سے لڑنے کا موقع ملے وہ بڑا خوش نصیب ہے اگر تو حق کی جنگ میں لڑکر مرگیا تو تجھے جنت ملے گی۔ اگر بھاگ گیا تو ذلیل ہوگا۔ دنیا میں جو پیدا ہوئی اسے ایک نہ ایک دن موت ضرور آئے گی۔ اس لیے اے ارجن تو اس نعمت بے بہا کو ہاتھ سے مت جانے دے۔ یہ دشمن کی جنگ نہیں تیرے سامنے جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ اگر تو جنگ لڑا تو تجھ سے تیرے گناہ دور ہوجائیں گے۔ تیری نجات ہوگی۔ ورنہ تیرا کہیں ٹھکانہ نہیں"۔

جہاد کے متعلق اس توریت کا حکم سنئے، جس کے متعلق یسوع مسیح نے فرمایا تھا باب ۵ آیت ۱۷۔

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک لفظ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑ دے گا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا۔ وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔ لیکن جو اُن پر عمل کرے گا۔ وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔

مندرجہ بالا فقرات صاف ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی کی شریعت میں جہاد کا وہی حکم ہے جو توریت کا ہے اگر حضرت عیسٰی کو جہاد کا موقعہ ملتا تو وہ اسی پر عمل کرتے۔ توریت اس کے متعلق یہ حکم دیتی ہے۔ گنتی باب ۳۱۔

پھر موسیٰ سے خداوند نے کہا۔ مدیانیوں سے بنی اسرائیل کا انتقام لے اس کے بعد تو اپنے لوگوں سے جا ملے گا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا۔ اپنے میں سے جنگ کے لیے آدمیوں کو مسلح کرو۔ تاکہ وہ مدیانیوں پر حملہ کریں۔ اور مدیانیوں سے خداوند کا انتقام لیں۔ اور اسرائیل کے سب قبیلوں میں سے فی قبیلہ ایک ہزار آدمی لے کر جنگ کے لیے بھیجنا۔ سو بنی اسرائیل میں سے فی قبیلہ ایک ہزار کے حساب سے بارہ ہزار مسلح آدمی جنگ کے لیے چنے گئے۔ یوں موسیٰ نے ہر قبیلہ سے ایک ہزار آدمیوں کو جنگ کے لیے بھیجا۔ اور الیعزر کاہن کے بیٹے فی نحاس کو بھی جنگ پر روانہ کیا۔ اور مقدس کے ظروف اور بلند آواز کے نرسنگھے اس کے ساتھ کر دیئے اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا۔ اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی۔ اور سب مردوں کو قتل کیا۔ اور انہوں نے مقتولوں کے سوا عوی اور رقم صور حور اور ربع کو بھی جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا۔ اور

بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا۔ اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں
اوران کے بچوں کو اسیر کیا۔ اوران کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال واسباب
سب کچھ لوٹ لیا۔ اور آخر ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں و
رہتے تھے اوران کی سب چھاونیوں کو آگ سے پھونک دیا۔ اور انہوں نے س
مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان۔ کیا حیوان ساتھ لیے۔ اوران اسیروں اور
غنیمت کو موسیٰ اور الیعزر کاہن اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت کے پاس اس لش
گاہ میں لے آئے جو یریحو کے مقابل یردن کے کنارے کنارے جواب کے میدانوں
تھی۔ تب موسیٰ اور الیعزر کاہن اور جماعت کے سب سرداران کے استقبال
لیے لشکرگاہ سے باہر گئے۔ اور موسیٰ ان فوجی سرداروں پر جو ہزاروں اور سینکڑ
کے سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے جھلایا۔ اوران سے کہنے لگا کیا تم نے س
عورتیں جیتی بچا رکھی ہیں۔ اور دیکھو ان ہی نے بلعام کی صلاح سے فغور کے معا
میں بنی اسرائیل سے خداوند کی حکم عدولی کرائی۔ اور یوں خداوند کی جماعت
دیا پھیلی۔ اس لیے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو۔ اور جتنی عورتی
مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں۔ ان کو قتل کر ڈالو۔ لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف
اور اچھوتی ہیں۔ اپنے لیے زندہ رکھو"۔ اب جہاد کے متعلق توریت کا ایک
ملاحظہ ہو۔ استثنا باب ۱۹۔ آیت ۱۰
"جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے
کا پیغام دینا اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے۔ اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھو
دے۔ تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کر
اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے۔ بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا۔ اور جب
خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے۔ تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے

ڈالنا، لیکن عورتوں۔ بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیئے رکھ لینا۔ اور اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں۔ اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں۔ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے۔ کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔ بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے۔ بالکل نیست کر دینا۔

اب اس کے مقابلہ پر جہاد قرآنی کے احکام سنئے:

۱۔ اللہ کی راہ میں صرف ان کو قتل کرو۔ جنہوں نے تمہارے ساتھ مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ظلم و زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔ وہ لوگ جو بار بار عہد شکنی کریں۔ ان سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ کھڑے ہوں۔

۳۔ اگر وہ تم سے امان چاہیں تو انہیں امان دے دو۔ کیوں کہ خدا بڑا دانا بینا ہے۔

۴۔ مال غنیمت میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

۵۔ وہ مشرک بھی جن سے تم نے عہد کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنا عہد نہیں توڑا تم ان کے ساتھ عہد کو نبھاؤ۔

۶۔ کفار کو مارو اور گھیر لو لیکن اگر وہ توبہ کریں اور نماز زکواۃ کے پابند ہو جائیں تو انہیں چھوڑ دو۔

۷۔ قیدیوں کو یا تو جزیہ لے کر رہا کر دو۔ یا ان پر احسان کرتے ہوئے

Marfat.com

انہیں چھوڑ دو۔

۸:۔ وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے اور خدا کی حرام کردہ چیزوں کو اپنے لیے حرام نہیں سمجھتے۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ قانون الٰہی قبول کر لیں۔

۹:۔ خدا کی راہ میں خدا ہی کا نام لے کر لڑنا۔ خیانت نہ کرنا۔ بد عہدی نہ کرنا۔ دشمن کے ہاتھ پاؤں ناک کان نہ کاٹنا۔ بچوں کو نہ مارنا (حدیث مسلم)

۱۰:۔ لوٹ کا مال مردار چیزوں سے بہتر نہیں۔ (حدیث مسلم)

ہنود۔ یہودیوں۔ عیسائی قوم اور اسلام کے احکام متعلقہ جہاد آپ کے سامنے ہیں۔ اب یہ فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ بوئے خون کس افسانے سے آرہی ہے۔ اور رحم و لطف کے پاکیزہ جذبات کو کونسی تعلیم ابھارتی ہے۔

فلسفہ جہاد کو اسلام نے نہایت سادہ طریقے پر یوں بیان کیا ہے کہ لڑائی قتل، جنگ کی نسبت فتنہ و فساد فتور۔ بدامنی۔ زیادہ تباہ کن ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ چونکہ عوام کے لیے امن و امان کی زندگی ضروری ہے اس لیے قرآن ان فسادیوں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے۔ جو ملک یا دنیا میں بدامنی کا باعث بنیں۔

وجود انسانی میں نیکی اور بدی کی دو متخاصم طاقتیں موجود ہیں انہیں طاقتوں کو روح یا نفس کا نام دیا گیا ہے۔ انہی کو ایرانیوں نے یزدان و اہرمن کے نام سے پکارا۔ اسی نیکی کا فرشتہ اور شیطان بھی کہا جاتا ہے۔ ہر انسان کے ذہن پر ان دونوں طاقتوں سے ایک نہ ایک غالب ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام برائیاں نفس یا اہرمن یا شیطانی قوتوں کا کارنامہ ہے۔ اور جہاں یہ قوت غالب آجاتی ہے۔ حد سے بڑھ جائے تو خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایک انسان اور بعض اوقات علوم مروجہ ...

ادات ملکی اور قومی روایات اور تمدن کی وجہ سے ساری کی ساری قوم اس وفان میں بہہ جاتی ہے۔ تو جس طرح ایک انسان کے جرم کرنے پر حکومت نت سزا دینا ضروری خیال کرتی ہے۔ اسی طرح منشائے ایزدی اُن صالح نسانوں کو جو فطرت کے تقاضوں کو پورا کریں۔ یہ حکم دیتی ہے کہ وہ مجرم قوم سزا دیں۔ یہ حکومت الٰہیہ کا اٹل قانون ہے کہ ہر انسان کو اس کے اعمال ی سزا ملتی ہے۔ اگر دنیا پر کوئی انسان ایسا موجود نہ ہو جو بدکردار کو اس ے اعمال خبیثہ سے روک سکے۔ تو فطرت خود اپنے عناصر قدرت کے ساتھ اس کے خلاف صف آرا ہو جاتی ہے۔ طوفان زلزلے۔ وبائیں۔ قحط قدرت کے وہ ذرائع ہیں جن سے منکر اپنے کیفر کردار کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ دنیا میں بھی باہ ہوتا ہے۔ اس کی روح بھی آلائش گناہ سے لتھڑی ہوئی بدن سے جدا ہوتی ہے۔ اور جو سزا اُسے موت کے بعد ملتی ہے۔ وہ نہایت دردناک ہے اس کا عذاب دائمی ہے۔ اس لیے روح انسانی کو اس ہمیشہ کے دردناک عذاب سے بچانے کے لیے فطرت کج رو انسانوں کو اس دنیا میں ہی راہ راست پر لانے کی مہلت عطا کرتی ہے۔ حصول مقصد کے لیے اپنے نیک بندوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ بدکرداروں کو مجبور کر دیں کہ وہ ہر مجرمانہ فعل سے اجتناب کرتے ہوئے انہی اعمال کو اختیار کریں جن کے لیے ان کا ضمیر انہیں پکارتا ہے۔ ضمیر فطرت صالح کا نام ہے۔ اسی فطرت صالحہ پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہی فطرت ہے جس کو اسلام کا نام دینے کے علاوہ قرآن کریم نے قلب سلیم کا لقب بھی عطا کیا ہے۔ یعنی روح انسانی کی وہ بے میل حالت جو خارجی اثرات و ضلالت سے بالکل محفوظ ہو۔ یا فطرت حقیقی کا وہ ذوق صحیح جس کا ذائقہ کسی عارضی بیماری کے اثر سے بگڑا نہ گیا ہو۔ انسان کے اندر جو کچھ ہے وہ اسلام ہے

کفر جب بھی آئے گا۔ باہر سے آئے گا۔ اور یہی قلب سلیم ہے جس کے متعلق قرآن کریم کا فرمان ہے کہ آخری روز عدالت جب نہ مال و دولت کام دیں گے۔ نہ ہی اہل و عیال کام آئیں گے۔ صرف ایک قلب سلیم ہی سود مند اور نفع بخش ثابت ہوگا۔ تو بگڑے انسانوں کو اسی قلب سلیم کی آواز کی طرف بلانے کا نام جہاد ہے۔ مشاہدہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ دنیا میں نصف سے زیادہ انسان ایسے موجود ہیں۔ جو وعظ و نصائح سے اس دعوت کو قبول نہیں کرتے بلکہ الٹا دعوت دینے والے کی جان پر بن جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا صلیب پر لٹکایا جانا حضرت یحییٰ کا سر کٹوانا۔ حضرت ذکریا کا آرے سے چیرا جانا۔ رسول عربی صلعم کا جنگوں میں زخمی ہونا۔ ابراہیم لنکن اور گاندھی کا گولی سے اڑایا جانا یہ سب کچھ اسی وجہ سے تھا کہ کج طبائع نرمی سے راہ راست پر آنے کو تیار نہ تھیں۔ انہی کج طبائع کو درست کرنے کے لیئے سختی کا استعمال ضروری ہے۔ اور اگر یہ ضروری نہ ہو۔ تو قانون پولیس۔ فوج۔ نظام سلطنت سب بیکار ہیں۔ اسی حقیقت کے پیش نظر ان لوگوں کو جو اعمال صالح کرنے والے۔ صحیح علم رکھنے والے اور منشائے ایزدی کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ کہا گیا کہ اے نیک کردار انسانو تمہارا یہ فرض ہے کہ اس نیکی کو ساری دنیا پر پھیلاؤ۔ حصول مقصد کی خاطر ہر وقت تیار رہو۔ اپنا سب کچھ اس کے لیئے قربان کر دو۔ تم اپنی مال و دولت، اولاد اور جان سے زیادہ دنیا کے امن کو عزیز سمجھو۔ کیوں کہ اگر دنیا میں امن نہ ہوگا۔ تو تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ بدکردار لوگ تلوار کے زور سے تمہیں جھکالیں۔ اور تمہیں مجبور کر دیں کہ تم بھی ویسی بدکرداری قبول کر لو۔ مگر یاد رکھو کہ تمہارا یہ قتال و جدال صرف نیکی پھیلانے کی غرض

نہ کہ مال و دولت ملک اور عورتیں حاصل کرنے کے لیے۔ کیوں کہ اگر اسی قسم کے مقاصد تمہارے پیش نظر ہوں تو تم بھی فتنہ و فساد پھیلانے والوں سے کم نہ ہو گے۔ یہی جہاد سب سے پہلے انسان کو اپنے جسم میں موجود شیطانی قوت سے کرنا پڑتا ہے

اپنے آپ میں بدی اور بدکرداری کے تمام جذبات و خیالات پر قابو پانے کا نام جہاد اکبر اور اس کے بعد دنیا سے بداخلاقیوں کا قلع قمع کرنے کا نام جہاد اصغر ہے۔

اسلام نے ان دونوں کے لیے مفصّل قانون وضع کئے ہیں۔ بعض مذاہب نے جہاد اصغر کو ضروری نہیں سمجھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مذاہب بہت جلد مغلوب ہو کر اور بگڑ کر رہ گئے۔

جہاد کے بغیر مذہب ایک چھلکا ہے جس میں مغز موجود نہیں۔ ایک لفظ ہے۔ جس کے کوئی معنی نہ ہوں۔

بلکہ اس سے بڑھ کر کہ مذہب صرف کاہلی اور سستی کا دوسرا نام ہو جاتا ہے۔ دنیا نے اسلام کے جہاد اصغر کو ہی جہاد سمجھا۔ اسی وجہ سے وہ اس سے وہ لرزاں و ترساں رہے۔ حالانکہ جہاد اسلامی کے قوانین کا مقابلہ یہودیوں اور ہندوؤں کے قوانین سے کیا جاتے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی جہاد نہایت نرم قانون لیے ہوئے ہے۔

ایسے قوانین جن کا مقصد محض دفع شر اور اشاعت امن ہے حصول ملک یا جاہ و حشمت ہرگز نہیں۔ مسیح کا فرمان ہے ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں رکھ سکتا۔

اسی طرح قرآن نے کہا۔ اللہ نے کسی انسان کے پہلو میں دو

دل نہیں رکھے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر انسان یا تو قوت شیطانی کا مطلب ہوگا۔ یا قوت رحمانی کا یا بد اخلاقیاں کرے گا ۔ یا نیک اعمال ۔ تو جہاد کا مطلب یہی ہے کہ اس وسیع و عریض دنیا میں تمام بندوں کو شیطانی قوت کے پنجے سے نکال کر راہ راست پر لایا جائے ۔

Marfat.com

قرآن کا پانچواں انقلابی اعلان

اعتدال

اسراف اور فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن شیطان کا بھائی گردانتا ہے۔ ان کے لیے خسارہ یاس اور مایوسی کی پیش گوئی کرتا ہے۔ فضول خرچ کو خدا کبھی دوست نہیں رکھتا۔ فضول خرچی سے بچنے والے شرک سے اجتناب کرنے والے۔ بدکاری سے نفرت کرنے والے۔ ناحق قتل کو برا سمجھنے والے وہی راہ حقیقت پر ہیں (سورۃ فرقان)

فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان خدا کا نافرمان ہے۔" (سورۃ بنی اسرائیل)

اس کے بعد فرمایا "خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو اسراف میں مت اڑاؤ" پھر کہا "خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھاؤ پیؤ لیکن بے جا خرچ نہ کرو۔" (سورۃ اعراف) مال و دولت کی یہ تبذیر خدا کو ہرگز پسند نہیں۔

ہر عاقل انسان بھی اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا کہ آدمی اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی یا عزیزوں کا خون چوس کر جمع کیا ہوا روپیہ محض چند لمحات کے وقتی عیش کی خاطر برباد کر دے۔ قرآن زیادتی کو پسند نہیں کرتا اور کہتا ہے "نہ تو کنجوس و بخیل بنو۔ اور نہ اتنا خرچ کرو کہ آخر کار تم خسارہ محسوس کرو۔ وہ زیادہ عبادت کو بھی اچھا نہیں سمجھتا اور صاف صاف فرماتا ہے "خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

خیرات کے متعلق اس کا فرمان ہے۔ درخت کے پھل سے جب وہ پکے تم کھاؤ۔ جب فصل کٹے اس کا حق ادا کرو۔
لیکن حد سے آگے نہ بڑھو۔ خدا حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (سورۃ انعام)

عبادت کے متعلق اس کا فرمان ہے۔ اے پیامبر حق آپ کا پروردگار جانتا ہے۔ کہ آپ اور آپ کے ساتھی کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات نماز میں کھڑے رہتے ہیں۔ رات اور دن کا ٹھیک اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ آپ آئندہ اس کام کو نہیں نبھا سکیں گے۔ اس لیے اس نے آپ کو معاف کیا۔ آپ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکیں پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ خدا کو معلوم ہے کہ آپ میں سے بعض آدمی بیمار ہو جائیں گے۔ اور بعض رزق کی تلاش میں دور دراز سفر کریں گے بعض کو راہ حق میں لڑنا ہو گا تو جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔ (سورۃ مزمل)

ان باتوں سے صاف عیاں ہے کہ قرآن کسی بات کی زیادتی پسند نہیں کرتا۔ اور انسانی زندگی کو بالکل متوازن رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ دنیا میں امن

Marfat.com

رہے۔ عدل و انصاف ہو۔ فساد برپا نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے رہبانیت کو پسند نہیں کیا۔ اُسے یہ بھی پسند نہیں کہ انسان دنیا کو چھوڑ کر صرف تلاش حق میں سرگرداں رہے۔ اور اس زمین پر جہاں اسے خلیفہ الہی مقرر کیا گیا ہے۔ فساد برپا ہو جاتے۔ تلاش حق کرنے والے تو غاروں میں جا بیٹھیں عزلت و مسکینی میں دن گذاریں اور بدکردار انسان دنیا پر حکمرانی کریں۔ وہ رزق و دولت کو فضل خداوندی قرار دیتا ہے (سورہ جمعہ) پس جب تم نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اللہ کا فضل (رزق) اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے۔ زیادہ دیتا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ جہاں وہ آخرت کی فلاح ڈھونڈتے ہیں وہاں دنیا میں بھی فضل خداوندی کی تلاش رکھیں یعنی مال و دولت بھی کمائیں بخلاف اس کے اگر ہم مذاہب قدیم کو دیکھیں تو ان میں ہم کو یہ توازن نظر نہیں آتا دیکھئے متی باب (۱۹) آیت (۱۲) جس کا حوالہ پچھلے اوراق میں دیا جا چکا ہے

اسی انجیل سے ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو۔

"جب یسوع نے اپنے گرد بہت سی بھیڑ دیکھی تو پار چلنے کا حکم دیا ایک فقیہ نے پاس آکر اس سے کہا اے استاد جہاں کہیں تو جائے گا۔ میں تیرے پیچھے چلونگا۔ یسوع نے اس سے کہا۔ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں۔ اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لیے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں ایک اور شاگرد نے اس سے کہا۔ اے خداوند مجھے اجازت دے کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کر دوں۔ یسوع نے اس سے کہا تو میرے پیچھے چل اور مردوں کو اپنے مردے دفن کرنے دے"۔ متی باب ۸ آیت ۱۸

مسیح سے قبل مہاویر جین اور مہاتما بدھ بھی دنیا کو اسی قسم کی تعلیم

Marfat.com

دے چکے تھے ۔ نو افلاطونیوں نے اسکندریہ میں اسی مسلک کا پرچار کیا۔
نوافلاطونی مذہب کا بانی امینوس سکاس تھا ۔ جو عیسائی ماں باپ کے گھر پیدا
ہونے کی وجہ سے پہلے تو عیسائی رہا ۔ مگر بعد میں قدیم یونانی خیالات قبول کر
لیئے ۔ اس کے بعد اس کا شاگرد افلوطین ۲۰۴ء تا ۲۷۰ء اس کے خیالات
کا مویدبنا ۔ اس کی رائے میں خدا سے مکمل اتصال انسان کی حقیقی سعادت ہے
یہ شخص اکثر روزہ دار رہتا اور کبھی سے ملتا جلتا نہ تھا ۔ نوفلاطونی مذہب کے
چار اصولوں میں سے ایک یہ بھی تھا ۔ کہ نفس وحدت حاصل کر سکتا ہے
اور اسی حیثیت سے خدا کی برابری حاصل کر سکتا ہے ۔ یہی عقیدہ مختلف
صورتوں میں اسماعیلیوں ۔ بہائیوں اور عام صوفیوں نے قبول کیا۔ اس
کے نزدیک نجات کی ایک ہی راہ مراقبہ اور عزلت نشینی ہے ۔ مانی قریب
قریب اسی کا ہم عصر تھا ۔ یہ ایران میں ۲۱۵ء میں پیدا ہوا ۔ اس نے بھی وہی
مذہب پیش کیا جو یونان میں فلاطوں اور ہندوستان میں گوتم بدھ فلسطین
میں حضرت عیسیٰ پیش کر چکے تھے ۔ اس نے بہت سی تعلیمات مسیح سے
لیں ۔ اس کے خیال میں انسان ایک پراسرار عبادت کے ذریعہ خدا سے
واصل ہو سکتا ہے ۔ ریاضت جسمانی کے ذریعہ انسان خدا کی طرف بڑھتا
ہے ۔ اور بالآخر ایتھر کے دائرے سے گذر کر آتش خالص بن جاتا ہے ۔ اس
کے نزدیک جانوروں کو ذبح کرنا ۔ شادی کرنا اور مناکحات تک کو رکھدینا
پرہیزگاری کے خلاف ہے ۔ وہ خود ایک گوشہ نشین فقیر تھا ۔ اور عزلت
میں زندگی بسر کرتا تھا ۔ حضرت مسیح ۔ بارھا دیر جیین مانی اور نوفلاطونی
مذہب کا یہ ملتا جلتا عقیدہ ظہور اسلام سے قبل عوام کے دلوں میں اچھی طرح
جاگزیں ہو چکا تھا ۔ ان مذاہب کا یہ عقیدہ اسلام کی نظروں میں سخت قابل

Marfat.com

اعتراض ہے۔ قرآن ذہنی جھکاؤ کو پسند نہیں کرتا سوہر امر میں اپنے پیرو کو وسطی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسی میں اس کی بہتری سمجھتا ہے بد خصائل کے حد سے زیادہ بڑھ جانے سے تو یقیناً دنیا میں فساد پیدا ہوجاتا ہے۔ لیکن تاریخ عالم شاھد ہے کہ ضرورت سے زیادہ نیکی بھی عوام کے لیے کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوسکی۔ اگر ہم ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی دشمن کے سامنے پیش کر دیں تو ہوسکتا ہے کوئی صاحب ضمیر اس طرح شرمندہ ہوکر اپنے فعل بد سے توبہ کرے۔ لیکن اکثر بدبخت اس طرح کے بھی ہوں گے جو مرے کو اور مارنا پسند کرتے ہیں۔ اسی لیے اسلام نے فرمایا۔ کہ تم اوّل تو دشمن کو معاف کر دو۔ اللہ عفو کو پسند کرتا ہے۔ لیکن اگر یہ نہ ہوسکے۔ تو تم بھی اس سے اتنا بدلہ لے لو جتنا اس نے تم پر ظلم کیا ہے۔

راہ اعتدال دنیا کی مشکل ترین راہ ہے جس سے بھٹک جانے کا ہر آن خطرہ ہوسکتا ہے۔ اسی راہ اعتدال کو صراط مستقیم کہا گیا ہے جسے بعد میں بعض علما، نے غیر مذاہب کا اثر قبول کرتے ہوئے پل صراط کا نام دیا۔

وہ پل صراط جسے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز کہا گیا۔

شارح قرآن نے بڑے سے بڑے نیک عمل میں بھی اعتدال کو ہاتھ سے نہ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر خدا کے توکل و اعتقاد پر کوئی چیز چھوڑتے ہو تو بھی اپنی طرف سے پوری احتیاط کرلو۔ شارح قرآن نے خود راہ وسط اختیار کی۔ "قرآن نے ان کے متعلق فرمایا۔ آپ کی نظر نہ جھکی نہ

Marfat.com

کہیں انھوں نے غلطی کھائی ۔ عرب کا یہ تاجدار جو اخلاق کاملہ کا نمونہ تھا
دشمنوں پر قابو پا کر انہیں فراخ دلی سے معاف کر سکتا تھا ۔ تو بوقت ضرورت
دشمن کے مقابلہ پر تلوار بھی اٹھا سکتا تھا ۔ وہ ساری ساری رات عبادت
گذار دیتا تھا ۔ تو اس کا گھر بار بھی تھا ۔ وہ اگر ایک وقت یہودی کے گالی گلوچ
پر اُف تک نہ کرتا تھا تو دوسرے وقت دین کے معاملہ میں ناجائز سفارش پر
غصّے سے سرخ ہو جاتا تھا ، وہ اگر نفاست و نظافت کا پتلا تھا ۔ تو اپنا جوتا
خود ہی گانٹھ لیتا تھا ۔

وہ اگر سپہ سالار اعظم تھا ۔ تو دوسرے وقت خود پھاوڑا بھی چلاتا تھا
امن و سلامتی کی یہی وہ راہ وسط ہے جس کی طرف قرآن بنی نوع آدم کو بلاتا
ہے ۔ وہ انسان کو تارک الدنیا بھی بنانا نہیں چاہتا ۔ لیکن حظ نفس کی خاطر
اس کے لیے حدود بھی مقرر کر دیتا ہے ۔

جب قرآن حد سے بڑھی ہوئی خیرات حد سے بڑھی ہوئی عبادت وغیرہ
انسان کے لیے پسند نہیں کرتا ۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کو دنیا
کے کاموں میں مسرف و مبذر دیکھے ۔ گناہ سے بچ کر جائز طریقے سے خواہشات
نفسانی کا پورا کرنا قرآن کا وہ انقلابی اعلان ہے جس میں سلامتی کا راستہ ہے

قرآن کا چھٹا انقلابی اعلان

زمین کے وارث صالح لوگ ہونگے

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ قرآن حکیم کسی الہامی کتاب کی تکذیب یں کرتا۔ اور اس بنا پر اسے یہ دعویٰ نہیں کہ اس نے دنیا میں کوئی نیا دین یش کیا۔ بلکہ یہ اس کا فرمان ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو اس کا بھولا ہوا بق اور وہ راستہ دوبارہ دکھایا ہے۔ جس کی فطرت سے برگزیدہ بندے ں سے پہلے اپنے اپنے وقتوں میں رہنمائی کر چکے ہیں اور چونکہ اس راستے تبدیل کر دیا گیا تھا۔ امتداد زمانہ کے ہاتھوں حقیقت پردۂ باطل میں مستور ہو چکی تھی۔ اس لیے اس نے دوبارہ فطرت کے گیسوئے پریشاں کی مشاطگی ل ہے۔ وہ زبور کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ انجیل کو بھی سچا کہتا ہے تورات کا بھی احترام کرتا ہے۔ اور یہی حکم وہ اپنے ماننے والوں کو دیتا ہے کہ وہ بھی اس فرمان خداوندی کا احترام کریں۔ ہاں اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ

Marfat.com

احکام حق جو تبدیل کیئے گئے اور جن کی بجائے انسان نے خود اپنی طرف سے اپنی مرضی کے مطابق حکم بنا کر لکھ دیئے ہیں ان کی پیروی گمراہی ہے۔ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ قدرت کی یہ آخری کتاب قیامت تک تبدیل نہ ہوگی۔ قدرت خود اس کی حفاظت کرے گی۔ اسے دستبرد زمانہ سے بچائے گی۔ ایک سلیم الفطرت اور نیک سرشت انسان کے لیے یہ بات یقیناً باعث تشکر ہے کہ اس کے پاس آسمانی صحیفوں میں سے کم از کم ایک تو ایسا موجود ہے جسے وہ کسوٹی بنا کر زر کم عیار کو پرکھ سکتا ہے۔ جس سے نہ صرف جھوٹی باتوں کی تکذیب ہو سکتی ہے۔ بلکہ جو باتیں دیگر آسمانی صحائف اور اس کتاب میں مشترک پائی جاتی ہیں اور جن کی سچائی کو یہ کتاب تسلیم کرتی ہے ان سب کی صحیح معنوں میں تصدیق بھی ہو سکتی ہے۔ گذشتہ اوراق میں بعض کتابوں کے (جن کو الہامی ہونے کا دعویٰ ہے مگر وہ تبدیل ہو چکی ہیں۔)

. . . .

۔۔ ایسے حوالے پیش کئے گئے ہیں جن کے معانی قرآن مجید کے پر از نور مطالب سے ٹکراتے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ ان کتب میں بہت سے ایسے احکام بھی ہیں جنہیں قرآن مجید نے من وعن قبول کر لیا ہے۔ اور محض اسی بنا پر عیسائی مورخوں نے قرآن پر الزام لگایا ہے کہ وہ توریت و انجیل کا خلاصہ ہے۔ حالانکہ اگر وہ ٹھنڈے دل سے اس بات پر سوچ بچار کرتے تو صاف نتیجہ یہ تھا کہ یہ کتاب اسی مالک الملک کا کلام ہے جس نے پہلے بھی ہدایت انسان کی خاطر کتابیں نازل کیں۔ چوں کہ اس قدرت کاملہ کو اپنے اصول ذہن انسان پر اس کی بتدریج ترقی کے مطابق منکشف کرنے تھے۔ اس لیئے ان نامکمل کتابوں کو اس طرح مکمل کر دیا گیا کہ پہلے احکام کے علاوہ اور احکام شامل کر کے اسے ہمیشہ کے لیئے بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ بنا دیا۔ تاریخ اور زمانہ

خواسات کا شاہد ہے کہ دورِ اول میں انبیاء کا پیش کردہ کلام کردارِ انسانی کو چند مقرر حدود کے اندر رکھنے کے لیئے تھا۔

انہوں نے یہ سعی کی کہ انسان کو اس کا نیک و بد سمجھا دیا جائے حضرت موسیٰ کی کتاب اور برہمنوں کے وید انہیں قوانین سے بھرے پڑے ہیں جن کو انکے کوتاہ بین وارثوں نے بگاڑ دیا۔ دوسرے دور میں آنے والے انبیاء نے انسان کو دنیاوی اعمال کی بجائے معرفت الٰہی کا راستہ دکھایا۔ چنانچہ بدھ جین اور حضرت عیسیٰ کا سارا کلام عارفانہ اور مروجہ توریت اور وید کے سخت احکام کا ردعمل ہے۔ انہوں نے شریعت یا ان احکام کو نہیں چھوا جو تہذیب و تمدن کے متعلق تھے۔ انہوں نے صرف تزکیہ نفس کے اصول پیش کیئے۔ انہوں نے روحِ انسانی کو ایک بلند تر مقام پر لیجانے کی کوشش کی۔ ان کی توجہ انائے بشری کے لاینحل مسائل کو سلجھانے کی خاطر تھی۔ وہ انا کا مطلب سمجھ گئے۔ اور اس کو معراج تک پہنچایا۔ انہوں نے دنیاوالوں کو بتایا کہ شریعت و مذہب کے وہ احکام جو تم پر پہلے نازل کیئے گئے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ تم نیک بن کر معرفت الٰہی حاصل کرو۔ لیکن تم نے اس کی روح اور اس کے صدقِ بسیط کو چھوڑ کر محض ظاہر و مناسک پر قناعت کرلی ہے۔ اور اسی کو سارا مذہب سمجھ کر راہ راست سے بھٹک گئے ہو۔ اس لیئے معرفت الٰہی کا راستہ یہ ہے کہ تم دنیا کی ہر خبر سے بے نیاز ہو کر روح کو پاکیزہ کرو۔

یہ دونوں پیام اپنے اپنے وقت کے مکمل پیام تھے۔ لیکن ذہن انسانی آہستہ آہستہ ترقی کرتا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بدی اور گناہ کا نالہ بھی پھیل کر سمندر کی صورت اختیار کر گیا۔ اب اہل عالم کے لیے ایک

Marfat.com

ایسا مکمل آئین وضع کر کے انہیں دیا گیا جس پر عمل پیرا ہو کر انسان تہذیب و تمدن میں بھی ترقی کرے۔ اور معرفت الہٰی بھی پالے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کتاب میں ان غلطیوں کو بھی فاش کر دیا گیا جو ذہن انسانی نے اپنی اختراع سے کتب سماوی میں شامل کر دی تھیں۔ انہی غلطیوں کو طشت ازبام کرنا اور راہ بھٹکے ہوئے انسان کو دوبارہ صحیح راستے پر ڈالنا قرآن کے انقلاب کا ایک روشن پہلو ہے۔ موجودہ توریت و انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا میں ایک بالکل بے بس ہستی ہے۔ اس کا عمل بے سود اور اس کی کوشش ناکارہ ہے۔ عیسو کی اولاد کو خدا نے پیدا ہونے سے قبل ہی نفرت سے دیکھا۔ اور یعقوب کو اس نے اس لئے ترجیح دی کہ یہ اس کی مرضی تھی۔ اس کے بعد عیسائیوں نے یہ حکم وضع کیا کہ جس نے مسیح کا بپتسمہ لے لیا وہ اس کے ساتھ اس کے خون کے باعث راستباز ٹھہرے گا۔ لیکن قرآن نے اس کے برخلاف یہ اعلان کیا کہ غالب اور اعلیٰ وہی ہوں گے۔ جو مومن ہیں خدا کے صالح بندے ہی اس کی زمین کے وارث ہیں۔ خدا کے نزدیک وہی بہترین ہیں، جو صالح اور متقی ہوں۔

قرآن پاک سے قبل کے تمام مذاہب خدا کو اپنے ساتھ خصوصیت سے وابستہ کرتے رہے ہیں۔ یہودیوں کا تو یہ دعویٰ تھا کہ خداوند نے بنی اسرائیل کو اپنا برگزیدہ گھرانا بنایا ہے۔ عیسائیوں نے خدا کی رحمت صرف اسی آدمی کے لئے مخصوص سمجھی جو اس کے بیٹے کے نام پر بپتسمہ لے لے اس کے اعمال خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں بت پرستوں اور مشرکوں کا اپنے اپنے علیحدہ علیحدہ خدا چن لینا اور اس مالک الملک کی صفات کا الگ الگ مظہر بنا کر اسے معبود قرار دے لینا برہمن کا ہر قسم کی عبادات و علوم کا خود اجارہ

دار بن بیٹھنا۔ جاپان والوں کا آج بھی اپنے آپ کو خدائی نسل سمجھنا۔ چین کے افیونیوں کا نشے کی ترنگ میں دیوتاؤں کی اولاد بن بیٹھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ قرون اولیٰ میں توحید کے متعلق انسان کا تصور کس قدر ادھورا تھا۔ حضرت رسول عربی صلعم نے خدا کو تمام جہانوں کا خالق و مالک فرمایا۔ انہوں نے یہ اعلان کیا کہ خدا محدود خیالات یا محدود طاقتوں یا متعصبانہ جذبات کا مالک نہیں۔ جو اپنے لیے کسی ایک قوم یا نسل یا قبیلے کو چن لے۔ اور دوسروں کو رد کر دے۔ اُس کی نگاہ میں کائنات ارضی کے تمام انسان برابر ہیں۔ لیکن وہ پسند انہیں کو کرتا ہے۔ جو صالح ہوں۔ جو مومن ہوں، جو متقی ہوں۔ انہی کو وہ زمین پر غلبہ اور حکومت عطا کرتا ہے۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے صالحیت کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ انسانی چلن انسانی فطرت پر قائم رہے۔ سفلی تغیر قبول نہ کرے۔ بہتر اور قائم تر فطرت کی طرف رجوع کرے۔ ادنیٰ جبلت کی طرف راغب نہ ہو۔ قوم میں فی الجملہ امن ہو۔ اس کے ہر عضو میں بیداری اور تڑپ ہو۔ سب اعضا متناسب ہوں اس کے کسی شعبہ میں نقص نہ ہو۔ اس کے تمام اعمال متوازن ہوں ۔۔ ۔ اگر کوئی قوم کسی ایک حصہ میں بے اندازہ طور پر بڑھ جائے دراں حالیکہ باقی حصے بے نشوونما پڑے رہیں۔ تو وہ صالح نہ رہے گی۔ اُس کا توازن بگڑ جائے گا۔ اور تناسب قائم نہ رہنے کی وجہ سے دنیا میں اس کا مدت تک سربلند رہنا ناممکن امر ہو گا۔

قدرت نے ہمیشہ قوموں کے اصولوں کو پرکھا ہے۔ اُن کی صالحیت پر نظر رکھی ہے۔ جو قوم اس سے دور ہوئی تباہ ہو گئی۔ مصری، ہندی، یونانی فنیقی۔ سمیری۔ کلدانی۔ حمیری، عرب اور یورپین تہذیب کے عروج و زوال

Marfat.com

ان کی بلندی اور پستی کی وجوہ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جس قوم کی صالحیت میں نقص پیدا ہوا۔ وہ پستی کی طرف گرنا شروع ہو گئی۔ جس قوم میں صالحیت تھی اسی کو روئے زمین پر غلبہ حاصل ہوا۔ جو قوم دوسری سے بہتر اصول رکھتی تھی وہی غالب آ گئی۔ تاریخ انسانی ایک طرف رہنے دیجئے۔ تکوین کائنات کے تمام ادوار کا مطالعہ کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ کم فائدہ۔ کم زور نباتات اور جانور آہستہ آہستہ مٹ جاتے ہیں اور ان کی جگہ ان سے زیادہ مفید نباتات اور جانور لے لیتے ہیں۔"

انسان میں بھی قدرت صالحیت کے معیار کو مدنظر رکھ کر قوموں کو غلبہ وحکومت دیتی ہے۔ ایرانیوں اور رومیوں کے بعد جب تک عربوں میں یہ صالحیت موجود رہی ان میں طاقت واتفاق رہا۔ ان کا اخلاق بلند رہا۔ علم فن کی جستجو رہی۔ ان کے نوجوانوں کے عزم اور حوصلے بلند رہے۔ ان میں اطاعت امیر اور ایک مرکز سے وابستہ رہنے کی صفت موجود رہی ان میں رعایا پروری اور جہان بانی کا ہنر موجود رہا۔ دنیا کی تقدیر ان کے ہاتھوں میں رہی۔ جس وقت انہوں نے سستی۔ کاہلی۔ نفاق، بداخلاقی۔ جہالت اور غداری کو اپنا شیوہ بنا لیا۔ پستی کی طرف جھکے تو اقوام عالم میں ان کی سر بلندی حرف غلط کی طرح مٹا دی گئی۔ اب وہ دنیا میں ایک پسماندہ قوم اور عضو معطل کی حیثیت سے زندہ ہیں۔ ان کے بعد یورپین اقوام نے اپنے اندر صالحیت پیدا کی۔ تحقیق علم۔ تجارت، ایمانداری، خوش اخلاق انتظامی قابلیت اور ان کے اتفاق نے ان کو روئے زمین کی باقی تمام قوموں سے صالح تر ثابت کیا۔ دنیا کو ان کے نام کا کلمہ پڑھنا پڑا ایک دن آئے گا کہ یورپین تہذیب بھی اپنی غیر متوازن تہذیبی ترقی کی وجہ سے

Marfat.com

ہو جائے گی۔ مادی طور پر وہ ضرور ترقی کر رہی ہے لیکن روحانی طور پر اس کا تنزل خطرناک حد تک پہنچ چکا ہے۔ یہی روحانی تنزل آخر کار اس کی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔

قرآن کا یہ انقلابی اعلان جسے تاریخ پکار پکار کر سچا ثابت کر رہی ہے اور جس کی سچائی پر روز بروز نئے مشاہدات پیش ہو رہے ہیں ہمارے سامنے تہذیب و تمدن کا سب سے بڑا سبق رکھتا ہے۔ ہمیں صالح، متقی اور مومن بن کر زمین پر حکمران ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ صالح، مومن اور متقی کی تعریف اگر ہم اسی کتاب سے تلاش کریں جو ہمیں ان امور کی دعوت دیتا ہے تو ہمیں سارے کا سارا قرآن ان الفاظ کی تشریح سے بھرا ہوا ملے گا۔ اس کی رو سے اخلاق قرآنی اختیار کر لینا صالحیت ہے۔ اسی اخلاق قرآنی نے سات آٹھ سو سال تک عرب کے چند منتشر اور جاہل قبائل کو ساری دنیا کے جابر و قاہر حکمرانوں پر غالب رکھا ہے۔

مگر آج کے مسلمان صرف عقیدے کو صالحیت سمجھ بیٹھے ہیں۔ عمل کی طرف سے انھوں نے منہ موڑ رکھا ہے۔ وہ عقائد پر بحث کرتے اور اس کے مناظرے منعقد کرتے ہیں۔ اپنے اعمال کا محاسبہ نہیں کرتے۔ مسلمان قوم زوال بغداد سے لے کر اب تک اسی شغل میں مصروف ہے جب کسی قوم کے قوائے عمل بیکار ہو جاتے ہیں تو زبان تیز ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

قرآن کا ساتواں انقلابی اعلان

جدّ وجُہد

پہاڑی کے وعظ میں حضرت عیسٰی نے فرمایا تھا:

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پہنیں گے۔ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں۔ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں۔ نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں۔ تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے۔ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے۔ اور پوشاک کے لئے کیوں فکر کرتے ہو۔ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاتتے ہیں۔ تو بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے ان میں سے کسی کی مانند ملبس نہ تھا۔"

اس وعظ پہ غور کیجئے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ وعظ کسی بڑے جلیل القدر عارف

Marfat.com

فنانی اللہ اور ایسے کامل بزرگ کا ہے۔ جیسے ابنائے بشری کی معرفت کامل حاصل تھی جس کی نگاہوں میں یہ دنیا اس کا مال و سامان سب کچھ ہیچ تھا۔ اس وعظ نے لاکھوں بزرگ پیدا کئے۔ ہزاروں کو دنیائے دوں کے لالچ سے بچایا۔ یہ وعظ درست سہی لیکن قرآن میں انسان کے لئے خدا کا ارشاد یہ ہے کہ وہ متواتر و پیہم جد و جہد کرنیوالوں، نیک نیت اور ایسے اشخاص کو پسند کرتا ہے۔ جن کی زندگی سراپا حرکت ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر قوم کی قوم سوسن کے پودے کی طرح بےحس ہو کر بیٹھ رہے کہ خدا خود اسے ملبس کرے گا۔ اور وہ خود ہی اسے کھلائے پلائے گا تو تہذیب و تمدن کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اور یہ عمارات یہ باغ یہ حکومتیں، یہ کالج، یہ زراعت، یہ کارخانے یہ نظام آمد و رفت کچھ بھی قائم نہ رہ سکے بلکہ یہ دنیا ایک وسیع ویرانہ ہو۔ جس طرح قرآن کا یہ ارشاد ہے۔

”ہم نے آدمی کو دونوں راہیں دکھا دی ہیں۔ خواہ وہ خدا کا شکر گذار بندہ بن جائے۔ خواہ اس کا نافرمان ہو جائے۔“

اسی طرح قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ ہم بندوں کی حالت اس وقت تک تبدیل نہیں کرتے جب تک وہ خود اس کے لئے سعی نہ کریں۔ پھر فرمایا۔

”اے میرے بندو! عبادت کے بعد زمین پر منتشر ہو جاؤ۔ اور خدا کا فضل تلاش کرو۔“ پھر فرمایا۔

اندھا اور آنکھوں والا، زندہ اور مردہ کبھی آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔“ پھر فرمایا۔

”انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لئے وہ سعی کرتا ہے۔“ (سورۃ نجم)

انسان کو بار بار سعی اور کوشش کا حکم دینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسلام حرکت جد و جہد کو پسند کرتا ہے۔ اسلام سے پہلے ایک ہزار سال میں فلاسفران یونان۔ بزرگان مشرق حضرت عیسٰے اور نو افلاطونی مذہب کے بانی نے دنیا کو صبر و توکل کا یہ سبق دیا تھا کہ دنیا سے

Marfat.com

کش ہو کر صرف اللہ اللہ کرنے ہی سے خدا کی ذات مقدس کا عرفان حاصل ہو سکتا ہے۔ مانا کہ یہ صحیح ہو گا لیکن مستقبل کے درست ہونے کی امید کب ہو سکتی ہے۔ جب حال ہی بگڑا ہوا ہو۔ بنیاد کی درستی کے بغیر عمارت تعمیر کر دینا ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اسلام کی نگاہوں میں عزبت اور ذلت و مسکنت ایک بہت بڑی لعنت ہے۔

بانی اسلام کے حضور دو بھائیوں کے حالات پیش کئے گئے۔ ایک خود کماتا اور بھائی کو کھلاتا تھا۔ دوسرا گوشہ گیر ہو کر ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان دونوں میں سے اس کو ترجیح دی۔ جو خود کماتا۔ کھاتا اور بھائی کو کھلاتا تھا۔ خود آپؐ کی زندگی میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرا جب آپؐ کسی کام کے لئے دوسرے کے محتاج ہوئے ہوں۔ اپنی ذات تو ایک طرف آپؐ نے مسجد نبوی کے لئے بھی جگہ مفت قبول نہیں کی۔ دیگر لوگ تو کجا اپنے یارِ غار حضرت صدیقؓ کا بھی یہ احسان گوارا نہیں کیا کہ اپنے لئے ان سے اونٹنی مفت لے لیں۔ عبادت سے فارغ ہو کر آپؐ گھر کے کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنا جوتا گانٹھ لینا۔ اپنی بکری کا دودھ دوھ لینا اور کپڑے دھو لینا تک ناگوار خاطر نہ تھا۔

خدا کی پیدا کردہ آسمانی مخلوق کبھی فارغ نہیں بیٹھتی۔ ان کے لئے اس نے منازل مقرر کر دی ہیں۔ سورج چاند اور ستارے باقاعدہ گردش میں لگے رہتے ہیں۔ اس کا موسم، اس وقت ہر لحظہ تبدیل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انسانوں کو بھی کام اور جدوجہد میں مصروف دیکھنا چاہتا ہے۔ (جاھدوا)

میدان زندگی میں جدوجہد کرو۔ یہی اس کا متواتر فرمان ہے۔ جمود و سکون نے سعی و جہاد کے فلسفہ کو رہنے دیجیئے تاریخ عالم شاہد ہے کہ فلسفہ فقر و غنا اس وقت تک کامیاب تھا۔ جب دنیا کی آبادی لاکھوں تک پہنچی تھی۔ جب ایک ایک ملک میں آٹھ آٹھ دس دس قبائل آباد تھے۔ اس وقت یہ ممکن تھا کہ آدمی کام کاج چھوڑ کر

Marfat.com

جنگلوں میں چلے جائیں. جنگلی درختوں کے پھل کھاکر اور جانوروں کی کھالیں پہن کر گذارہ کرلیں (وہ بھی بغیر سعی کے نہیں) لیکن موجودہ زمانے میں جبکہ دینا کی آبادی اربوں سے بھی تجاوز کرگئی ہے اس طریقہ پر گامزن ہونا اپنے آپ کو محض ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

جرمن فلاسفر نطشے لکھتا ہے:

"مسیحیت نے ہمیشہ کمزور بوسیدہ اور پست اشیا کا ساتھ دیا۔ مسیحیت نے طبائع انسانی کی تمام خودداراتہ صلاحیتوں کا استیصال کردینا اپنا مسلک قرار دیا۔ مسیحیت نے زبردست دماغوں کا ستیاناس کردیا۔ اس قسم کے ملحدانہ اعتراض نطشے کو زیب دیتے ہیں۔ اس کی نگاہ انسانی ذہن کی بتدریج ترقی اور احکام الٰہی کے بتدریج نزول پر تھی ورنہ مسیح کی تعلیم ایک واصل حق عارف کی تعلیم ہے جو صرف پاکیزہ بندوں کو نفع دیتی ہے۔ عوام کے لئے یہ تعلیم سودمند نہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ آج ہر وہ قوم ہر وہ ملک جس کے افراد کے جسم میں لہو کی حرارت باقی نہیں رہی۔ جس کے ہاتھوں میں سکت اور بدن میں توانائی نہیں۔ اس کو دوسری قوم ہڑپ کررہی ہے۔

منطقہ حارہ کے باشندے جن کے ملک کی آب و ہوا ہی کاہل اور سست بنادینے والی ہے۔ نہ آج کوئی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کبھی تاریخ میں انھوں نے اپنا مقام پیدا کیا ہے بےحس و حرکت بیٹھ رہنا اور ہاتھ پاؤں نہ ہلا نا سوسن کے پودے یا دیگر نباتات کو تو زیب دے سکتا ہے۔ لیکن اس انسان کی شان کے شایان نہیں جس کو آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں سب کچھ عطا کیا ہو۔ پس اسلام اپنے اس حکم کے ذریعہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس قابل بنیں کہ زمین و آسمان کی حکمرانی انھیں سونپ دی جائے۔ اسلام نے یاس و قنوطیت کے پرخچے اڑادیے۔ کاہلی اور سستی کو انسان سے یہاں تک دور رکھا کہ:۔ "اگر تم سوار ہو اور تمہارا کوڑا گر جائے تو خود سواری سے اتر کر اپنا کوڑا اٹھاؤ۔ دوسرے کا اتنا بھی احسان نہ لو کہ وہ تمہیں کوڑا اٹھا دے" (حدیث)

مگر سات آٹھ سو سال سے متن آسان مسلمان اُنہی پرانے مذہب کے قبول کرکے خانقاہی کو اسلام میں فروغ دے کر خلاف قرآن تبلیغ کر رہے ہیں

Marfat.com

قرآن کا آٹھواں انقلابی اعلان

دعوتِ علم و تدبّر

قرآن کے طریقِ استدلال کا اوّلیں مبدا تعقل و تفکر کی دعوت دینا ہے۔ وہ بجا اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسان کے لئے حقیقت شناسی کی راہ یہی ہے۔ وہ علم و تدبّر اور علم و فہم سے کام لے۔ آدم کو اپنا خلیفہ مقرر کرکے فرشتوں سے سجدہ کروانے سے قبل خدا نے اسے علم سکھایا۔ اور علم ہی کے ذریعے اسے فرشتوں پر برتری حاصل ہوئی۔ اس لئے ہر مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا۔

ارشادِ نبوی ہے کہ "مہد سے لحد تک علم حاصل کرتے رہو۔ خواہ اس کے حصول کے لئے تمہیں دور دراز کا سفر کرنا پڑے۔"

علم و تدبر کے ذریعہ انسان آیاتِ الٰہی میں غور و فکر کر سکتا ہے۔ اسی کی برکت سے اس پر اسرارِ ربانی منکشف ہوتے ہیں۔ علم و تدبّر کی بدولت انسان عروج و زوال کی وجہ سمجھ سکتا ہے۔

Marfat.com

قرآن کے نزدیک مذہب چند عقائد کو اندھا دھند تسلیم کر لینے کا نام نہیں۔ نہ
چاہتا ہے کہ اس کے پیرو بلا سوچے سمجھے احکام مذہب کو بجالائیں اور مذہب کی غرض
و غائت کو سمجھ بھی نہ سکیں۔ ہدائیت و رشد کی لم ہی معلوم نہ کر سکیں۔ اس کے نزول
کے وقت دین داری اور خدا پرستی کے جسقدر تصوّرات موجود تھے وہ نہ صرف عقل
کی آمیزش سے خالی تھے بلکہ ان کی تمام تر بنیاد غیر عقلی عقائد پر آکر ٹھہر گئی تھی۔ لیکن
اس نے خدا پرستی کے لئے عقلی تصوّر پیش کیا۔ اس کی نگاہ میں مذہب بنی نوع آدم
کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ انسان اپنے ضابطۂ حیات کو
جانتے ہوئے۔ اپنے نفع و نقصان کو سمجھتے ہوئے۔ بدی اور گمراہی سے احتراز کرے
نیکی کو اپنا سکے اور مذہب کی روح کو جان کر بوقت مشکل خود اپنی عقل سے
اجتہاد کر سکے۔

قرآن سے بہت پہلے جب عوام سورج چاند، ستاروں اور درختوں کی پوجا
کرتے تھے تو اسکی وجہ محض ان مظاہر قدرت کی عظمت تھی۔ ایک کی نگاہ میں سورج
ایک طاقت ور دیوتا تھا۔ دوسرا پانی کو زبردست سمجھتا تھا۔ تیسرا سانپ کو۔ چوتھا
ہوا کو۔ پانچواں گائے کو۔ چھٹا بلی کو۔ اور ساتواں آگ کو زبردست ترین قوت سمجھ
کر اس کے سامنے جھکتا تھا۔ وہ ان مظاہر کی عظمت و ہیبت کے سامنے سرنگوں
تھے۔ وہ اپنے آپ کو ان قوتوں کے سامنے ذرہ بے مقدار پاتے تھے۔ وہ یہاں تک
ذلیل ہو چکے تھے کہ اہرام مصر جیسی بڑی بڑی کوہ پیکر عمارات کے معمار بھی بچھڑے اور
کے پانی کو دیوتا سمجھ کر ان کے سامنے جھک رہے تھے۔ قرآن نے انھیں عقل
اور وجدان کا واسطہ دے کر انھیں اس بات پر سوچنے کے لئے مجبور کیا کہ وہ اپنی عقل
اور کارخانۂ قدرت کے جاری نظام کے متعلق غور کریں کہ کیا یہ سب کچھ کسی اعلیٰ
و اعلیٰ ہستی کا کام نہیں ہے۔

مذہب کا کچھ حصہ وجدان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ اسی قسم کے عقائد ہیں جن کو سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہوتی ہے۔ ان کے اسرار ذات الٰہی اپنے خاص خاص بندوں پر منکشف کرتی ہے۔ لیکن باقی حصہ جو حیات دنیوی کے متعلق ہے۔ وہ سراسر عقل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ انہی باتوں کے متعلق تعقل وتفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ جن باتوں کو ہم سمجھ نہ سکیں ان کے بارے میں جھوٹ اور سچ کو نہ ملائیں۔ وہ انسان کی ساری سوچ کو صالحین کے علم کے مطابق دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے انسان کو سوچ بچار کرتے وقت ان لوگوں کی پیروی سے روکتا ہے جن کا علم محض ظنی وقیاسی، وہمی اور خیالی ہے۔ وہ صحیح اور محسوس علم کے علاوہ باقی باتوں کو شیطان کے بہکاوے کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس کے متعلق بائبل میں بھی بتایا گیا ہے کہ ہم ان قیاسی علوم مثلاً ساحروں رمالوں، نجومیوں اور ستارہ شناسوں پر ہرگز اعتبار نہ کریں۔ وہ فلسفی جن کا سارا علم محض محسوسات اور دلائل ظاہر پر مبنی ہے اور جن کی روح تاریک ہے۔ اسی زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

ظنی علوم کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے:

"روئے زمین کے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو ان کی بات کا یقین کرے گا تو وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔ وہ تو صرف گمان اور شک وشبہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

پھر کہا گیا:

"زیادہ قیاسات مت دوڑاؤ! کیونکہ خیالات اور قیاسات ایسے ہیں۔ جو خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔" ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اللہ کے معاملہ میں بغیر کسی علم اور دانائی کے بحث کرتے ہیں۔

Marfat.com

"وہ لوگ صرف گمان پر بھولے ہوئے ہیں۔ اور گمان حق کے معاملہ میں سود مند نہیں ہوتا"

اسی لئے قرآن مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے "کہ ٹھوس اور صحیح علم حاصل کرو ظن اور توہمات میں مت الجھو"

Marfat.com

قرآن کا سب سے بڑا انقلابی اعلان

حکومتِ الٰہیہ کا قیام

تمام انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد اولیں برائی وجہالت اور گناہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر حکومت الٰہیہ قائم کرنا تھا۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو آزاد کروایا کہ کسی آزاد خطہ میں سکونت پذیر ہو کر شریعتِ خداوندی کے تحت زندگی بسر کی جائے۔ مسیحؑ نے اسی آسمانی بادشاہت کی خاطر جان دے دی۔ حضرت ابراہیمؑ اسی لئے وطن سے نکلے کہ ظالم کی قہرمان حکومت سے دور الگ تھلگ رہ کر عوام میں قانون خداوندی کا اعادہ کیا جائے حضرت نوحؑ نے ساری عمر اسی کوشش میں گذاری۔ مگر ان میں سے کسی نے حکومت الٰہیہ کا نمونہ پیش نہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ اپنے مشن کی تکمیل سے پیشتر وفات پا گئے اور مسیح حکومت وقت کے باغی قرار دیئے گئے جس سے ان کا مشن چل ہی نہ سکا لیکن اسلام اور صرف اسلام نے اس کا نمونہ عوام کے سامنے پیش کیا۔

Marfat.com

قرآن نے دنیا پر انسانی حکومت کا تصور ہی قبول نہیں کیا۔ اس کے نزدیک زمین و آسمان خدا کے ہیں۔ ان میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ چونکہ سارے عالم میں اسی کا قانون جاری ہے اس لئے حکومت کا حق بھی اسی کو ہے۔ اس نے اپنے قانون کی کتاب دنیا والوں کے پاس بھیج دی ہے۔ انسان کو علم و فہم ذہن و بصیرت عطا کر کے اسے اپنا خلیفہ مقرر کیا اور خلیفہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کی مخلوق پر قانون خداوندی کا نفاذ کرے۔ اور اس بارے میں ان سے مشورہ بھی کرے۔ گو حکومت کی بنیاد قانون الٰہی ہی ہے تاہم پیچیدہ معاملات میں ایک دوسرے کی رائے دریافت کر لینی چاہیئے۔ اسلام کا اولین عقیدہ یہی ہے کہ انسان اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں صرف خدا کی حکومت تسلیم کرے، خدا ہی اس کا خالق اور مالک ہے۔ مرنے کے بعد اسی کے سامنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔ اس لئے اس کی بجائے دوسری قوتوں کے سامنے جھکنا شرک ہے۔ وہی نظام جس کا عقیدہ خدا کی مشیت کے مطابق حکمرانی کرنا ہو، حکومت الٰہیہ کہلا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس نظام کو چلانے والا خود خدا کے تمام احکام کا پابند ہو، صحیح العقل اور صاحب علم ہو۔ وہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ سمجھے۔

اسلامی حکومت کا یہ سیاسی نظریہ گو دیکھنے والے کو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس نظریہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان مساوی حقوق رکھتے ہیں کسی ایک فرد یا افراد کی مخصوص جماعت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے ہی جیسے انسانوں کو محکوم بنائے۔ اور اپنے حسب منشا قوانین و احکام مرتب کرے۔ حاکمیت صرف خدا کے لئے مخصوص ہے اور جو فرد یا گروہ اس کا دعویدار ہے وہ نہ صرف خود مشرک بلکہ دنیا میں بھی فساد پھیلانے والا ہے۔ دنیا میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک انسانی حقوق کی مساوات کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔

خدا کی اخلاقیت کا عقیدہ ہونے کی بنا پر ہر فرد اسلامی ریاست میں خدا کا

Marfat.com

نائب اور اس کے احکام کو بجا لانے کا ذمہ دار ہے ۔ زمین پر عدل و انصاف قائم کرنے اور برائیوں کو روکنے کی ذمہ داری ہر انسان پر اس کی استطاعت کے مطابق عائد ہوتی ہے ۔ حکومت کو باقاعدہ چلانے کے لئے کسی مرکز کی ضرورت ہوتی ہے اور لا محالہ یہ بات لازم آتی ہے کہ کوئی ایک فرد صرف چند افراد کی مدد سے ملک کا نظام چلانے کا ذمہ دار ہو ۔ وہ فرد جس کو عوام اس خدمت کے لئے منتخب کرلیں ۔ سب سے زیادہ صحت مند، عالم، شریف، عقلمند اور سمجھدار انسان ہونا چاہیئے ۔ جو اپنی خواہشات سے مغلوب نہ ہو ۔ اپنے ہر کام کے لئے عوام اور خدا کے آگے جواب دہ ہو ۔ اس کے سارے احکام قانون الٰہی کے مطابق ہوں ۔

رسول عربیؐ نے خود اپنی زندگی میں اس کا نمونہ پیش کیا ہے ۔ اور ریاست کا کام چلانے والے کو خادم قوم کا خطاب دیا ہے ۔ یہ ذمہ دار فرد بعد میں خلیفۃ الرسول کہلایا ۔ لفظ خلیفہ اسی کا اختصار ہے ۔ خلیفہ اسی وقت تک خلافت کا حقدار ہے جب تک کہ وہ عوام کی خدمت کرتا رہے ۔ اور رعایا کے آرام پر اپنے عیش کو ترجیح نہ دے ۔ اس کا ہر فعل خدائی احکام اور ہر حکم قوانین الٰہی کے مطابق ہو ۔ حضرت صدیقؓ کا مندرجہ ذیل خطبہ خلافت کا اوّلین منشور ہے ۔

" لوگو ! میں امارت کا خواہاں نہیں ہوں ۔ اور نہ اس کے لئے میں نے کبھی خدا سے دعا کی ۔ میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے اس امر کے پیش نظر تیار ہوا کہ ملک میں فتنہ نہ برپا ہو جائے ۔ مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں محسوس ہوتی ۔ یہ ایک ایسا بار مجھ پر ڈال دیا گیا ہے ۔ جس کی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور اللہ کی مدد کے بغیر میں اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا ۔ مجھے آپ نے اپنا امیر بنایا حالانکہ میں آپ سے بہتر نہیں ہوں ۔ اگر میں

Marfat.com

خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق کام کروں تو آپ بھی میری
مدد کریں۔ اگر غلطی کروں تو اصلاح کریں۔ مجھے آپ کے مشورہ کی
ازحد ضرورت ہے۔ میری نظروں میں طاقت ور اور کمزور برابر ہیں
اور میں دونوں کے ساتھ انصاف کروں گا۔"

اسی نظام کو موجودہ دور میں جمہوریت کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن جمہوریت کا حکمران اگر فرمان الٰہی کی تابع نہیں تو جمہوریت اور ملوکیت میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اس قسم کا نظام جمہوریت ایک دھوکہ اور فریب ہوگا۔ جو اپنے نام بدل بدل کر عوام کو گرفتار دام دجل رکھے گا۔ حکومت الٰہیہ کا قیام اور مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک انتخاب کرنے والا اور منتخب ہونے والا دونوں قانون الٰہی سے واقف نہ ہوں۔ قانون الٰہی جاری نہ ہو۔ قانون چلانے کے لئے ریاست موجود نہ ہو۔ عوام کے لئے قانون الٰہی پر چلنے کے مکمل مواقع میسر نہ ہوں۔ اگر معاشرہ غیر اسلامی ہے۔ عوام میں عدم مساوات ہے۔ ہر ایک کو ترقی کرنے کے مواقع میسر نہیں تو اول الذکر تینوں باتیں بے کار ہیں۔ اگر انسانوں میں مساوات موجود ہے۔ لیکن قوانین الٰہی کی بجائے انسانی ذہن کے بنے ہوئے قوانین استعمال ہوتے ہیں تو وہ سلطنت بھی پائیدار نہ ہوگی۔ اس کے اندر فتنہ وفساد برپا رہے گا۔ اور ان کے نتائج امپیریلزم فاشزم۔ سوشلزم اور ڈکٹیٹرشپ وغیرہ کی صورت میں رونما ہوں گے۔ یا اگر ووٹ دینے والے بھی ہیں اور ووٹ لینے والا بھی ہے۔ لیکن آئین الٰہی چلانے کے لئے کوئی سٹیٹ نہیں۔ تو بھی یہ کہنا پڑے گا کہ ان لوگوں میں زندہ رہنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے۔

علامہ عنایت اللہ مشرقی (مرحوم) رقمطراز ہیں:

" وراثت اور زمین۔ تمکن فی الارض کا اہم نصب العین ابتدا سے کیا

کے پیشِ نظر رہا ہے۔ وہ تمام عمر اس بات کے درپے رہے کہ اپنی امتوں کو اس لازوال قانون، اس اٹل آئین، اس الرب العلمین۔ اس العلم سے آگاہ کر کے عمل پیرا کر دیں جس کا نتیجہ اجتماعی بقا ہے۔ دوام فی الارض ہے، بادشاہت اور غلبہ ہے۔ یہی اس کا لایا ہوا دین تھا۔ اور افرادِ امت کا اسی طرزِ عمل کو تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہو جانا انبیا کا مذہب ماننے کے مترادف تھا۔ یہی ان پر ایمان لانے کے معنی تھے۔ یہی ایمان کا لازمہ بلکہ بذاتِ خود ایمان تھا۔ اسی بنا پر مرسل کا اس دنیا میں مظفر و منصور ہونا لازمۂ رسالت تھا "تحقیق ہمارا لشکر ان پر غالب ہوتا ہے۔" نہ صرف ایمان والوں کی علامت یا مومنوں کا نشانِ سیما تھا۔ بلکہ غالب بننا ہی نبی کی امت کا واحد مطمعِ نظر تھا۔ دشمن قوم کی ہلاکت بھی اسی وجہ سے ہوتی تھی کہ وہ انبیا کے لائے ہوئے قانون پر عمل پیرا نہ ہوتے تھے۔ رنج و محنت میں اپنے تن بدن کو ڈالنا پسند نہ کرتے تھے۔ احکام سے گریز کرتے تھے۔ یہی کفر تھا۔ یہی تکذیبِ رسل تھی۔ اسی بنا پر نبی کی تابع امت منکر گروہ پر غلبہ حاصل کر جاتی تھی۔

قرآن حکیم نے ایمان و کفر کی اسی عملی کیفیت کو کسی قوم کی صلاحیت یا عدم صلاحیت کا صحیح معیار قرار دے کر یہ قطعی لازوال اور اٹل محاکمہ پیش کر دیا کہ صاحبِ ایمان قوم کے اور کافر قوم کے تقابل کا نتیجہ بہر نوع اور بہر حال یہ ہے کہ ایمان والی قوم اس روئے زمین پر کبھی پیٹھ نہیں پھیرتی۔ جب پیٹھ پھیریں گے کافر ہی پھیریں گے۔ روزِ اول سے یہ ایک طے شدہ امر ہے۔ قانونِ خدا ہے۔ جو روزِ آفرینش سے برابر چلا آتا ہے اور جب تک زمین و آسمان قائم ہیں برقرار رہے گا۔

"جب تم کافروں سے لڑو گے تو وہ پیٹھ پھیر لیں گے۔ ان کا کوئی مددگار دوست نہ ہوگا۔" یہی خدائی سُنّت ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔

Marfat.com

گویا جہاں فتح وظفر کا پرچم لہرا رہا ہے۔ جہاں تک ایک قوم کو دوسرے گروہ پر غلبہ حاصل ہے۔ جہاں ایک طرف عجز اور بے بسی ہے تو دوسری طرف قوت و استیلا قائم ہے۔ وہاں ایک قوم بذریعہ انبیا خدا کے ہاں سے لائے ہوئے مشترک قانون کی صحیح معنوں میں حامل ہوگی۔ اس العلم کے کسی نہ کسی اہم حصے پر عمل کر رہی ہوگی۔ اور اسی علم و عمل کی وجہ سے کامیاب ہوگی۔ وہیں دوسرا گروہ اس قانون خدا سے کفر کر رہا ہے۔ اس کا عملاً منکر ہے۔ یا اس کی کماحقہ ہر تعمیل کرنے میں کسر رہ گئی ہے۔ یا فریق مخالف اس پر بہتر اور باحسن وجوہ عمل کر رہا ہے۔ فتح و نصرت کا سلسلہ جب تک قائم ہے۔ کفر و ایمان کا یہ محاکمہ قطعاً پورا ہوتا رہے گا۔ خدا کے قانون کی پہلی اور آخری دفعہ یہی ہے کہ ایمان ہر نوع فتح و نصرت کے مترادف اور کفر بہرحال شکست و زوال کے ہم معنی ہے۔

اسلاف انبیا سے قطع نظر تو دینی آخر زماں علیہ صلٰوۃ والسلام کا واحد مطمح نظر روئے زمین پر غلبہ حاصل کرنا اور اپنی امت کو بقائے دوام کے معراج پر پہنچانا تھا یہی ان کے مبعوث ہونے کی واحد اور صحیح غرض تھی۔ اس ذات پاک نے ہدایت اور دین حق بھیجا تاکہ اس کو تمام فرقوں مذہبوں اور دینوں پر غالب کرے۔ خواہ یہ مشرکین اور مخالفین کو بُرا ہی لگے۔ نہیں بلکہ اسی غالب ہو کر رہنے کے علم کو حاصل کر کے اس پر عامل ہو جانا عین اسلام اور عین دین بلکہ تمام اسلام اور تمام مذہب تھا۔ سرور کائنات یہی پیغام بشارت اپنی قوم کے لئے لائے تھے۔

الغرض جس رنگ میں آسمانی پیام دیا۔ اس کا منتہائے جلیل یہی اجتماعی تمکن اور وراثت زمیں ہی رہا۔ قرون اولیٰ کی زندگی کے تمام عملی ماحول کو پیش نظر رکھ کر دقیقہ رس اور حقیقت شناس شخص کے لئے آج بھی اس امر کا اعتراف کچھ عجیب نہیں کہ عہد رسالت میں اور اس کے کئی برس بعد تک ہر مسلمان کی زندگی واحد نصب العین کے لئے وقف رہی کہ ملت کا ہر فرد انتم الاعلون مین کر رہنے کو

اسلام بلکہ عین ایمان سمجھتا رہا۔

ہر متنفس کا منتہائے عمل اس کا اٹھنا بیٹھنا۔ اس کی زندگی اور موت اس پر مرکوز رہی کہ یا اسلامی اخوت اپنی مسامحت کے زور پر خود بخود اس قدر وسیع ہوتی جائے کہ دشمن ایک بھی باقی نہ رہے یا منکر اس طرح نسیاً منسیا" کر دیئے جائیں کہ سب طرف "دین اللہ ہی کا ہے" کا سماں بندھ جائے۔ چیتھڑے کے پرتلوں میں حمائل کی ہوئی تلواریں اور رسیوں سے مرمت کئے ہوئے نیزے اس عہدِ نبوت میں جزوِ اسلام تھے۔ سربکف اور تیغ بدست مجاہد ہو کر رہنا سچا مسلمان بننے کی نشانی تھی۔ زخموں پر پٹیاں باندھنے والی اور بزدل خاوندوں سے ناراض ہونے والی بیبیاں صحیح معنوں میں مومنات تھیں۔ یہ وہ اسلام تھا جس کے باعث سرورِ کائنات کی وفات کے بعد بارہ سال کے اندر اندر عرب کے مسلمانوں نے سطحِ زمین کے چھتیس ہزار شہر اور قلعے سر کر لئے تھے۔

حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کے لئے صرف سپاہیانہ زندگی ہی کافی نہیں۔ قرآن کریم نے اپنے پیروؤں کے سامنے اس دنیا میں تین اہم کام اور بھی رکھے ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ اسرار ہی میں غور کرنا۔

۲۔ رزقِ حلال کی تلاش۔

۳۔ عبادت۔

وہی قوم حکومتِ الٰہی قائم کر سکتی ہے جس میں یہ تینوں خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہوں۔ جو علم و دانائی، تہذیب و تمدن میں باقی دنیا سے آگے بڑھی ہوئی ہو جس کے اخلاق بلند ہوں اور ارادے ارفع ہوں جس کا نفس کچلا جا چکا ہو۔ قوموں کی فنا و بقا کا یہ سب سے بڑا راز اور ترقی کی یہ سب سے بڑی شاہراہ صرف قرآن کی پیش کردہ ہے۔ دوسرے مذاہب نے مذہب کا مفہوم صرف عبادت لیا ہے۔

Marfat.com

اسی لئے دنیا ترک کی جاتی ہے۔ بیوی بچے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور اپنی ماں تک کو یہ کہہ دیا جاتا ہے "اے عورت! مجھے تجھ سے کیا کام۔ میرے رشتہ دار تو یہ ہیں۔ جو میری سنتے ہیں" اسی لئے گنہر یا تیاگ کر جوگ لیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن کی عبادت راہب بن جانا نہیں بلکہ دنیا پر، اپنے نفس پر، آفاق اور زمانہ پر حکومت کرنا ہے۔ وہ قوم بننا ہے جس کے سامنے سرکش و منکر دم نہ مار سکیں۔ جس کے سامنے شیطان سر نہ اٹھا سکے۔ جس کے سایہ ہی سے جہالت و گمراہی بھاگ کھڑی ہو۔ جس کا نام سنکر فتنہ و فساد برپا کرنے والے بھاگ جائیں[1]۔ جس کے ہاتھوں فطرت کے اسرار و رموز خود بخود کھلتے جائیں۔ اس کے بغیر عبادت دھوکا، خدا پرستی، فریب اور ایمان ایک دجل ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے وقت اس مالک الملک کے پیش نظر ایک ایسی طاقت ور۔ صاحب عزو منصب جماعت کی تشکیل تھی۔ جو اپنے اخلاق حسنہ مال و جان کی قربانی اَن تھک سعی اور ختم نہ ہونے والی جد و جہد کی بدولت دنیا کی تمام قوموں پر غالب آکر انسان کی دینوی فلاح اور اجتماعی نجات کا باعث ہو۔ جو سب نسلی۔ تمدنی، ملکی اور قومی تفریقات کو مٹا کر سب کو ایک ہی خدا کے زیر نگین لائے۔ مذہب سے حکومت الٰہیہ کا قیام ہی اس فطرت ازلی کا واحد مقصد تھا۔ نہ کہ یہ لوگوں کو صرف ذکر و تسبیح و شمار دانہ میں مشغول کر کے انھیں حجرہ نشین بنا کر بدکاروں کے لئے یہ کھلا موقعہ مہیا کر دے کہ وہ جو جی چاہے کرتے پھریں اور جس طرح چاہیں دنیا میں فتنہ و فساد مچائیں۔ اسی حکومت الٰہیہ کے قیام اور اس کے انعامات سے بہرہ ور ہونا قرآنی اصطلاح میں ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ بعض علمائے کرام نے نعمت کے معنی کو بہت محدود کر کے صرف عقبیٰ کو ہی نعمت سمجھ لیا ہے۔ لیکن

---

[1] مسلمان قوم پر واقعی ایسا زمانہ آیا کہ ان کی آمد کی خبر سنکر حکمران خود بخود بھاگ کھڑا ہوا۔ بنگال میں صرف بارہ مسلمان گئے تھے۔ انکی صرف آمد کی خبر سنکر راجہ بنگال بھاگ

Marfat.com

وہ ہیں جو صرف ہدایت کو ہی نعمت الٰہی سمجھ رہے ہیں۔ بعض کے نزدیک نفس امارہ پر قابو پالینا ہی خدا کی تمام تر نعمت ہے۔ ان کی نگاہوں میں دنیا۔ مال و دولت، سلطنت وحکومت کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ حالانکہ تاریخی طور پر بآسانی یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اعمال صالح کی جزا ہیں، جہاں آخرت کا وعدہ اور نفس مطمئنہ عطا کیا گیا۔ وہاں ان کو ایک عظیم الشان سلطنت بھی بخشی گئی۔ اسی شان گذشتہ کا مرثیہ آج تک ہر مسلمان بچے بوڑھے کی زبان پر ہے۔ قرآن حکیم کی نگاہوں میں مسکنت، غربت ذلت اور محکومی بہت بڑی لعنت ہے اور ان سے رہائی پانا خدا کی بیش بہا نعمت ہے۔ چنانچہ سورۃ ابراہیم میں کہا گیا۔

"اے لوگو! اس نے تم کو ہر وہ چیز دی جو تم نے مانگی۔ اور تم اس کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے۔"

سورۃ لقمان میں کشتیوں کا سمندر میں چلنا بھی ایک نعمت ہی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ سورۃ یوسف میں کسی بات کے علم کو بھی نعمت ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ زمر میں صحت کو نعمت کا نام دیا گیا ہے۔ سورۃ نحل میں خدا فرماتا ہے۔

"اے لوگو! تمہارے خدا نے تمہارے فائدے اور آرام کے لئے سائے پیدا کیئے۔ تمہاری پناہ کے لئے پہاڑوں کے اوٹ بنائے۔ تم کو گرمی سے بچانے والا لباس عطا فرمایا۔ جنگ میں ہتھیاروں سے پناہ میں رہنے کے لئے زرہیں دیں۔"

خدا اسی طرح تمکو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تاکہ تم اس کو خدا تسلیم کرو۔ سورۃ فاطر میں فرمایا ہے۔

"اے لوگو! خدا کی نعمت کو یاد کرو۔ سوائے خدا کے تمہارا کون رازق ہے جو تم کو زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے۔"

Marfat.com

حضرت موسیٰ کی زبانی بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا۔

"اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی۔ وہ تم کو دردناک اذیت دیتا تھا۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتا۔ اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا"

پھر مسلمانوں کو مخاطب کر کے جنگ احزاب کا واقعہ یاد دلایا گیا۔ اور کہا گیا۔

"اے ایمان والو! تم بھی اپنے خدا کی نعمت کو یاد کرو۔ جس وقت تم پر لشکر چڑھ آئے تھے۔ ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ایک ایسا لشکر جسے تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔"

ان حوالہ جات سے یہ بخوبی ظاہر ہے کہ خدا کی نعمت صرف یہی نہیں کہ انسان کو ر[illegible] کار استہ مل جائے۔ بلکہ دنیاوی جاہ و دولت، سلطنت، حکومت، پھل، خوراک، صحت، معدنیات، عقل و علم سب خدا کی نعمتیں ہیں۔ اور وہ قوم جو ان سے محروم ہے اگر دنیا دوسری قومیں ان چیزوں کے بارے میں اس سے آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ تو قوم یقیناً نعمت الہٰی سے تہی دست ہے۔ نعمت الہٰی سے تہی دست ہونے کا مطل[illegible] تباہی ہے۔ زوال بغداد کے بعد مسلمانوں کی حالت زار سنبھالنے اور ان کے وقتی ر[illegible] و غم کو دور کرنے کے لئے ایسے صوفیا اور شعرا پیدا ہوئے جنھوں نے انھیں صبر و قناع[illegible] کا سبق دیا۔ اور یہ سبق ایسا کارگر ہوا کہ مسلمان آج تک دنیاوی مال و جاہ کو زبانی ط[illegible] مردار لیکن عملاً جنت سے زیادہ قیمتی سمجھ رہا ہے۔ اس کے الفاظ و عمل بالکل متع[illegible] ہیں۔ لفظاً وہ دنیا کے مال کو خاطر میں نہیں لاتا۔ لیکن عملاً وہ ہر فعل بد سے ا[illegible] کو کمانے کے درپے ہے۔ حکومت الہٰیہ کے قیام کی خاطر ہی مسلمانوں کو اتفاق سے [illegible] مصارف جنگ کرنے اور اپنی عسکری قوت کو بڑھانے کے لئے بار بار حکم نازل کئے گ[illegible]

Marfat.com

قرآن کا دسواں انقلابی اعلان

حالاتِ زمانہ سے عبرت حاصل کرو

قرآن حکیم نے بعض گذشتہ اُمم کے حالات بیان کرکے بنی نوع انسان کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ ان کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور ماضی کے آئینہ کو دیکھتے ہوئے اپنے حال اور مستقبل کی تعمیر کریں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ان کا انجام بھی حسرتناک ہو۔ اور بعد میں وہ بھی ان پچھتانے والوں میں سے ہو جائیں۔ جو ہاتھ مل مل کر یہ کہتے ہیں۔

"اے کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ اس کام کا نتیجہ یہ ہوگا"

فرمایا۔ "اے لوگو! زمین میں پھر کر دیکھو اور دیکھو کہ آیات الٰہی اور احکام خداوندی کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ دیکھو کہ انھوں نے کس طرح اپنے ہاتھوں اپنی بربادی اپنے آپ پر مسلط کر لی"

اس ضمن میں قرآن نے عرب اور عرب کے قرب وجوار میں بسنے والی تقریباً تمام نافرمان قوموں کے حالات بیان کر دیئے ہیں۔

سب سے پہلی قوم جو اپنی نافرمانی کی بنا پر تباہ ہوئی وہ قوم نوح ہے حضرت نوح کو خداوند اقدس نے ایک نافرمان اور سرکش و عیاش قوم کی ہدایت کیلئے مامور فرمایا۔ آپ نے اپنی قوم کو کہا۔

"اے لوگو! میں تمہیں انکار اور بدعملی کے نتائج سے خبردار کرنے والا ہوں۔ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔"

قوم کے رئیسوں نے جو اپنی عیاشی اور عادات بد کو ترک کرنا نہیں چاہتے تھے حضرت نوح کا مذاق اڑایا اور کہا۔

"تم ہمارے جیسے انسان ہو ہم میں سے پیدا ہو کر ہمیں عقل سکھاتے ہو۔ تمہاری باتوں کو احمق ہی مان سکتا ہے۔ یہ غریب و نادار لوگ جو دنیا میں ناکام ہیں۔ جن کی دنیا میں کوئی عزت و وقعت نہیں، یہ تمہارے ساتھی ہیں۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ صریحی جھوٹے ہو۔

حضرت نوح نے کہا:

"اے لوگو! میں تمہیں عادات بد چھوڑنے کے متعلق کہہ کر تمہاری ہی بھلائی کر رہا ہوں۔ ورنہ اس میں میرا کوئی فائدہ مقصود نہیں۔ میں تو تمہیں اجتماعی ہلاکت سے بچانا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں ذلت و رسوائی سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو تمہاری یہ عیاشیاں، یہ تمہاری سرکشی۔ تمہاری یہ کمینہ حرکات ایک دن ساری قوم کو تباہ کر دیں گی۔"

اس پر قوم کے رئیس جھلائے اور کہنے لگے:

"دور ہو جاؤ۔ جو کچھ تم سے ہو سکتا ہے کر لو۔"

اس پر خدا کا یہ مخلص پیغمبر اپنے دل میں سخت غمگین ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ان کے سوا اب کوئی ایمان نہیں

Marfat.com

لائے گا۔ پس یہ جو کچھ کر رہے ہیں ان پہ بیکار غم نہ کھاؤ۔"

اس کے بعد ایک طوفان آیا۔ زبردست طوفان جس کے آثار آج بھی کرۂ ارض پر ملتے ہیں۔ اس طوفانِ آب نے اس تمام خطۂ ارض کو ڈبو دیا جس پر وہ نافرمان قوم آباد تھی۔ حضرت نوح ایماندار لوگوں اور کچھ جانوروں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر اس پانی کے سینے پر تیرتے رہے۔ بالآخر کشتی کوہ ارارات (کوہ جودی) کی چوٹی پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔ آج بھی یہ کشتی کا کبیشیا کے پہاڑوں کی برف میں جمی ہوئی دنیا کے لئے عبرت کا سامان مہیا کر رہی ہے۔ یہاں ایک عجیب حادثہ بھی ہوا۔

حضرت نوح کا نافرمان فرزند جو احکام خداوندی کا تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ باوجود اس عظیم القدر پیغمبر کی سفارش کے عذاب خداوندی سے نہ بچ سکا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے کہا

"وہ تیرا بیٹا نہیں۔ وہ بدکار ہے۔"

دوسرا واقعہ قوم عاد کا بیان کیا گیا۔

اس قوم کی طرف حضرت ہود کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ انھوں نے کہا:

"اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے گناہوں سے تائب ہو جاؤ۔ یہ ظلم و ستم کے وطیرے۔ یہ بدکاریاں، یہ عیاشیاں ترک کر کے خدا کے سیدھے احکام پر چلو۔ دیکھو اس کی نافرمانی نہ کرو۔ ورنہ یاد رکھو قانونِ فطرت کسی کو معاف نہیں کرتا۔ وہ ہر انسان کو اس کے اعمال کی جزا دیتا ہے۔"

قوم عاد نے کہا:

"ہود پاگل ہو گیا ہے۔ جو ہم کو ہمارے معبودوں سے روک رہا ہے۔"

حضرت ہود نے کہا۔

"اے میری قوم! اگر تم نے یہ کار بد ترک نہ کئے تو وہ قہار و جبار تم کو ذلت و مسکنت اور تباہی کے گڑھے میں گرا دے گا۔ تم تباہ ہو جاؤ گے۔ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو سربلند

Marfat.com

کر دیا جائے گا" لیکن قوم نے اس برگزیدہ انسان کا کہا نہ مانا۔

تیسرا واقعہ قوم ثمود کا بیان فرمایا۔ یہ قوم بھی نافرمانی کے سبب تباہ ہو گئی۔

سدوم اور عمارہ کی تباہ شدہ بستیاں آج بھی ہمیں ایک لعنتی اور جہنمی قوم کی یاد دلا رہی ہیں۔ یہ قوم لواطت کی عادی تھی۔ حضرت لوط کو مامور کیا گیا کہ ان کو اس کار بد سے روکیں لیکن قوم نے استہزا کیا۔ اور بلاشبہ جس وقت انسان گناہ و معصیت کے نشے میں غرق دنیاوی لذات میں محو ہوتا ہے۔ تو وہ اخلاق کے واسطوں پر اپنی عادات بد کو ترک نہیں کرتا ہر زمانے میں ایسا ہوا۔ اور ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ جب اس قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو فرشتوں نے ان بستیوں پر اتنی سخت سنگباری کی کہ ان میں سے ایک بھی ذی نفس جیتا نہ بچا۔

نافرمان قوموں کی تباہی کے واقعات یاد دلا کر قرآن ہمیں یہ فرماتا ہے:

"تم کو مزید اطمینان اور تسلی کے لئے کرۂ ارض پر خود گھوم پھر کر ان کے آثار مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ان کی تہذیب سے درسِ عبرت لو۔ تاکہ کہیں تم بھی ان کاموں میں مشغول نہ ہو جاؤ جو ان کی تباہی کا باعث بنے۔"

عبرت حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس نے اپنے ان بندوں کے واقعات یاد دلائے ہیں جنہوں نے اپنے صفات حمیدہ اور کردار حسنہ کی بدولت دنیا میں نیک نام اور کامیابی حاصل کی۔

ایسے بندوں میں سے ایک حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی تابعداری خدا کو ہر درجہ پسند آئی کہ خداوند تعالےٰ نے ان کے خاندان کو نوازا۔ دنیا کے معزز ترین افراد ان کے قبیلے میں پیدا کئے (لیکن اس قوم نے اپنی متواتر سرکشیوں، بزدلی، نافرمانی، کج بحثی اور عدم استقلال کی بنا پر اپنا اعزاز کھو دیا اور خدا کی مغضوب قوم بن گئی) حضرت ابراہیمؑ کی بنائی ہوئی مسجد کو مذہب اسلام کا قبلہ قرار دیا گیا۔ اور اس کا حج کرنا

Marfat.com

ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض قرار پایا۔ حضرت ابراہیمؑ کی یاد کو باقی رکھنے کیلئے قربانی مسلمانوں پر واجب کر دی گئی۔

قرآن حکیم نے حضرت یوسف کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔ حضرت یوسف ایک صحرائی قبیلے کے فرد تھے۔ لیکن اپنے کردار، علم، صبر اور حسن عمل کی بدولت اسوقت کے متمدن ترین ملک مصر کے حاکم اعلیٰ بنے۔ حضرت یوسف کی سیرت میں مصائب کے برداشت کی قوت، جنسی بے حیائی سے نفرت۔ دعوۃ الی الحق، صبر و رضا۔ راست بازی، حق پرستی۔ صاف صاف نمایاں ہے۔ یہی وہ صفات ہیں جن کی بنا پر وہ باقی دنیا سے افضل قرار پائے۔

ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ ہم دیکھیں کہ آیا ہمارے زمانہ میں تو ایسا نہیں ہو رہا کہ حق کی طرف بلانے والے کی تذلیل پر امرا اور رئیس جو پیغمبروں اور ہادیوں کے سب سے بڑے دشمن تھے کہیں وہ بدکردار تو نہیں ہوگئے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو بلاشبہ قرآن برملا یہ کہہ رہا ہے۔ کہ ایسی قوم کا انجام حسرتناک ہوگا۔ ہمیں اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

"دنیا بہترین کتاب ہے اور زمانہ بہترین استاد"

زمانہ اس بات کا گواہ ہے کہ وہ انسان جو خدا پر ایمان نہیں لائے۔ اور انھوں نے نیک اعمال نہیں کئے۔ وہ خسارے میں رہے۔

قرآن کے مندرجہ بالا دس احکام وہ ہیں جو گذشتہ صحائف میں ہم کو نہیں ملتے۔ اور اگر ان میں سے ایک آدھ حکم پہلے بھی موجود ہے تو وہ اتنی جامعیت کے ساتھ واضح نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ امتِ مرسل نے انہی دس احکام کو اپنا کر ترقی کی اور انہی کو چھوڑ کر وہ اپنی سربلندی کھو بیٹھی۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ علم الاخلاق کے یہ دس اسباق ہی تمدن کی بنیاد ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا دس احکام کو اپنانا ہر زندہ اور معزز قوم کیلئے ضروری ہے۔

Marfat.com

گیتا، بائبل اور قرآن
کی
اخلاقی تعلیم کا جائزہ

توریت، زبور، انجیل، گیتا۔ اوستا اور دوسرے بزرگان عظام کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی انسان کے تمام اخلاقی احوال اور کیفیات کا احاطہ نہیں کرتی۔ بلکہ اپنے زمانہ اور اپنی قوم کے حالات کو سامنے رکھ کر جو نقائص دیکھے گئے ان کو دور کرنے کے لئے احکام نازل کر دیئے گئے۔ اور یہ قدرتی امر تھا۔

حضرت موسیٰ کی شریعت میں احکام عشرہ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اور یہ وہی دس احکام تھے جو حضرت موسیٰ نے کوہ سینا سے اتر کر بنی اسرائیل کو عطا کرکے سنائے۔ یہ دس احکام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ ماننا۔

۲۔ تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔

۳۔ تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا۔

۴۔ تو خداوند اپنے خدا کے حکم کے مطابق سبت کے دن کو یاد کرکے پاک ماننا۔
۵۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا۔
۶۔ تو خون نہ کرنا۔
۷۔ تو زنا نہ کرنا۔
۸۔ تو چوری نہ کرنا۔
۹۔ تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔
۱۰۔ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا۔

اس کے علاوہ موسیٰؑ کے احکام آپ کی شریعت سے مخصوص ہیں۔ مثلاً در کو جھالر لگوانا وغیرہ ان کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں۔

گیتا کی تعلیم۔

۱۔ فضول غم نہ کرو۔ صداقت پر جمے رہو۔ عمل کرو اور اس کے پھل کی تمنا نہ کرو۔
۲۔ اپنے فرض پر نظر رکھو۔ اور اس سے کوتاہی نہ کرو۔
۳۔ دیدار الٰہی اسے نصیب ہوتا ہے۔ جو لذات دنیوی ترک کر دے۔
۴۔ نفع و نقصان اپنے لئے برابر سمجھو۔
۵۔ تسکین قلب اسے ملتا ہے جو نفس پر ضبط رکھے۔
۶۔ مایا سے دل لگانے والے مورکھ ہیں۔
۷۔ اپنے دھرم پر مرجانا باعث نجات ہے۔
۸۔ گیانیوں کی تعظیم کرو اور ان کی سیوا کرو۔
۹۔ ترک عمل سے عمل بہتر ہے۔

گیتا اور انجیل کی ساری تعلیم عرفان و معرفت کا گنجینہ ہے

Marfat.com

انجیل۔

۱۔ دل کی غریبی غمگینی حلم بردباری راست بازی۔ رحم دلی، پاک دلی، رضائے خداوندی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۲۔ صلح جوئی، صبر، عفو و درگذر، پاکدامنی، آسمانی بادشاہت میں لے جائے گی۔

۳۔ قسم مت کھاؤ۔

۴۔ شریر کا مقابلہ نہ کرو۔

۵۔ قرض معاف کردو۔

۶۔ دشمنوں کو بھی یاد کرو۔

۷۔ ریاکاری سے بچو۔

۸۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرو۔

۹۔ توکل بر خدا رکھو۔

۱۰۔ دوسروں سے وہی سلوک کرو جو تمہیں اپنے ساتھ پسند ہو۔

محمد الرسول اللہ کی بعثت کسی خاص زمانہ یا قوم کے لئے مخصوص نہ تھی بلکہ ان کی تعلیم ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے بھیجی گئی۔ اس لئے انھوں نے وہ تعلیم پیش کی جس کے بعد مزید تعلیم کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی تعلیم نے اخلاق کی تمام جزئیات کو ایک ایک کرکے لیا۔ اس کے گوشہ گوشہ کو کھول کر رکھدیا۔

سچ بولنا۔ جھوٹ کی مذمت، عزیزوں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں کی امداد۔ فضول خرچی کی ممانعت۔ توکل، صبر، حق پر استقامت۔ فخر و غرور سے پرہیز۔ غلاموں اور قیدیوں پر احسان۔ امانت داری، وعدہ کا پورا کرنا و ایفائے عہد صدقہ، خیرات۔ نیکی کسی کو برا بھلا نہ کہنا۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرنا۔ غیبت اور چغلی نہ کرنا، سود نہ کھانا۔ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ جھوٹی گواہی نہ دینا

Marfat.com

زمین پر اکڑ کر چلنا۔ مسکرات سے پرہیز۔ صلح جوئی۔ اتحاد و اتفاق۔ گداگری کی ممانعت، اچھی بات کی تعلیم دینا۔ دشمن کا جم کر مقابلہ کرنا۔ قوم سے غداری نہ کرنا۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا۔ صفائی رکھنا۔ اولاد کو تنگی کے ڈر سے نہ مارنا۔ خودکشی یا کسی کو ناجائز قتل نہ کرنا۔ یتیم کی پرورش کرنا۔ عورت سے انصاف کرنا۔ عزیزوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔ ناپ تول میں بے ایمانی نہ کرنا۔ ملک میں فساد نہ ڈالنا۔ زنا نہ کرنا۔ بے حیائی سے رک جانا۔ آنکھیں نیچی رکھنا۔ کسی کے گھر بلا اجازت نہ جانا۔ ستر اور حجاب۔ لغو باتوں سے بچنا۔ دشمن سے درگذر کرنا۔ بحث و مباحثہ سے بچنا۔ نیکی کر کے احسان نہ جتانا۔ فسق و فجور سے بچنا۔ عورت کے لئے شوہر کی اطاعت کرنا۔ کسی پر تہمت نہ لگانا۔ کسی کے متعلق بدگمانی نہ کرنا۔ نمائش سے بچنا۔ سود اور رشوت نہ لینا۔ قرض دینا۔ قرض معاف کرنا۔ ظلم نہ کرنا۔ چھوٹوں سے محبت۔ بڑوں کی عزت۔ حاجت مندوں کی امداد۔ جانوروں پر رحم۔ قناعت۔ تعصب نہ کرنا۔ کسی کے گھر بلا وجہ نہ بیٹھنا۔ غرض کہ اخلاق کی کونسی وہ شق ہے جو قرآن نے چھوڑی ہو۔ اس کے بعد اگر کوئی چیز رہ گئی تو اس کی کمی حدیث نے پوری کر دی ہے۔

Marfat.com

قرآن کی تعلیمات کا امتیاز

بدھ۔ جین اور حضرت مسیح کی تعلیم جو نزول قرآن سے قبل دنیا والوں کے سامنے پیش کی گئی۔ اس کا خلاصہ و مقصد انسان کی فطری جبلتوں اور جذبات کا کلی استیصال تھا انسان فطری طور پر بہت سی عواطف لے کر عالم ظہور میں آتا ہے۔ ان کا اگر صحیح اور برمحل استعمال کیا جائے تو یہ موجب رحمت ہے۔ دنیا میں باعث قیام امن ہے۔ لیکن اگر ان کو موقع بے موقع اور غلط طور پر استعمال کیا جائے تو یہی خاصیتیں مصیبت بن جاتی ہیں۔ تمام انسان انہی خاصیتوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو ان کے استعمال کا طریقہ اور موقع محل جانتے ہیں وہ تو عقلمند۔ میدان زندگی کے فاتح اور نیک نام مشہور ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو انہیں صحیح طریقہ سے استعمال نہیں کرتے وہ بدفطرت اور بے وقوف بن جاتے ہیں۔ اصلیت ہر انسان کی ایک ہے۔ ہر انسان کو فطرت عواطف جذبات اور شعور عطا کرتی ہے۔ ان ہی کے طریق کار کے اختلاف سے کارگاہ عالم

Marfat.com

میں ہلاکت انگیز طوفان اور مسرت راحت کی روشنی آتی ہے ۔ غرور، نخوت ۔ خود پرستی اور تکبر دوسروں کی تحقیر وہ برائیاں ہیں جنہیں کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا ۔ لیکن اگر انہی صفات کو موقع محل سے استعمال کیا جائے تو ان کا نام بدل جاتا اور یہ انسانی سیرت کی مایہ ناز صفات بن جاتی ہیں ۔ اس کے برعکس ذلت پسندی کم حوصلگی ، بے طاقتی اور خوف نہایت ہی کمینہ خصلتیں ہیں ۔ لیکن انکی تصعید و تعدیل اور حالات و مواقع کے اختلاف سے یہ بھی عمدہ صفات میں تبدیل ہو جاتی ہیں ۔ اسلام کا مقصد ان جذبات وصفات کا استیصال نہیں بلکہ ان ہی اعتدال پیدا کرنا ہے ۔ وہ ان کا تنقیہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ افراط و تفریط سے بچانا چاہتا ہے ۔ ظالم وجاہل انسان ان فطری استعدادوں کی طاقت سے بے خبر ہے ۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ ان کی کتنی مقدار اس کے لئے صحت بخش ہوگی ۔ اور کتنی تباہ کن ۔

اسلام سے قبل کے راہبانہ مذہب نے اس نقطہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام غضبی اور شہوانی جذبات کو مذموم قرار دے کر انہیں فنا کرنا چاہا ۔ تاکہ انسان کی گمراہی کا خدشہ ہی باقی نہ رہے ۔ لیکن ان کا یہ پیش کردہ علاج ہر انسان کے دکھ کا مداوا نہ بن سکا ۔ انسانی فطرت کبھی بدلی نہیں جا سکتی ۔ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے ۔ یہی وہ نکتہ تھا ۔ جس کو اسلام نے انقلابی انداز میں پیش کیا ۔

حضرت مسیح اور بدھ کی تعلیم نے بعض افراد کی اصلاح تو ضرور کی لیکن قوموں کو سدھار نہ سکے ۔ ان کی تعلیم انتہا پسندوں کے لئے تھی ۔ عوام کے لئے نہیں ۔ اسلام کو دنیا کی تمام قوموں کی اصلاح کرنا تھی ۔ اس لئے اس نے وہی طریقہ اختیار کیا ۔ صحیح نتائج پیدا کرے ۔

دنیا میں مختلف طبائع اور مزاج کے لوگ پائے جاتے ہیں ۔ اور یہ سب کچھ اس بات کا نتیجہ ہے کہ کوئی انسان اپنے کسی جذبے کو ترقی دے لیتا ہے ۔ دوسرا کوئی اور

Marfat.com

صفت پیدا کر لیتا ہے یہ صفات ہر حالت میں انسان میں موجود رہتی ہیں۔ اور آخر وقت تک نہیں مٹتیں۔ عمر کے تقاضے اور وقت کے لحاظ سے انسان کے خیالات و کردار پر ان صفات کا اثر گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ انہی صفات کے مختلف مدارج نے دنیا میں اتنے زیادہ مسلک پیدا کر دیئے ہیں کہ کوئی ہر وقت روتے رہنے کو راہ راست سمجھتا ہے۔ اور کوئی عیش کرنے کو عقلمندی سمجھتا ہے۔ اور کوئی مال و زر کے ڈھیر پر قارون بنا بیٹھا ہے۔ کوئی اتنا فیاض ہے کہ اپنا سب کچھ عوام کی خاطر لٹا رہا ہے۔ کوئی اس دنیا کو فریب اور اس ہستی کو سراب سمجھتا ہے۔ کوئی اس عالم کو عالم حقیقت سمجھتا ہے۔ کسی کا نقطہ نظر ہر وقت سوچ بچار ہے۔ کسی کا ذہن صرف سطحی جذبات سے آگے نہیں بڑھتا۔ خیالات اور جذبات کا یہ تفاوت ہر آدمی میں آسانی سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ قوموں اور افراد کے مخصوص کردار اسی تفاوت کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے سب کے لئے ایک دوا تجویز کرنا اور ہر جذبے کا استیصال کر دینا ہیں امن اور آشتی پیدا کرنے کے لئے قطعی طور پر بے سود ہے۔ بہترین اخلاقی معالج وہی ہے جو ہر قوم ہر زمانے اور ہر شخص کے مزاج کے مطابق علاج تجویز کرے تاکہ اسے ہر مریض کو شفایاب کرنے میں کامیابی حاصل ہو۔ صحیح اخلاقی تعلیم و تربیت کا اصول بھی یہی ہے کہ ہر شخص اور ہر قوم کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ کرتے ہوئے جن جذبات کی کمی یا بیشی سے قوم گمراہ ہوئی ہو۔ ان کو مناسب طریقہ سے اعتدال پر لایا جائے۔ ماہرین طب اس نقطہ کو بخوبی جانتے ہیں کہ درست طریقہ علاج یہی ہے کہ یا تو اخلاط کو اعتدال پر لایا جائے یا افعال اعضا کو درست کیا جائے۔ علاج یہ نہیں کہ بڑھی ہوئی خلط کو خارج کر دیا جائے۔ مفید عضو ہی کاٹ دیا جائے۔ قرآنی تعلیم کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ بہادر کو کمزور بننے کے لئے نہیں بلکہ عادل بننے کے لئے کہتا ہے۔ وہ بخیل کو بے زر نہیں بلکہ فیاض بنانا چاہتا ہے۔ ذلیل و بزدل کو متکبر و مغرور نہیں بلکہ خوددار اور دلیر بننے کا سبق دیتا ہے۔ وہ ا

جبلّتوں کا قلع قمع نہیں کرتا بلکہ ان کا رخ پھیر کر نیکی کی طرف لاتا ہے۔ وہ اچھی قوتوں کی نشو و نما کرتا ہے۔

موجودہ زمانے میں نفسیات کی جدید ترین تحقیقات قرآنی تعلیم کے اس پہلو کی اس خوبی کو واضح کرتی اور اس کے ایک ایک لفظ کی تائید کرتی ہیں۔ ماہرین نفسیات کے نزدیک انسانی ذہن کا علاج اس کے جذبات کی تعدیل ہے نہ کہ تنقید۔

تاریخ اخلاق یورپ کی دوسری جلد میں لیکی کی مندرجہ ذیل تحریر تعدیل کی خوبی کو تفصیل کے ساتھ ظاہر کرتی ہے۔ لیکن انکساری اور فروتنی کا وصف تمام تر مسیحیت کا پیدا کردہ ہے۔ گو یہ صفت بھی ایک زمانہ تک نہایت مناسب اور موزوں رہی تاہم تمدن کی روز افزوں ترقی کی رفتار کا آخر تک ساتھ نہ دے سکی۔ ترقی و تمدن کے لئے لازمی ہے کہ قوم میں خودداری اور حریت کے جذبات بھی موجود ہوں۔ انکسار اور تواضع اس کے دشمن ہیں۔ راہبانہ طرز زندگی کے برعکس فوجی طرز زندگی کا اقتضاء یہ ہے کہ حکومت استبدادی ہو۔ تاہم سپاہیوں میں تو خودی اور خودداری موجود ہوتی ہے۔ لیکن خانقاہانہ زندگی کا مقصد بالکل اس کو مٹا دینا تھا۔ اور یہ بات کسی طرح بھی ترقی و تمدن کے لئے مفید نہیں۔ بڑے بڑے زاہدوں میں تو ممکن ہے اس جذبے سے کچھ فضائل پیدا ہوتے رہے ہوں گے۔ لیکن تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ انکسار غلامانہ زندگی کے مترادف ہو جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر متاخرین حکما اخلاق نے انکسار کی بجائے خودی پر زیادہ زور دیا ہے۔ (نطشے کا سارا فلسفہ اس بات کا گواہ ہے جس کا سارا زور کلام اس بات پر صرف ہو گیا کہ کوئی بلند انسان پیدا ہونا چاہیئے۔) اس کے دو مظاہر ہیں۔ ایک مردانگی دوسرا خودداری۔ انہی پر زور دینے کا یہ نتیجہ ہوا کہ پروٹسٹنٹ ممالک میں جو صاف گوئی آزاد خیالی، خوش معاملگی، بلند حوصلگی، غیرت، حمیت اور عالی ظرفی نظر آتی ہے۔ وہ کیتھولک لوگوں میں عنقا ہے۔

بلکہ ان کی بجائے پست ہمتی کم ظرفی، بزدلی اور گداگری کے مناظر سامنے آتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پروٹسٹنٹ ممالک میں سیاسی حریت کی جو جلوہ آرائیاں پائی جاتی ہیں۔ رومن کیتھولک ممالک ان سے یک سر خالی ہیں۔"

لیکی کی مندرجہ بالا تحریر کا مقصد یہی ہے کہ صحیح اخلاقی قوتوں کی پرورش کی جائے اور دیگر جذبات کا رخ نیکی کی طرف موڑا جائے۔ یہی مطمح نظر اسلامی تعلیم کا ہے۔

قرآنی تعلیم کا دوسرا امتیاز اخلاق کے ہر جز کا احاطہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ قانون کو اخلاق سے علیحدہ کرنا ہے۔ قرآن سے قبل کتاب موسیٰ سراسر قانون ہی قانون ہے۔ انجیل عیسیٰ سراسر اخلاق ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ موسوی مذہب پیچ در پیچ اور وبال جان ثابت ہوا۔ عیسوی اسباق اخلاق کجرو انسانوں کو درست نہ کر سکے یہ امر مسلمہ ہے کہ کردار انسانی کو سدھارنے کے لئے نہ صرف قانون کام دے سکتا ہے نہ محض اخلاق۔ اخلاقی واسطے کے بغیر اگر کوئی کام محض قانون کے ڈر سے کرتا ہے اس کام سے اس کے دل میں نہ تو مسرت آئے گی اور نہ ہی اس نیک عمل کی بنا پر وہ نور اس کے قلب مضطرب کو اطمینان بخشے گا۔ دوسری طرف صرف اخلاق کا واسطہ ہر انسان کو نیک عمل کی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سوسائٹی میں اکثر رذیل و ذلیل کنجوس اور بخیل، وحشی و متکبر، متعصب و جاہل۔ عیاش اور فضول خرچ ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جن کو قانون کے ڈنڈے کے سوا سیدھا نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن سے پہلے کی کتاب توریت کو دیکھئے۔ ہر بات قانون کے تحت لائی گئی۔

(احبار باب ۲۱ آیت ۱۰)

"اور وہ جو اپنے بھائیوں کے درمیان سردار کاہن ہو۔ جس کے سر پر مسح کرنے کا تیل ڈالا گیا ہو۔ جو پاک لباس پہننے کے لئے مخصوص کیا گیا۔ وہ اپنے سر کے بال بکھرنے نہ دے اور اپنے کپڑے نہ پھاڑے۔ وہ کسی مرد کے پاس نہ جائے اور نہ اپنے باپ یا ماں

Marfat.com

اپنے آپ کو نجس کرے۔ اور وہ مقدس کے باہر بھی نہ نکلے۔ اور نہ ہی اپنے خدا کے مقدس کو بے حرمت کرے۔ کیونکہ اس کے خدا کے مسح کرنے کے تیل کا تاج اس پر ہے۔ میں خداوند ہوں اور وہ کنواری عورت سے بیاہ کرے۔ جو بیوہ یا مطلقہ یا ناپاک عورت یا فاحشہ ہو اس سے وہ بیاہ نہ کرے۔ بلکہ وہ اپنی ہی قوم کی کنواری کو بیاہ لے اور وہ اپنے تخم کو اپنی قوم میں ناپاک نہ ٹھہرائے۔ کیوں کہ میں خداوند ہوں اور اسے مقدس کرتا ہوں۔"

احبار باب ۲۲ اور خدا نے موسیٰ سے کہا۔

"ہارون اور اس کے بیٹوں سے کہہ کہ وہ بنی اسرائیل کی پاک چیزوں سے جن کو میرے لئے مقدس کرتے ہیں اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔ اور میرے پاک نام کو بے حرمت نہ کریں۔ میں خداوند ہوں۔ ان کو کہہ دے کہ تمہاری پشت در پشت جو کہ تمہاری نسل میں سے اپنی ناپاکی کی حالت میں ان ناپاک چیزوں کے پاس جائے جن کو بنی اسرائیل خداوند کے لئے مقدس کرتے ہیں۔ وہ شخص میرے حضور سے کاٹ ڈالا جائے گا۔ میں خداوند ہوں۔ ہارون کی نسل میں جو کوڑھی یا جریان کا مریض ہو۔ وہ جب تک پاک نہ ہو جائے۔ پاک چیزوں سے کچھ نہ کھائے جو کوئی ایسی چیز جو مردہ کے سبب ناپاک ہو گئی ہو۔ یا اس شخص کو جس کی دھات بہتی ہو چھوئے۔ یا جو کوئی کسی رینگنے والے جانور جس کے چھونے سے وہ ناپاک ہو سکتا ہے۔ چھوئے۔ یا کسی ایسے شخص کو چھوئے جس سے اس کی ناپاکی خواہ کسی قسم کی ہو۔ اس کو بھی لگ سکتی ہو۔ تو وہ آدمی جو ان میں سے کسی کو چھوئے شام تک ناپاک رہے گا۔ اور جب تک پانی سے غسل نہ کرے۔ پاک چیزوں سے کچھ نہ کھائے۔

Marfat.com

اور وہ اس وقت پاک ٹھہرے گا جب آفتاب غروب ہو جائے۔ اس کے بعد وہ پاک چیزوں سے کھائے۔ کیونکہ یہ اس کی خوراک ہے۔ مردار اور درندہ کے پھاڑے ہوئے جانور کو کھانے سے وہ اپنے آپ کو نجس نہ کرے۔ میں خداوند ہوں۔ اس لئے وہ میری شرع کو مانے۔ تا نہ ہو اس کے سبب سے اس کے سر گناہ لگے۔ اور اس کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے وہ بھی مر جائے۔ میں خداوند ان کا مقدس کرنے والا ہوں۔ اور کوئی اجنبی پاک چیزوں کو نہ کھانے پائے خواہ وہ کاہن ہی کے ہاں ٹھہرا ہوا ہو۔ یا اس کا نوکر ہو۔ وہ بھی کوئی پاک چیز نہ کھائے۔ لیکن وہ جسے کاہن نے اپنے زر سے خریدا ہو کھا سکتا ہے۔"

احبار باب ۱۹ آیت ۲۷ "تم اپنے سر کے گوشوں کے بال کاٹ کر گول نہ بنانا اور نہ تم اپنی داڑھی کے کونوں کو بگاڑنا۔ تم مردوں کے سبب سے اپنے جسم کو زخمی نہ کرنا اور نہ اپنے اوپر کچھ گدوانا۔"

آپ نے دیکھ لیا کہ توریت نے صفائی۔ انسانی جسم کی وضع قطع نفاست اور خورد نوش کے سارے احکام قانون کے ماتحت کر دیئے ہیں۔ اب دیکھئے انجیل میں ہر برے کام کو اخلاق کے نام پر روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انجیل متی باب ۵ آیت ۳۸ "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو بایاں گال بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور جو کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو تو چوغہ بھی اسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جانا چاہے۔ تو تو

اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"

انجیل متی باب ۵ آیت ۲۷ "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے۔ اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔ اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔"

قرآن نے اخلاق و قانون دونوں کو لیا ہے۔ عدل و احسان دونوں کا حکم دیا ہے۔" خدا تم کو عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔" (سورۂ نحل) —— قرآنی تعلیم میں عدل و احسان دونوں کو برابر جگہ دی گئی ہے۔ تاکہ جس کی ضرورت ہو اسی سے کام لے لیا جائے۔ اسلام نے ان تمام جرائم کی سزا مقرر کر دی ہے جن کا اثر براہ راست دوسروں پر ہوتا ہے۔ اور جن کا زہر تمام سوسائٹی میں فساد برپا کر سکتا ہے۔ قتل، چوری، رہزنی، تہمت تراشی، زنا۔ یہ وہ گناہ ہیں جو نہ صرف فاعل کے ضمیر کو گندہ کر دیتے ہیں بلکہ دیگر افراد پر بھی اس کا اثر ہلاکت انگیز ہوتا ہے۔ اس لئے ان جرائم کو قانون کے تحت کر دیا گیا ہے۔ تزکیہ نفس سے تعلق رکھنے والے کام اخلاق کے دائرے میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے حکومت یا معاشرے کی طرف سے کوئی سزا مقرر نہیں۔ جھوٹ بولنا ایک شدید اخلاقی جرم ہے۔ لیکن اسے قانون کی مدد سے نہیں روکا جا سکتا۔ اس لئے اسے اخلاقی اقدار میں جگہ دی گئی ہے۔

Marfat.com

نماز جو اسلام کا ایک رکن اعظم ہے اور جس کے متعلق قرآن میں باربار تاکید ہے۔ اس کے ادا نہ کرنے کے لئے بھی کوئی سزا مقرر نہیں۔

اسلام میں انتقام لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ بعض عیسائیوں نے اس بات کے مدِنظر قرآنی تعلیم پر اعتراض کیا ہے کہ قرآن عفو کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ انتقام پر زور دیتا ہے۔ حالانکہ اگر مندرجہ ذیل آیات کے معانی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن انتقام کی بجائے عفو کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

(سورۃ اعراف) "معاف کرنے کی خو پکڑو۔ اور دوسروں کو نیک کاموں کی تلقین کرو۔ جاہلوں سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ اگر شیطان تم سے چھیڑ چھاڑ کرے۔ تو خدا کی پناہ ڈھونڈو۔ کیونکہ وہ دانا بینا ہے"

(سورۃ آل عمران) "محسن وہ ہیں جو غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ یقیناً خدا ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے"۔

(سورۃ شوریٰ) "وہ آدمی جو صبر کرتا اور دوسروں کو معاف کردیتا ہے۔ یقیناً وہی صاحبِ ہمت ہے"

(سورۃ نحل) "اگر سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو دی گئی ہے۔ اگر صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے"۔

(سورۃ نور) "چاہیے کہ معاف کریں۔ اور درگذر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے"

تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ حکومتوں میں امن قائم رکھنے کے لئے عدل و احسان۔ قانون و اخلاق دونوں لازمی ہیں۔ اخلاق کے سہارے سادھوؤں کی کوئی حکومت جو دنیا کے کسی الگ تھلگ جزیرے میں قائم ہو

اور جہاں بھکشوؤں اور راہبوں کے سوا کوئی نہ بستا ہو شاید چل سکے لیکن عوام سزا کے بغیر کبھی نہیں سدھر سکتے۔ وہ ماہرین نفسیات جو آج سے تیس سال قبل سزا کو ایک مذموم فعل سمجھتے تھے۔ آج خود اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ بعض مجرمانہ طبائع اس قسم کے ہیں جن کے لئے سزا لازمی ہے۔ اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ کوئی قوم محض قانون کے سہارے ترقی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ حکومت کے پاس اتنے ذرائع نہیں ہوتے کہ وہ ہر بات میں عوام کی نگرانی کرتی پھرے۔ اور بات بات پہ ان کو ٹوکے۔ کسی حکومت میں جتنے زیادہ قانون ہوں گے اتنی ہی اس کی بنیادیں کھوکھلی ہوں گی۔ اس لئے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ قوم خود اخلاقی اقدار کی اہمیت کو سمجھے۔ اور خود بخود ایسی باتوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ جن کی بنا پر امن کا اندیشہ ہو۔ قرآن حکیم نے قانون و اخلاق دونوں کو برابر جگہ دے کر دنیا کے سامنے ایک متوازن تعلیم پیش کی ہے۔ قوموں کی بنا اخلاق سے اور حکومت کی بنا قانون سے ہی قائم رہ سکتی ہے اور غالباً قوموں کے زوال کا ایک بہت بڑا سبب قانون و اخلاق کی گرفت کا ڈھیلا ہو جانا ہی ہے۔

Marfat.com

عقائد القرآن

اسلام ۔ اور کتاب اسلام یعنی قرآن سراسر اعمال صالحہ کی دعوت دیتا ہے۔
وہ کہتا ہے کہ زمانہ شاہد ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں لائے اور انہوں نے نیک اعمال نہیں
کئے وہ خسارے میں رہے۔ ایمان لانے کا مطلب ان عقائد کو تسلیم کرنا ہے جن کا ماننا
قرآن ضروری سمجھتا ہے۔ ان عقائد کو اپنانے والا مسلمان اور ان کا منکر قرآنی اصطلاح
میں کافر ہے۔ یہ سادہ سے پانچ عقائد ہیں۔ اور جو آدمی ان عقائد کو تسلیم کرے اسے
کسی صورت میں کافر نہیں کہا جا سکتا۔ متعدد حدیثوں سے یہ بھی واضح ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا۔ "جو شخص صدق دلی سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دے وہ مسلمان ہے"
اس کے بعد یہ بھی واضح ہے کہ آنحضرت جب کسی قبیلے کی آمادگی فساد یا سرکشی کی خبر
سنکر ان پر چڑھائی کرتے تھے تو ہمیشہ دن کا انتظار فرماتے تاکہ رات کو یہ دیکھ لیا جائے
کہ آیا یہ لوگ اذان کہہ کر نماز ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ گویا اذان کی آواز ہی ان کے اسلام کی

Marfat.com

لان تھا۔

سب سے پہلے عقیدۂ توحید کا اقرار ہے۔ یعنی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس سارے عالم کے ہر شعبہ کا انتظام صرف ذات پاک کے ہاتھ میں ہے۔ ان گنت خداؤں کے بطلان، جنوں، دیویوں (مریم صدیقہ کو بھی عیسائیوں نے دیوی پرستوں کی دیکھا دیکھی معبود ٹھہرا لیا ہے)۔ اور اوتاروں کی بے بسی ثابت کرنے کے لئے قرآن نے یہ ثبوت دیا کہ خدا اگر ایک نہ ہوتا تو لامحالہ اس دنیا کے نظام میں فتور اور تضاد ہوتا۔ ایک خدا اگر یہ قانون جاری کرتا کہ آگ کا کام جلانا۔ بارش کا کام کھیتوں کو سرسبز و شاداب کرنا ہے تو دوسرا خدا لامحالہ اس کے الٹ کرتا۔ ایک خدا خزاں کے بعد بہار دکھاتا تو دوسرا خدا بہار کو خزاں سے پہلے لاتا۔ ایک خدا اگر پہاڑوں پر برف گراتا تو دوسرا برف کے تودوں کی بجائے آگ پھینکتا اس دلیل کی تہہ میں قوم کے لئے وحدت کردار۔ وحدت خیال اور وحدت فکر کا پیغام بھی مضمر ہے۔ جس قوم میں وحدت کردار اور وحدت فکر باقی نہیں رہتی اور وہی قوم فساد و فتنہ کی نظر ہو کر دنیا سے مٹ جاتی ہے۔

خدا کی ہستی کے ثبوت میں قرآن نے تین قسم کے دلائل پیش کئے ہیں۔ پہلا ثبوت یہ ساری کائنات کا ہے۔ جو ہر انسان اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ دوسرا ثبوت انسان کے اپنے ضمیر کی گواہی ہے۔ اور اسکا تیسرا ثبوت اس کی کتابیں اور وحی الٰہی ہے جو اس کے برگزیدہ بندوں پر نازل ہوئی۔ اس کے لئے قرآن نے مندرجہ ذیل ثبوت پیش کئے ہیں۔

ا۔ "پاک ہے وہ ذات جو مخلوق کو پیدا کرتی ہے اور پھر ان کی رہنمائی کرتی ہے کہ وہ اپنی تکمیل تک پہنچ سکیں۔ اسی نے زمین و آسمان بنایا۔ اسی نے یہ زمین بنا کر اس پر پہاڑ قائم کئے۔ اس نے یہ سمندر بنائے

Marfat.com

تاکہ تم اس پر کشتیاں چلاؤ۔ اس نے تمہارے لئے یہ جانور پیدا کئے کہ تم ان کو کھاؤ۔ اور ان پہ سواری کرو۔ وہی سورج چاند اور ستاروں کو ان کی مقررہ منزلوں پر چلاتا ہے۔ وہی رات اور دن کو باری باری لاتا ہے۔ اس نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ وہی بارش برسا کر مردہ جلی ہوئی زمین کو سرسبز و شاداب لہراتی ہوئی کھیتیاں پیدا کرتا ہے۔ آسمان اسی کا بنایا ہوا ہے۔ اسی نے اس میں ستاروں کی قندیلیں روشن کیں۔ اسی کے قانون کے مطابق ہوائیں چلتی ہیں۔ اسی نے پینے کے لئے تمہیں پانی اور دودھ عطا کیا۔"

۲۔ ضمیر کی گواہی :۔

"اے انسانو! کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہیں بغیر کسی مقصد کے پیدا کیا گیا ہے۔ اور کیا ساری دنیا کھیل تماشہ ہے۔ ذرا سوچو تو تمہارا ضمیر تمہیں اس بات کا جواب دے گا۔ کیا اس زمین و آسمان کو تم نے پیدا کیا ہے؟ یا کسی اور زبردست ہستی نے۔ ذات خداوندی انسان کی شاہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے۔ انسان جدھر منہ پھیرے گا ذات خداوندی کا جلوہ ہر طرف پائے گا۔"

"اے انسانو! جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس وقت تم فوراً اس کے حضور دعا کرتے ہو۔ اور اے انسانو! کیا تمہارے قلب کی گہرائیوں میں اس بات کا احساس موجود ہے یا نہیں کہ کوئی نہ کوئی برتر و بزرگ ترین ہستی موجود ہے اور تمہاری سرشت میں خاصہ عبودیت کا ودیعت ہونا اسی بات کو خوب ظاہر کرتا ہے کہ تمہیں اس بات کا علم تو ہے۔ لیکن اس کو چھوڑ کر تم کسی اور طرف پھرے

Marfat.com

جا رہے ہو۔ وہ لوگ جو تخلیق مخلوق میں غور و فکر کرنے سے عاری ہیں۔ جن کے ضمیر کی روشنی بجھ چکی ہے۔ جن کے قلب پر ان کی بد اعمالیوں کی سیاہ گھٹائیں چھا چکی ہیں۔ اور وہ کسی طرح بھی راہ راست پر نہ آسکیں۔ ان کے لئے قرآن نے ہستی خداوندی کا تیسرا ثبوت اس کے پیغمبر اور اس کی کتابیں پیش کی ہیں۔

"وہ ذات پاک یقیناً موجود ہے جس نے ہدایت کے ساتھ اپنا پیغمبر دنیا میں بھیجا تاکہ مخلوق کو راہ راست دکھائے اور ان کے قلوب پر سے گناہ کی سیاہیاں دھو کر انھیں پاک و صاف کر دے یقیناً وہی ذات پاک عبادت کے لائق ہے جس نے تم میں سے تمہارے لئے پیغمبر بھیجا تاکہ تمہیں علم سکھائے۔ اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ خدائے رحمٰن ہی نے اے پیغمبر! تم پر یہ کتاب نازل کی تاکہ اس کے ذریعہ تو لوگوں کو ہدایت کرے۔"

یہ ثبوت پیش کرنے کے بعد قرآن مطالبہ کرتا ہے کہ اس ذات واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھو۔ وہ واحد ہے، رحیم ہے، رحمٰن ہے۔ وہ حق ہے وہ قدوس ہے۔ وہی غنی ہے، وہی خالق ہے، وہ باری ہے، وہی غفور ہے، وہ ودود ہے، وہ حلیم ہے۔ وہ قہار بھی ہے اور جبار بھی ہے۔ اسی نے تمہیں پیدا کیا۔ وہی تمہیں موت دے گا۔ وہ ہی تم سے تمہارے اعمال کا حساب کتاب لے گا۔ اسی کے ہاتھ میں تمہارا رزق ہے۔ وہی فتح و شکست عزت ذلت دینے والا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ساری دنیا کی بادشاہی ہے۔ اس کے نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیوی ہے، نہ ماں ہے نہ باپ ہے۔ وہ ازلی

Marfat.com

ہے ۔ وہ کھاتا پیتا نہیں ۔ اسے کسی چیز کی حاجت نہیں ۔ وہ ہر رحم دل سے زیادہ رحم دل ہے ۔ اس کی رحمت ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے ۔ تمہیں چاہئے کہ تم اسی کے سامنے جھکو ۔ اسی سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو ۔ کیونکہ اس نے انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی اطاعت میں دن گذارے ۔

توحید کے بعد قرآن یہ مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمان ملائکہ کی ہستی کو تسلیم کریں ۔ قرآن نے ملائکہ کی ہستی کو جس صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ یونانی علم الاصنام کے دیوتاؤں ، ہندوستانی خداؤں اور قدیم سامی دیویوں سے بالکل مختلف اور علیحدہ ہستی ہیں ۔ یہ نظر آنے والی یا مجسم ہستی نہیں ہیں ۔ یہ قدرت کے غیر مرئی عاملین ہیں ۔ دنیا کے انتظام و انصرام اور مختلف واقعات کی تہہ میں ان کا زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے ۔ خدائے واحد کی طرح یہ ان دیکھی ہستیاں ہیں ۔ جن کو اس زبردست قوت کے مالک نے تمام اس باب کی تہہ میں حقائق بنا کر رکھا ہے ۔ ان کے ذمے مختلف کام ہیں ۔ مثلاً خدا کا پیغام اس کے برگزیدہ بندوں تک پہنچانا ۔ اس کام کو سرانجام دینے والی غیر مرئی ہستی کا نام جبریل ہے ، اس کا نام روح القدس بھی ہے ۔ تمام پیغمبروں نے اسی کی زبانی احکام ربانی سنے ۔ اسی قوت نے پیغمبر اسلام پر قرآن نازل کیا ۔ لیکن سارے قرآن کے نزول کے دوران میں کسی جلیل القدر سے جلیل القدر صحابی نے نہیں دیکھا ۔ یہاں تک کہ آپ کی ازواج نے بھی اس کی صورت نہیں دیکھی ۔ کئی مرتبہ آنحضرت صلعم صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوتے اور وحی نازل ہوتی ۔ صحابہ آپ کی حالت کا تغیر اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے ۔ لیکن جبریل کو کوئی آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی ۔ اس قوت کو صرف روحانی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے ۔

فرشتوں کا دوسرا کام ایمانداروں کی مدد کرنا ہے ۔ قرآن میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے جنگوں میں فرشتے آئے ۔ ظاہر ہے کہ ان جنگوں میں کوئی بیرونی طاقت

کفار سے نبرد آزمانہ ہوئی تھی۔ صرف مسلمانوں نے ہی تلوار چلائی تھی اور مقابلہ میں کفار کے گنتی کے آدمی ہی قتل ہوئے تھے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ فرشتے کوئی ایسی ہستی نہ تھے جو مسلح اور شمشیر بدست آسمانوں سے پرے باندھ کر اس لئے اترے تھے کہ کفار پر وار کریں بلکہ انھوں نے مسلمانوں میں اپنی روحانی قوت سے اطمینان، بے خوفی، بہادری، غیرت، اتفاق، دلیری، اطاعت رسول، قربانی اور ایثار کی صفات بھر دی تھیں۔ جو مسلمانوں کے قلب میں اس درجہ تک راسخ ہو چکی تھیں کہ اس کی بدولت بارہا انھوں نے اپنے سے کئی گنا تعداد کو شکست دی۔ آدم کے سامنے فرشتوں کو جھکانے کا جو ذکر پارہ اول میں آیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ آدم کو ان ساری صفات حسنہ کے ساتھ متصف کیا گیا۔ لیکن بدی کی قوت نے یہ کہتے ہوئے انسان کے مطیع ہونے سے انکار کر دیا کہ ان تمام صفات کے باوجود ابن آدم آسانی سے گمراہ ہو سکتا ہے اس لئے میں یقیناً اسکے قابو میں نہ آؤنگی بلکہ اسے کمینہ خصلتوں اور خواہشات بد کی طرف کھینچ لاؤں گی۔

فرشتوں کا تیسرا کام آدمی کی مغفرت کی دعا کرنا ہے۔ فرشتوں اور جنوں کا جسمانی تصور بائبل کا پیش کردہ ہے اور بائبل تو خدا کو بھی ایسی جسمانی حیثیت سے پیش کرتی ہے جو آسمان سے اتر کر (حضرت) یعقوب سے کشتی لڑنے آیا تھا۔

بدکرداروں کو سزا دینا اور ان کے اعمال کا بدلہ دینا یہ کام بھی فرشتوں کے سپرد ہے۔ لڑائی جھگڑے، فرقہ بندی، وبائیں اور اکثر بیماریاں۔ زلزلے اور جنگیں انسان کی اپنی بدکرداری کی سزا ہیں۔ یاد رہے بدکرداری کا مطلب ہر وہ کام جو عقل سلیم کے خلاف ہے۔ کورانہ تقلید۔ نا اتفاقی۔ غلاظت پسندی، جہالت غربت پر قناعت، بے حیائی، شکم پرستی، غداری، عیاشی، سود خوری، یہ سب اسی طرح سے برے کام ہیں۔ جس طرح زنا کاری اور شراب نوشی، ماں باپ کی نافرمانی اور ظلم و ستم۔ ان میں سے بعض گناہ بڑے گناہ ہیں اور بعض چھوٹے۔ بڑے گناہ کو

Marfat.com

گناہ کبیرہ کہا جاتا ہے۔) انسان کو اس کے ہر فعل بد کی سزا لازماً ملتی ہے۔ اس کی سستی غفلت، کم عقلی، بے تدبیری، یقیناً سب کے سب افعال بد ہیں۔ فرشتے ہر انسان کے ضمیر کی آواز کو بلند کرتے ہیں۔ جب تک ضمیر زندہ رہتا ہے اس وقت تک انسان اس کی آواز سنتا رہتا ہے۔ لیکن متواتر گناہوں سے اس کا ضمیر عصیان و خطاکاری کے بوجھ تلے دب کر بالکل مردہ ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت فرشتے میں بھی یہ طاقت نہیں رہتی کہ ایسے انسان کے ذہن میں نور ہدایت کی کوئی کرن روشن کر سکے۔ ایسے انسان پر شیطانی قوتیں غالب آجاتی ہیں۔ اس کا ہر فعل ہر سوچ بچار، ہر فکر، ہر گفتگو وہی ہوتی ہے جس میں نیکی کے جذبات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس پر بدی غالب آجاتی ہے، اس کے دل و دماغ مقفل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایک اندھیرے میں بھٹک جاتا ہے۔

فرشتے انسان کے اعمال کو بھی قلمبند کرتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ قلم دوات لے کر اس کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں۔ بلکہ یہ تحریر انسان کے لوح قلب پر خود بخود تحریر ہوتی چلی جاتی ہے۔ قیامت کے دن یہی اعمال نامہ انسان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اگر قلب پر بدیوں کے کاموں کی وجہ سے سیاہی غالب آچکی ہے تو اس کا انجام یقیناً حسرتناک ہوگا۔ لیکن اگر نیکی کی قوتیں غالب ہیں تو یقیناً نجات ہوگی۔ گو ہر مذہب کے مدعیوں نے نجات کو اپنے لئے ہی مخصوص کر رکھا ہے۔ مگر قرآن کریم صاف صاف یہ اعلان کرتا ہے کہ ہر وہ آدمی جو خدا کی وحدانیت پر یقین رکھتا اور اعمال صالحہ کرتا ہے وہی بخشش کا حقدار ہے۔ خدا کی تمام نعمتیں اس انسان کے لئے لے حساب لٹائی جائیں گی جس کا دل دنیاوی آلائشوں اور اہرمن کی خواہشات خبیثہ سے مبرا اور پاک و صاف ہے۔ قدرت کی طرف سے مقرر کردہ ان قوتوں پر جو ہر لمحہ دنیا میں تغیر پیدا کرتی ہیں۔ مسلمانوں کے لئے ایمان لانا ضروری ہے۔

Marfat.com

کتبِ خداوندی

مسلمانوں سے قرآن جس تیسری حقیقت کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے وہ کتبِ خداوندی ہیں۔ بظاہر خدا، ملائکہ، کتب ورسل پر ایمان لانا، تین چار عقائد معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو یہ سب ایک ہی زنجیر کی کڑیاں معلوم ہوں گی۔ جب تک ہم خدا کی وحدانیت کو تسلیم نہ کریں ہم دنیا کے نظام، اعمال کی جزا و سزا، تخلیقِ کائنات اور قانونِ قدرت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس ہستی کو تسلیم کرنے کے بعد اگر ہم ملائکہ پر ایمان نہ لائیں تو کتبِ مقدسہ کی اہمیت ہم پر واضح نہیں ہو سکتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم کتب سماوی اور انبیاء ورسل کو تسلیم نہ کریں گے۔ قرآن ہمیں یہ نہیں کہتا کہ ہم صرف قرآن حکیم کو ہی منزل من اللہ سمجھیں۔ بلکہ وہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم ان تمام احکام الٰہی کو برحق سمجھیں جو مختلف زبانوں میں انبیاء پر نازل کئے گئے۔ یہ احکام مختلف ادوار میں انسان کی ذہنی کیفیت اور اس کے ارتقائی مدارج کو مدنظر رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ ترقی کی طرف لانے کے لئے نازل کئے گئے۔ یہ ناممکن تھا کہ ابتدائی زمانے میں غاروں میں رہنے والا انسان خدائی فلسفہ وحکمت کے دقیق مسائل کو سمجھ لیتا اور ایسے احکام کو قبول کرتا جن کی اسے کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے تمام انبیاء پر وحی کے ذریعے وہی احکام نازل کیئے گئے۔ جن کی ضرورت ان کی قوم و ملت کو تھی۔ اور جن پر وہ آسانی سے عمل پیرا ہو سکتے تھے۔ کیونکہ خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ آزمائش نہیں ڈالتا۔ اسی لئے حضرت عیسٰے نے کہا۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی تھیں۔ لیکن اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ روح یعنی حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔" ' انجیل یوحنا - باب ۱۶، باب ۱۲ '

اس عقیدے کی بنا پر قرآن ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم نہ صرف خدا کے تمام پیغامبروں کی عزت کریں بلکہ اس کے احکام کو بھی صحیح تسلیم کریں۔ قوموں میں اتحاد

پیدا کرنے کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے ۔ قرآن تمام کتب سماوی میں خدا کا آخری پیغام ہے ۔جو انسانیت کے تکمیل ارتقا کے وقت نازل کیا گیا۔ اور جس کے بعد اب انسان کے لئے کسی اور لائحہ عمل کی ضرورت باقی نہیں ۔ دنیا کے وہ غیر مذہبی اور دھریہ متعصب لوگ جو قرآن کے احکام سن کر اسے دور وسطی کے ساتھ مربوط سمجھتے ہوئے مسلمانوں کو رجعت پسندی کا طعنہ دیتے ہیں ۔نہیں جانتے کہ وہ مذہبی طور پر اس دور قدیم میں ٹھہرے ہیں جب انسان کی تہذیب ابھی منازل ہی میں تھی ۔ دنیا کی تمام الہامی کتب قرآن سے پہلے کی ہیں ۔ اور ان سب کے احکام مخصوص اقوام اور محدود عرصے کے لئے تھے ۔ یہ کتابیں اس وقت نازل ہوئیں جب انسان اپنے معبود کو پہچان نہیں سکتا تھا ۔ اور جگہ جگہ سر جھکاتا پھرتا تھا ۔ انسان سر ضرور جھکاتا ہے ۔خواہ کسی درخت کے سامنے جھکا دے ۔یا اپنے عقیدے اپنے قانون، اپنے خیالات اور انسان کے سامنے جھکائے ۔ دہریہ لوگ خدا کے سامنے نہیں تو اپنے لیڈروں کے سامنے لرزاں ہیں ۔ بہر حال مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ گذشتہ دور کے تمام پیغمبروں کی، ان تمام کتب کے سامنے سر عقیدت خم کر دے ۔جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔ اور جن کے الفاظ و معانی محفوظ ہیں ۔

انبیاءؑ کتب سماوی پر ایمان نامکمل رہ جاتا ہے اگر ہم ان شخصیتوں کا ادب و احترام نہ کریں جن کے ذریعے وہ کتابیں ہم تک پہنچیں ۔ وہ شخصیتیں انبیا کے نام سے موسوم ہیں ۔ انبیا وہ مقدس بزرگ انسان ہیں جن سے خدا جبریل کے ذریعہ کلام کرتا رہا ۔اور ان پر وحی نازل ہوتی رہی ۔ قرآن کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا انسان کے علاوہ بعض جاندار چیزوں پر بھی وحی نازل کرتا ہے ۔ بعض ایسے انسانوں پر بھی وحی نازل ہوئی جو نبی نہ تھے ۔ مگر اس وحی اور انبیاء کی وحی میں فرق ہے ۔جانداروں کو وحی کا مطلب ان کی فطری ہدایت اور ان کی

ہ مقرر کردہ راستہ ہے جس کی طرف قدرت خود بخود ان کی رہنمائی کرتی ہے اور وہ بغیر
ں کی عظمت جانے اس کو اپنا کام سمجھ کر خود بخود سرانجام دیتے ہیں ۔ اور ان احکام کی
یا آوری ان کی سرشت بن جاتی ہے ۔

انبیاء کے علاوہ دیگر انسانوں پر وحی کا مطلب ان کو مشکل کے وقت ایک
نت کسی ایسی تدبیر کا سمجھ آ جانا جس کے ذریعے ان کی مشکل حل ہو جائے ۔ لیکن انبیاؑ
ی وحی یہ ہے کہ خدا مخصوص الفاظ میں ان سے براہ راست یا جبریل کے ذریعہ خطاب
رتا ہے ۔ انبیا ان الفاظ کو سمجھتے اور اس کے احکام کو بجا لاتے ہیں ۔ اس کے ساتھ
ی وہ دوسرے انسانوں کو بھی اسی طرف متوجہ کرتے ہیں ۔ ان کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ
دوسرے راہ گم کردہ انسانوں تک اس کا پیغام پہنچا دیں ۔

خداوند تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے مرسل بھیجے ، ہر زمانے اور ہر ملک میں ایسے
برگزیدہ انسان موجود رہے جن کے ذریعہ خدا اپنے بندوں کو ہدایت کرتا رہا ۔ مسلمان
کا یہ فرض ہے کہ وہ دوسرے تمام رسولوں کی بھی تصدیق کرتے ہوئے ان کا احترام
کرے ۔ چونکہ یہ سب حضرات ایک ہی آقا کے بندے تھے ۔ اور ان سب کا
بنیادی کام ایک تھا ۔ اس لئے ان سب کے پیغام میں حیرت انگیز مماثلت پائی
جاتی ہے ۔ دوسرے انبیا کی عزت کو پیش نظر رکھنا اسلام کی صلح جوئی کی ایک
بیّن دلیل ہے ۔ وہ اپنے پیروؤں کو فراخ دل اور وسیع القلب بنانا چاہتا ہے ۔
انھیں اسی بات کا سلیق دینا ہے کہ وہ دوسروں کی عزت کریں اور اس بات
کو سمجھ لیں کہ اس میں نہ صرف امن عالم کا راز ہے بلکہ اس حقیقت کا بھی اعتراف
ہے جو ازل سے ابد تک ایک ہی رہے گی ۔ اسی سچائی کا اقرار ہے جو ہمیشہ
سے ہے اور ہمیشہ رہے گی ۔ ان تمام انبیا نے انسان کو ایک ہی منزل کی طرف
بلایا ۔ سب نے انسان کو روحانی ترقی کا سلیق دیا ۔ وہ خود روحانی طور پر پاکیزہ

Marfat.com

اور بلند ہستیاں تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی دوسروں کو راہ ہدایت کیطرف نہ بلاتے۔ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار"!

قیامت انسان کو نیک اعمال کی طرف رغبت دلانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ قیامت کی اصلیت وحقیقت سے اسے آگاہ کیا جاتا یہ وہ دن ہے جب ہر انسان جو اس دنیا پر آیا ہے اپنے اعمال کے ساتھ اپنے خالق کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس دن اعمال کی جزا اور سزا اسے ملے گی۔ اگر نیک اعمال کی بنا پر اس کی روح پاکیزہ ہے اور اس کے قلب پر گناہ کے دھبے موجود نہیں تو اس کیلئے ابدی راحت وسکون مقدر کر دیا جاتا ہے۔ اگر اس کا قلب سیاہی عصیاں سے داغدار ہے تو ندامت وشرمندگی کے آنسوؤں سے دھونے کے لئے اسے ایک عرصہ تک ایک دردناک اذیت برداشت کرنا ہوگی۔ سزا وجزا کا عقیدہ ہر مذہب نے تسلیم کیا ہے۔ مگر عیسائیوں نے (اس کو ایک ناقابل فہم طریقہ سے) اپنے آپ کو صرف یہی مطمئن کرنے اور دل بہلاوے کی خاطر یہ اختراع کر رکھی ہے کہ ان کے تمام اعمال کا کفارہ مسیح نے ادا کر دیا۔ اس لئے ہر وہ انسان جو بپتسمہ لے کر یقیناً ابدی راحت کا مستحق ہوگا۔ یہ بات نہ صرف عقل وفہم سے دور ہے بلکہ بعید از قیاس بھی ہے۔ کسی نبی کی پیروی کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے احکام پر دل وجان سے عمل کیا جائے۔ کسی کو راہ نما ماننے کا یہ مقصد ہے کہ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلا جائے۔ اگر راہ نما کے کہنے کے مطابق عمل نہ کرتے ہوئے ہم کسی غار میں جا گریں تو یہ ہماری اپنی غلطی ہوگی۔ اور دیدہ دانستہ حماقت، وہ حماقت جس کو راہ نما کی جہالت بھی اور درست رہبری بھی نہیں سدھار سکتی۔ قرآن کا یہ حکم ہے کہ ہر انسان

اپنے اعمال کا ذمہ دار خود ہے ۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ۔

یہ ہیں وہ پانچ سادہ عقائد جو ایک مسلمان کو تسلیم کرنا پڑتے ہیں ۔ ان عقائد کو تسلیم کرتے ہوئے انسان اگر حقوق الٰہیہ اور حقوق العباد ادا کرتا ہے تو وہ یقیناً نجات پائے گا ۔ یہی عقائد اس کی تسکین قلب کے لئے اور اس دنیا کی تخلیق اور اعمال کی سزا و جزا کے فلسفے کو سمجھانے کے لئے کافی ہیں ۔ اگر وہ ان عقائد پر ایمان رکھتے ہوئے نیک اعمال کا پابند نہیں تو خواہ وہ اور کتنے ہی خود ساختہ عقائد کیوں نہ اپنا لے ، اس کی نجات مشکوک ہے ۔ اور اگر وہ ان عقائد کو تسلیم نہیں کرتا ۔ لیکن صفات حسنہ اس میں موجود ہیں تو وہ اپنا اجر دنیا میں پالے گا ۔ قیامت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ۔

عبادات قرآن

ساری دنیا کے سامنے اپنا مذہب پیش کرنے کا مقصد بانی اسلام کے نزدیک یہ تھا کہ دنیا میں لوگ صلح و آشتی سے رہتے ہوئے ایکدوسرے کے ساتھ پیار و محبت سے زندگی گذاریں اور اپنی خودی کو پہچانتے ہوئے اپنے آپ کو ساری مخلوق سے بلند تر سمجھیں۔ اس دنیا نے انگڑا... کو اپنی پرواز بلند کے مقابلے میں پست تصوّر کرتے ہوئے ایک ایسی ہستی کے سامنے ... جس نے اس عالم کی تخلیق کے بعد اس میں اپنا قانون جاری کیا۔ جو قانون فطرت، ارتقا ارتقا و زوال کے اصولوں کی حفاظت کر رہی ہے۔ اور جو باقاعدگی کے ساتھ شمس ... موسموں کے تغیر و تبدل، دن اور رات کو ایک چکر میں چلا رہی ہے۔ اس ہستی کو گو ... ذہن نارسا، اور روحانیت سے دُور ہٹے ہوئے مہذب انسان محض ایک مفروضہ واہمہ قرار دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اپنی تعمیر میں اس ہستی کا پتہ تو بھی ملتا ہے۔ جس کو صاف دل، پاک باز اور صاحب ضمیر انسان اچھی طرح پہچانتے ہیں ...

Marfat.com

ہستی کے جمال جہاں تاب کی روشنی میں انھوں نے راہ ہدیٰ پائی انھوں نے نہ صرف اپنی تقدیر بدلی بلکہ قوموں اور ملکوں میں وہ انقلاب پیدا کئے جن کا نتیجہ آج کی تہذیب ہے تہذیب و تمدن کے سوتے انھیں ضمیر شناس انسانوں کے نشان قدم سے پھوٹے۔ اور جہاں کہیں کوئی قوم ایسے لوگوں کی ہدائیت سے محروم رہی وہ آج بھی زمانہ وحشت سے آگے ترقی نہیں کر سکی۔

گو صاحب القرآن کی نگاہوں میں فطرت سلیمہ کے مطابق کیا ہوا ہر کام عبادت اور جائز حلال روزی کھانے، حقوق العباد ادا کرنے والے کا ہر فعل خدا کی پرستش ہے تاہم انسان کی روحانیت کو جلا دینے اور روحانی مدارج طے کرانے کے لئے اس پر چند ایسے امور بھی فرض قرار دیئے گئے ہیں جن کے بغیر اس کے اعمال کی بنیاد درست نہیں ہو سکتی۔ جس طرح اس سارے نظام شمسی میں سورج کی روشنی کے بغیر چاند، زمین اور دیگر ستارے بے کار اور تاریک ہیں۔ اسی طرح انسان کے تمام اعمال اس وقت تک بے کار ہیں جب تک وہ ایمان، یقین، اطمینان قلب اور ایک مقصد بلند سے خالی ہے۔ حصول ایمان و اطمینان اور تعین منزل کی خاطر مسلمان پر سب سے پہلے نماز فرض کی گئی۔ نماز خدائے برحق کی عبادت اور انسان کو روحانی عروج تک پہنچانے کا زینہ ہے۔ یہ فلاح کا دروازہ ہے۔ فلاح کا مطلب، بقا، غنا اور عزت حاصل کرنا۔ اور شرمندگی، جہالت، اور گمراہی سے بچنا ہے۔ نماز کا مطلب تمام برائیوں سے دور رہنا ہے۔ نماز تسکین قلب کا ذریعہ ہے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عبادت کو باقاعدگی کے ساتھ ایک منظم طریقے سے جاری کیا۔ ورنہ اسلام سے قبل سورج بچار ہی عبادت تھی۔ کسی بت کے سامنے ناچنا، گانا اور اس کی ذہنیت کو انسانی فطرت کے مطابق سمجھتے ہوئے شہوت انگیز حرکات سے خوش کرنا۔ یا کسی معبد میں جا کر تقریر کرنا ہی عبادت سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے ان تمام باتوں کو مدارج روحانیت طے کرنے کے لئے ناکافی سمجھ کر عبادت ایک بلند نظریہ پیش کیا۔

Marfat.com

اسلام کی نماز اگر ادا کرنے والے کو بنی نوع انسان کی بھلائی کا راستہ اور تسکین قلب کا نور نہیں دکھا سکتی تو وہ بیکار محض ہے۔ مختلف علما نے نماز کی بہت سی خوبیاں گنوائی ہیں۔ بالکل اس طرح جس طرح ایک پھل دار درخت کو ایک بڑھئی ایک ماہر علم نباتات، ایک چرواہا، ایک بھولا مسافر، مختلف نظروں سے دیکھتا ہے۔ بعض نے کہا۔ نماز اکٹھے ہو کر مسجد میں ادا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شاہ و گدا امیر و غریب کی تمیز مٹ جائے۔ دوسرے نے کہا کہ ایک امام کے ماتحت نماز ادا کرنے کا مطلب مسلمانوں کو اطاعت امیر کا سبق دینا تھا۔ تیسرے نے کہا۔ نماز پڑھنے کے لئے لوگ جب اکٹھے ہوتے ہیں تو ان میں محبت بڑھتی ہے۔ چوتھے نے کہا نماز اور کچھ نہیں تو دن میں کم از کم پانچ دفعہ جسمانی صفائی کی طرف متوجہ تو کرتی ہے۔ پانچویں نے کہا۔ نماز خدا کے حضور راز و نیاز کا نام ہے۔ اور حقیقت یہ ہے نماز ان تمام مطالب کو پورا کرنے کے علاوہ انسان کے ایمان کو بڑھاتی ہے۔ اس کو گناہوں سے روکتی ہے اور اس کے ضمیر و فطرت سلیمہ کو جلا دیتی ہے۔ انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی پوشیدہ قوتوں کو پہچانے۔ اپنی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرے۔

وہی نماز صحیح نماز ہو گی جو اس طرح ادا کی جائے گویا انسان اپنے اس واحد القہار خالق کو دیکھ رہا ہے۔ جس کا قانون ساری دنیا پر محیط ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو کم از کم اتنا تو سمجھ لے کہ وہ اس ہستی کے سامنے کھڑا ہے جو ساری دنیا کی پالنہار ہے۔ کم ہمت کم علم اور کم عقل انسان نے اس ان دیکھی ہستی کے راز کو نہ سمجھتے ہوئے اپنی وسعت فکر کے مطابق پتھر کے بتوں اور گوشت پوست کے مجسموں سے دل بہلایا۔ انہی کی پرستش کو راہ منزل سمجھا۔ لیکن اسلام نے اسے دوں ہمتی کہہ کر اس کے ذہن کو پستی کے اندھیرے سے نکال کر اسے افلاک کی بلندیوں تک پہنچایا۔ جیسے آج کے بعض لوگ اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ ان کے باپ دادا اسی راہ پر تھے۔ اور ان میں یہ ہمت نہیں کہ وہ اقنوم و حلول کے

فلسفے کو غلط دیکھ کر اس کا انکار کرسکیں۔ کچھ اس لئے گمراہ ہیں کہ وہ اپنے من کے اندر اس ان دیکھی ہستی کے پرتو کو جو فطرت سلیمہ، ضمیر، تسکین اور عقل کے نام سے موجود ہے پہچان نہیں سکے۔

اسلام سے قبل کی عبادت مخصوص جگہ کے بغیر نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر اسلام نے ساری دنیا کو عبادت گاہ قرار دے کر مسلمان پر یہ آسانی کردی کہ وہ جب بھی عبادت کا وقت پائیں۔ جہاں کہیں بھی ہوں عبادت کرلیں۔ اگر پانی نہیں تو صرف تیمم کرلیں اگر اسے سمت کعبہ کا علم نہیں تو اندازے سے ادھر کو منہ کرلیں۔ اگر کوئی مقررہ حرکات کرنے سے معذور ہیں۔ تو بیٹھے لیٹے اپنے دل میں خدا کو یاد کرلیں۔ نماز پڑھانے کے لئے برہمنوں یا کاہنوں کی طرح کوئی فرقہ مخصوص نہیں۔ ہر صالح انسان یہ فرض سنبھال سکتا ہے۔ غرض کہ نماز ہر حالت میں جس طرح بھی ممکن ہو سکے ادا کرنی چاہیئے۔ خدا کے سامنے جھکنا اور اس سے مدد طلب کرنا چاہیئے۔

اسلام میں روزانہ پانچ دفعہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورج نکلنے سے قبل بعد از دوپہر۔ قبل از شام، سورج غروب ہونے پر اور پھر رات کو۔ نماز ادا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان کا جسم اور لباس پاک وصاف ہو۔ جہاں نماز ادا کرنی ہو وہ جگہ صاف ہو۔ جسمانی صفائی حاصل کرنے کے لئے وضو فرض قرار دیا گیا ہے وضو سے پہلے مسواک کرنا نبی اکرم کا پسندیدہ فعل ہے۔

بستیوں میں رہنے والے اور گھروں میں موجود مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ تمام وقت مقررہ پر مؤذن کی آواز کے ساتھ ہی مسجد میں حاضر ہوں اور ایک شخص کی اقتداء میں ایک ہی سمت منہ کرکے اجتماعی طور پر درگار عالم کے سامنے جھکیں، وہ دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں صرف عبادت کیلئے اکھٹے ہوں۔ وہاں ذاتی بات چیت اور خرید وفروخت نہ کریں۔ اونچی آواز میں باتیں نہ کریں۔ نماز ادا کرنے کے بعد

Marfat.com

اپنے اپنے کام میں لگ جائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو جس طرح دن میں پانچ مرتبہ نہانے والے کے جسم پر میل کا ذرہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ان کے دل کی نجاستیں ان کی خواہشات بد اور ان کی عادات قبیحہ ان سے دور ہو جائیں گی۔ اور ان کے دل سعادت، اطمینان، سرور، معرفت و عرفان سے معمور ہو جائیں گے۔

جب نماز کیلئے کھڑے ہوں تو سیدھی صفوں میں ایک دوسرے سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں۔ جو پہلے آئے اس کا حق ہے کہ وہ اگلی صف میں کھڑا ہو۔ جو دیر سے آئے وہ پیچھے کھڑا ہو۔ کوئی امیر کسی غریب سے الگ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور امرا کی ٹولی غربا سے علیحدہ، دوسرے امام کے پیچھے اسی مسجد میں نماز ادا نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی مسجد کسی کے لئے مخصوص ہے۔ نماز میں سب لوگ چپ چاپ خاموش پوری توجہ اور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ کھڑے ہوں۔ تاکہ ان کے دل اس ان دیکھی ہستی کے نور کے عکس کو برداشت کرنے کے قابل ہو سکیں۔ مہینے یا ہفتے میں ایک دفعہ نہیں بلکہ ہر روز پانچ دفعہ سونے سے پہلے، سونے کے بعد، دنیا کے کام کرتے وقت، کسی لمحہ بھی انسان اپنے خالق کو نہیں بھلا سکتا۔

نماز پڑھانے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عالم باعمل، خلقت کا ہمدرد اور ایمان کامل رکھتا ہو۔ اگر ایسا نہیں تو کم از کم باقی نمازیوں سے ان صفات میں بڑھا ہوا ہو۔ ایک محلے کے لوگ دن میں پانچ دفعہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں۔ لیکن ہفتہ میں ایک جمعے کے روز ایک بستی کے تمام لوگ اکٹھے ہوں تاکہ وہ اپنے امیر کا فرمان سن سکیں قومی اور وقتی مصائب و مشکلات کے دفعیہ کی تدابیر معلوم کر سکیں۔ سال میں دو دفعہ علاقہ بھر یا بڑے شہر کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہو کر کھلے میدان میں خدا کی عبادت کریں اور ان کا امام انھیں وقتی فرائض سے آگاہ کرنے کے علاوہ ان میں جو نقائص پیدا ہو گئے ہوں انھیں دور کرنے پر زور دے۔

Marfat.com

ہر وہ آدمی جو سفر بیت اللہ کے لئے خرچ برداشت کر سکتا ہو۔ عمر میں کم از کم ایک دفعہ مقررہ دنوں میں ابراہیم خلیل اللہ کی بنائی ہوئی مسجد میں پہنچ کر خدا کی عبادت کرے۔ مسلمانوں کی وسیع برادری سے ملے جلے اور اس طرح اتحاد و اتفاق کا سبق سیکھتا ہوا ابراہیم علیہ السلام کی یاد سے اور آپ کی مسجد کے دیدار سے اپنے ایمان کو تازہ کرے۔

زکوٰۃ

اسلام نے جتنا زور تزکیہ نفس کے لئے نماز پر دیا ہے۔ اتنی ہی تاکید زکوٰۃ ادا کرنے پر بھی کی ہے۔ اسلامی سوسائٹی میں تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے ہمدرد اور آپس میں رحم و کرم کرنے والے ہیں۔ خدا کی نگاہوں میں تمام انسان برابر ہیں۔ وہ اسی کو عزیز سمجھتا ہے۔ جو اپنی زندگی اس کے احکام کے مطابق گذارتا ہے۔ اس لئے وہ دنیا میں بھی اونچ نیچ کا فرق مٹا کر مساوات قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ نہ تو یہ برداشت کر سکتا ہے کہ امیر سیم و زر کے خزانے جمع کریں اس لئے کہتا ہے کہ یہ تمہارا جمع کردہ سونا چاندی تمہارے باعث عذاب بن جائے گا۔ نہ ہی یہ بات اسے پسند ہے کہ اس کی دنیا میں ایسے انسان جو اس کے قانون کے مطابق اپاہج و بے بس ہو گئے ہوں۔ مفلوک الحالی کی زندگی بسر کریں۔ اس لئے وہ کہتا ہے کہ قرآن ان لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے جو ایمان بالغیب لانے کے علاوہ باقاعدگی سے نماز ادا کریں۔ اور اپنے مال سے غریبوں کی امداد بھی کریں۔ اس کی نگاہ میں نیکی یہی نہیں کہ کسی خاص سمت میں منہ کر کے نماز ادا کر لی جائے بلکہ نیکی یہ ہے کہ غریب پر مال خرچ کیا جائے مصیبت زدگان کی امداد کی جائے۔ صاحب القرآن کو اس مسلمان کے ایمان میں شبہ ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے لیکن اس کا ہمسایہ بھوکا ہی ہو۔ اسے یہ بات ناگوار ہے کہ امراء کے بچے بچیاں تو زیور پہنیں، لیکن غریب روٹی کو ترسیں۔ وہ اس گھر میں قدم رکھنا نہیں چاہتے جس کی دیواروں پر پیرے درے ہوں۔ درانحالیکہ عوام ننگے گذارا کر رہے ہوں۔ اسی بنا پر قرآن میں جہاں نماز ادا کرنے کا حکم آیا وہاں یہ تاکید بھی کی گئی ہے کہ تم غربا پر اپنا مال خرچ کرو۔ تاکہ تمہارا قومی توازن برابر رہے۔ تمہارا قدم کہ ...

Marfat.com

نہیں کہ چند افراد کے خزانے بھرے ہوئے ہوں۔ لیکن عوام مفلس و نادار ہوں۔ وہ سب کی اجتماعی ترقی کو کامیابی کا نام دیتا ہے۔ غربت اس کی نگاہوں میں انسانیت کے ماتھے پر بدنما داغ ہے۔ جس کو مٹانا ہر انسان کا فرض اولین ہے۔

عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ آدمی ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ تو بیوہ عورتوں کو عزت سے۔ باعزت زندگی بسر کرنے، یتیم بچوں کو ترقی کے مناسب مواقع بہم پہنچانے اور معذوروں کی پرورش کرنے کے لئے امراء پر زکواۃ کا ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے، آمدنی کے مختلف شعبوں پر زکواۃ کی شرح الگ الگ ہے۔ مشینری سامان تجارت وغیرہ پر یہ ٹیکس عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ان کے سالانہ نفع پر ادا کرنا پڑتا ہے۔ حکومت وقت کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ حکام کے ذریعے یہ روپیہ ان تمام لوگوں سے اکٹھا کرے۔ جو صاحب نصاب ہوں۔ صاحب نصاب ہونے کی یہ شرط ہے کہ آدمی قرض دار نہ ہو۔ اور خانگی ضروریات کے علاوہ اس کے پاس کم از کم ۵۲ تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے کے قریب سونا ہو۔ حکومت یہ تمام روپیہ جمع کر کے اس روپیہ سے بیواؤں، یتیموں، بوڑھوں، اپاہج اور ناکارہ لوگوں کو وظائف دے گی، ایسے مقروضوں کی امداد کرے گی جو اپنا قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوں۔ مسافروں کے لئے سرائیں اور مسافر خانے تعمیر کرنے کے علاوہ انہیں مالی امداد بھی دی جائے گی زکواۃ کا وصول کرنا اسلامی حکومت پر فرض ہے۔ تاکہ اس روپیہ سے وہ غرباء کی خبر گیری کر سکے۔ اسلامی دور کے ابتدائی ایام میں جب عرب کے چند قبائل نے حکومت کو زکواۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ تو خلیفۂ وقت نے ان کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ میں ایسے تمام لوگوں سے لڑوں گا جو نبی کریمؐ کے وقت تو زکواۃ ادا کرتے تھے۔ لیکن اب اس سے انکاری ہیں۔ خلیفۂ وقت جانتے تھے کہ اگر امراء سے روپیہ وصول نہ کیا گیا تو غریبوں کی امداد نہ ہو سکنے کی بنا پر سوسائٹی میں زبردست

تفریق واقع ہو جائے گی۔ اگر مملکت میں ایسے غریب لوگوں کی کمی ہو جو زکوٰۃ کا روپیہ بطور امداد لینا چاہیں تو حکومت اس روپیہ کو اپنے دفاع اور تبلیغ اسلام کے لیے صرف کر سکتی ہے۔ غریبوں کی امداد کے لیے اس اجتماعی نظام کے علاوہ انفرادی طور پر بھی امراکو بار بار کہا گیا ہے بلکہ دو موقعوں پر تو ان احکام کی تعمیل ہر امیر کے لیے ضروری ہے۔ اور وہ ہیں عید کے مواقع۔ ہر عید کے موقع پر امرا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے محلّہ، اپنی آبادی اور قریب و جوار میں عید ادا کرنے سے قبل غریبوں کو مالی امداد دیں۔ تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

خیرات کو دافع گناہ بتایا گیا ہے۔ وہ شخص جو خیرات نہ کر سکتا ہو۔ اس کا کسی راہ گم کردہ مسافر کو راستہ بتا دینا یا مسکرا کر بات چیت کر لینا بھی خیرات ہے۔ والدین کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا۔ راستہ سے کوئی نقصان دہ چیز ہٹا دینا۔ یتیم سے محبت کرنا۔ کسی کو اس کا سامان اٹھوا دینا۔ سلام کرنا۔ برائی سے روکنا۔ بے زبانوں پر رحم کرنا۔ جانوروں سے انصاف کرنا، یہ سب خیرات اور نیکی ہیں۔ مگر یہ سب انفرادی کوششیں ہیں۔ اسے قانون کے تحت نہیں لایا جا سکتا۔ اس لئے اس نیکی کے جذبہ کو قانون کے تحت لانے کے لئے زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے جس کا نظام حکومت کے ہاتھ میں رکھا گیا ہے۔

روزہ روزہ اسلام سے قبل کے اکثر مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ مگر ان کا مقصد روزے سے وہ نہیں تھا جو اسلام نے پیش کیا۔ یہودی یا تو کسی غم کے موقع پر روزہ رکھتے تھے۔ یا دس محرم کو روزہ شکرانہ رکھتے تھے۔ کیونکہ اس دن انھوں نے فرعون کی غلامی سے نجات پائی تھی۔ حضرت مسیح نے بھی روزے رکھے اور ایک دفعہ وعظ کے دوران فرمایا۔

"جب تم روزے سے ہو تو اسے ریاکاروں کی طرح ظاہر نہ کرو۔"

ہندو دھرم میں روزہ کو بطور مذہبی حکم کے موجود نہیں تاہم ان کے رشیوں

مینوں اور جہانما بدھ کے متواتر فاقوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ فاقہ کر کے نفس امارہ کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ دل انوار الٰہی کی تجلیاں قبول کرنے کے لیے مستعد ہو سکے بعض جگہ روزہ کسی روٹھے ہوئے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے رکھا جاتا تھا۔ روزہ قسم کے طور پر بھی رکھا جاتا تھا۔

اسلام نے روزہ رکھنے کا حکم اس لئے دیا کہ مسلمانوں کو متقی بننے میں مدد ملے یہ ٹھیک ہے کہ طبی طور پر روزے کے لیے بے شمار فوائد ہیں۔ انسان مصائب اور بھوک کو برداشت کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔ امرا کو غربا کی تنگدستی کا احساس ہو جاتا ہے۔ انسان کے کردار کی تعمیر میں مدد ملتی ہے جسم کے اندر سے رطوبات فاضلہ خشک ہو جاتے ہیں جو اسے مختلف امراض سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن روزے کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان دنیاوی خواہشات کو ترک کر کے روحانی مدارج طے کرے۔

قرآن نے مسلمانوں پر ایک ماہ کے روزے فرض کئے ہیں۔ اس مقدس مہینے کا نام رمضان ہے۔ رمضان میں ہر روز پو پھٹنے سے قبل انسان کھانا وغیرہ کھا کر فارغ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد غروب آفتاب تک اسے کھانا پینا اور عورت سے مجامعت کرنا ممنوع ہے۔ اسے خواہشات کے پورا کرنے چغلی کھانے غرضیکہ ہر اس مذموم فعل سے بچنا چاہیئے جس کا حکم نفس امارہ دیتا ہے۔ غروب آفتاب کے بعد اسے کھانا وغیرہ کھا کر پھر عبادت میں مشغول ہونا پڑے گا۔ اسے اپنے دن کا بیشتر حصہ بھی عبادت میں گذارنا چاہیئے تاکہ روحانیت کے وہ مدارج جو دنیا کی ہاؤ ہو میں وہ بآسانی طے نہیں کر سکتا آسانی سے طے کر سکے۔

وہ آدمی جو سفر میں ہو۔ اس پر روزہ رکھنا لازم نہیں۔ وہ سفر سے واپسی پر اس فریضہ کی ادائیگی کرے۔ بیمار اور وہ کمزور انسان جو بھوک پیاس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے حصے کا کھانا کسی غریب محتاج کو کھلا دے

وہ روزہ رکھ سکے۔ حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت کو بھی اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ ان روزوں کو یا تو بعد میں کسی وقت رکھے یا پھر اس کے بدلے غربا کو کھانا کھلائے۔ روزہ ہر عاقل و بالغ اور صحت مند مرد، عورت پر فرض ہے۔ نابالغ، بیمار مسافر۔ حائضہ۔ حاملہ عورت کے لئے روزہ رکھنے کی پابندی نہیں۔ لیکن اگر آدمی روزہ رکھ لے اور اسے بغیر کسی معقول وجہ کے محض قوتِ ارادی کی کمزوری کی بنا پر توڑ دے۔ تو اسے اس کا بہت بڑا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے روزہ رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ صبح سے شام تک فاقہ کر لیا۔ بلکہ روزہ کا مطلب یہ ہے کہ بڑا کام تو ایک طرف آدمی ہر بُری گفت گو سے بھی بچے۔ اپنے ہاتھ اور زبان کو اس طرح قابو میں رکھے کہ ان سے نہ کسی کا نقصان ہو اور نہ کسی کا دل دکھے۔ جہاں تک ہو سکے خیرات کی جائے۔ غربا اور حاجت مندوں کی امداد کی جائے۔ انہی صفات کی بنا پر وہ متقی بن سکے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ بھوکا رہنے سے نفس کمزور ہوتا ہے۔ دل برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان ارادۃً "ہر برائی" سے بچ کر نیکی کی طرف جھکے۔ تاکہ اس کی روحانیت کی طاقت بڑھے۔ تاکہ وہ اپنے من کی دنیا کا فرمانروا بن جائے۔ اپنے آپ کو ضمیر کے بتائے ہوئے راستہ پر چلائے۔ ان تمام باتوں سے بچے جن کی وجہ سے اخلاق اور سوسائٹی میں فتور آتا ہے۔

حج مقدس مقامات کی زیارت سے برکت حاصل کرنا زمانہ قدیم کے تمام مذاہب میں رائج رہا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے پیرو اسے فریضہ نہ سمجھتے ہوں تقدس اور عظمت کے سامنے سر جھکا دینا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ بزرگ ترہستیوں کے ساتھ عقیدت رکھنا آدمی کی سرشت ہے۔ اسی سرشت نے عیسائیوں کو صلیب پرستی کی طرف مائل کیا۔ تعزیہ اسی سرشت کا اظہار ہے۔ عظمت سے ہی قائل ہو کر یہودی تابوت سکینہ کو اٹھائے پھرے۔ اسی تقدیس نے ایرانیوں کے ذہن

میں یہ عقیدہ پیدا کر دیا تھا کہ درفش کاویانی کے سایہ میں رہ کر لڑنے والا لشکر کبھی شکست نہیں کھائے گا۔ اسی صفت نے گیا "میں ایک بڑ کے درخت کو تاریخی حیثیت دے دی۔ اسی تقدس کے پردے میں گنگا اور جمنا کا پانی سنکڑوں برس سے کروڑوں ہندوؤں کے جسم کی میل کا پانی بہا کر سمندر میں لے جاتا ہے۔ ہندوؤں کا بنارس اور کاشی جی۔ یہودیوں کا یروشلم۔ بت پرستوں کا مندلعل۔ آتش پرستوں کا آتشکدہ نوبہار، اسی تقدس کے پردے میں ان گنت قرنوں سے انسان کو اپنے سامنے سربسجود دیکھتے رہے۔

مکہ میں توحیدی مذہب کے ایک بڑے داعی نے خدائے واحد کی عبادت کے لئے دنیا میں اولین عبادت تعمیر کی تھی۔ خدائے واحد کی پرستش کے لئے دنیا بھر میں یہ اولین مسجد تھی۔ اس سے قبل انسان غاروں میں رہتا تھا۔ اس کے بعد ابراہیم خلیل اللہ کی دوبارہ بنائی ہوئی یہ مسجد ہر موحد کے لئے محبوب بنی رہی۔ اس کی عظمت و شہرت اس حد تک بڑھی کہ عرب کے مشرک بھی اس کو اپنا قبلہ تسلیم کرنے لگے۔ آنحضرت صلعم نے ہجرت کے موقع پر کعبہ میں آکر فرمایا۔

" مکہ تو مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اس لئے میں مجبوراً جا رہا ہوں "

محبت کا یہ اظہار سرزمین مکہ سے نہیں بلکہ کعبہ سے کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ ان کے مورث اعلیٰ کی نشانی تھی۔ اسی کعبہ کو بعد میں ہادیٔ اسلام نے مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا۔

بعض یورپین مورخین اپنے اندھے تعصب کی بنا پر اپنی ذہنیت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ جب محمد صلعم کو یہودیوں سے نفرت ہو گئی یا انہوں نے قریش پر فتوحات حاصل کر لیں تو مکہ پر قبضہ جمانے کے خیال سے کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار

Marfat.com

دیا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ جنگ بدر سے بھی پہلے قرار دے دیا گیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کی جانیں بھی محفوظ نہ تھیں۔ اس وقت مسلمانوں اور یہودیوں میں کوئی چپقلش بھی نہ تھی۔ اس پر لطف یہ کہ محمد صلعم کو دین حنیف یعنی دین ابراہیم اختیار کرنے کے متعلق مکہ ہی میں ہدایت ہو چکی تھی۔ اور مکی سورتوں میں اس مطلب کی کافی آیات موجود ہیں۔ اور انہی سورتوں میں مکہ کی تقدیس و عظمت کا بیان بھی صاف صاف موجود ہے۔ حج کا حکم بھی جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ حج زندگی میں ایک دفعہ ہر اس مسلمان پر فرض ہے۔ جو سفر مکہ کے اخراجات برداشت کر سکے لفظ حج کے لفظی معنی زیارت کرنے کے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں بیت اللہ میں جا کر مقررہ رسوم و عبادات ادا کرنا ہے، ہر سال ماہ ذوالحج میں دنیا کے کونے کونے سے امیر و غریب امریکی و برطانوی۔ شامی و یونانی، مصری و رومی۔ عربی و ہندی مسلمان اکٹھے ہو کر ایک ہی سادہ لباس میں، لبیک اللّٰہم لبیک (اے میرے خدا میں حاضر ہوں) کہتے ہوئے۔ اپنے خدا کی رضامندی چاہتے ہیں۔ مساوات، اتحاد، صبر، برداشت اور عبادت کا یہ سبق ہر سال عرفات کے میدان میں، دنیا بھر کے مسلمانوں کو دیا جاتا ہے۔ ظاہر میں آنکھوں کو شاید اس نور ازلی کے جلوے عرب کے ان جلتے ہوئے ریگزاروں میں نظر نہ آئیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی اپنی عقیدت گناہ کی ندامت۔ مغفرت کی التجائیں، یقیناً ان کے دلوں کو اتنا پاکیزہ بنا دیتی ہیں کہ وہ باہمی محبت، اخوت اور برادری کے سبق سیکھنے کے علاوہ نئے سرے سے اپنی زندگی کا لائحہ عمل تیار کر سکیں۔ پاکیزہ نیتوں کے ساتھ جانے والوں کے گذشتہ و آئندہ اعمال میں یقیناً بہت بڑا انقلاب رونما ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم ہستی خداوندی کے منکر نہیں تو صاحب ضمیر اور پاک دل انسانوں کا انوار الٰہی کی تجلیاں اپنے قلب پر محسوس کرنا کچھ عجیب نہیں۔ حج کا مقصد کعبہ کی پرستش نہیں بلکہ

Marfat.com

وہاں اکھٹے ہو کر مجموعی طور پر خدائے واحد کی عبادت اور اپنی مغفرت کی طلب کرنا ہے اس کے رسوم ابراہیم خلیل اللہ کی یاد کو قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ مسلمان کعبہ کے ساتھ اپنی عقیدت اسی لئے وابستہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک عظیم سیفر کی یاد ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کا نفع ونقصان یا بخشش اس سے وابستہ ہے۔

جہاد جہاد اسلام کا ایک عظیم الشان رکن ہے۔ جس کے معنی قرآن کی رو سے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا، خدا کی راہ میں کوشش کرنا، اور فتنہ وفساد کے ساتھ جنگ کرنے کے ہیں۔ اپنی خواہشات پر قابو پانا جہاد اکبر ہے۔ جابر حاکم کے سامنے سچ بات کہنا بھی جہاد ہے فسادیوں کو دنیا سے مٹا کر فتنہ وفساد کا خاتمہ کرنا بھی جہاد ہے۔ لیکن ہمارے ظاہر بین معترضین کو لفظ جہاد کے معنی "لڑائی" کے سوا اور کوئی نہیں ملتے۔ اور وہ اسلام پھیلانے کے لئے لڑائی کو ہی جہاد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تاریخ صاف ظاہر کرتی ہے کہ شام وایران اور مصر کی فتح دفع شر کے لئے تھی۔ مسلمانوں نے ان ممالک کو فتح کیا۔ "لیکن دین میں کوئی جبر نہیں" کے حکم پر عمل کرتے ہوئے۔ کسی نے فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابیلا کی طرح یہ حکم نہیں دیا کہ "مذہب تبدیل کردو" اپنی زبان بدل دو۔ ورنہ ملک سے نکل جاؤ" ہسپانیہ مسلمانوں کا وہ واحد ملک ہے جس پر عیسائیوں نے فتح حاصل کی۔ اور وہاں ایسے شرمناک اور ذلیل کام شروع کر دیئے۔ کیا مسلمانوں نے بھی کسی جگہ کسی کو مذہب تبدیل کرنے کو کہا کہ رو سیڈر کے بہادر مسیحیوں کی طرح جنھوں نے یروشلم کی فتح کے بعد کسی مسلمان کو اماں نہ دی تھی مسلمانوں نے کسی جگہ آبادی کو قتل نہیں کیا۔ خود بانی اسلام نے مکہ فتح کر کے سب کو معاف کر دیا۔ قبائل ہوازن وثقیف کو آزاد کر دیا۔ حاتم کے قبیلے کو رہا کیا۔ بنو مصطلق کو آزادی دی۔ سب میں شرط ایک ہی تھی۔ فتنہ وفساد مت پھیلاؤ

اور امن سے رہو۔ کسی سے یہ مطالبہ نہیں ہوا کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو جان بخشی ہو گی۔ بدامنی اور فتنہ و فساد لڑائی اور جنگ سے بھی بتاہ کن ہیں۔ اس بات کو ہر حکومت جانتی ہے۔ ہر انسان سمجھتا ہے کہ اس کی موجودگی میں ملک کسی طرح بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے فسادیوں کے ساتھ قتال کر کے انھیں ختم کر دینا بھی جہاد ہے۔ عیسائیوں نے کبھی جہاد کے معانی کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔ اسلام کو بزور منوانے کے خلاف تو کئی صریح آیات قرآن میں موجود ہیں۔ مثلاً" نصیحت دل نشیں پیرائے میں کرو۔ راہ ہدایت احسن طریقہ سے پیش کرو۔ مذہب کے معاملہ میں کسی پر جبر نہیں۔ لیکن اس مطلب کی مطلق کوئی آیت نہیں کہ کسی کو بزور شمشیر اسلام کی طرف مائل کرو۔

عیسائیوں کو اسلام کے ساتھ یہ تعصب محض اس وجہ سے ہے کہ قرآن اس اصول کا قائل نہیں کہ اگر کوئی تمہارے بائیں گال پر تھپیڑ مارے تو دایاں بھی اس کے سامنے کر دو[1]۔ بلکہ اس کا حکم یہ ہے کہ زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دو۔ ورنہ ٹھیک ٹھیک بدلہ دے دو۔ اور فتنہ فتور مچانے والوں کے ساتھ یہاں تک لڑو کہ زمین پر فساد باقی نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کا مطلب ظلم و ستم کا خاتمہ کرنا ہے۔ ایسے لوگوں کی سرکوبی ہے جو دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالیں۔ عدل و انصاف کو چھوڑ کر بے انصافی کی طرف جھکیں۔ ایسے آدمی کا مقابلہ کرنا آج بھی ہر صاحب عقل اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اور اس پر اعتراض وہ لوگ کر رہے ہیں۔ جو تہذیب و تمدن کی آڑ لے کر سیاہ اقوام کو بموں کا نشانہ بنانے اور ان کی آبادیاں لوٹنے کے عادی ہیں۔ جہاد کا مقصد امن کا رواج ہے، فتنہ و فساد کا خاتمہ ہے۔ مغربی طاقتوں کی طرح کمزور کو

---

[1] حالانکہ عیسائیوں نے دو ہزار سالہ تاریخ میں ایک بھی ایسا آدمی پیدا نہیں کیا جو اس پر عمل کر سکے۔

Marfat.com

کو ہڑپ کرنا نہیں ۔ حکم ہوتا ہے ۔

"ان لوگوں سے خدا کی راہ میں لڑو جو تم سے لڑتے ہیں ۔ کسی کو پہلے مت ستاؤ ۔ کیوں کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ اگر کوئی بت پرست قوم تم سے حفاظت اور پناہ چاہتی ہے تو ان کی حفاظت کرو ۔ پھر اسے محفوظ جگہ پر لے جاؤ ۔ اس سے کوئی تعرض نہ کرو ۔ کیوں کہ وہ بے چارہ جاہل ہے ۔ اگر فسادی صلح چاہیں تو تم خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے صلح کر لو ۔ وہ دانا بینا ہے ۔ اگر وہ تم سے دھوکا کریں گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا ۔ جن لوگوں پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے ، انھیں اجازت ہے کہ وہ اپنی حفاظت میں تلوار اٹھائیں ۔"

ان آیات کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اسلام کسی پر کسی وقت جارحانہ حملہ تو پسند نہیں کرتا ۔ لیکن اپنی جنگی تیاریوں اور جذبہ قربانی کو بھی کم نہیں دیکھنا چاہتا ۔

غلامی اور کمزوری خدا کی نگاہوں میں بدترین ذلت ہے جس کو وہ کسی مرد مومن کے لئے ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا ۔ اسی مقصد کے حصول کے پیش نظر وہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی فوجی قوت کو اتنا طاقتور بنائیں کہ بدخواہ کو ان کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ ہو ۔ ظاہر ہے کہ کمزور قوم کا کوئی ایمان اور مذہب نہیں ہوتا اور نہ رہ سکتا ہے ۔

خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تک شریعت نہیں دی جب تک وہ فرعون کی غلامی سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہو گئے ۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد جب وہ خود مختارانہ طور پر اپنے مذہبی احکام بجا لانے کے قابل ہوئے تو

Marfat.com

ابھی احکام خداوندی سنائے گئے ۔ خود مسیح علیہ السلام اپنے سارے مواعظ میں اسی لئے کوئی شرعی حکم پیش نہ کر سکے کہ ان کی قوم مغلوب و محکوم تھی محکوم قوم ضمیر فروشوں، غداروں، بہانہ سازوں اور ابن الوقتوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے ۔ اس میں سے رذیل کردار کے لوگ حکومت کی نگاہ میں معزز ہوتے ہیں ۔ ان کی نیت درست نہیں ہوتی ۔ اسی لئے اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ۔ کیونکہ شریعت کے احکام کی کی پابندی اور حکومت الٰہیہ کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک فسادی اور غدار — بہانہ ساز، رذیل، منافق اور مطلب پرست انسان موجود ہوں ۔

Marfat.com

حرفِ آخر

پرنسٹن یونیورسٹی کے سامی لٹریچر کے پروفیسر اور مورخ پی کے ہٹی لکھتے ہیں:

"ایران و شام پر عربوں کی یورش کسی سوچی سمجھی سکیم کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ ان ممالک پر عربوں کے حملے محض عرب کے جاہل بدوؤں کو مشغول رکھنے اور لوٹ مار کرنے کی غرض سے کئے گئے۔"

بظاہر یہ فقرہ بے ضرر سا معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل اس ایک ہی فقرے میں اس نے نہ صرف اسلام کے پیش کردہ اجتماعی نصب العین، اصول جہاد اور حکومت الٰہیہ کا انکار کیا ہے۔ بلکہ اس نے اسلام کے پیدا کردہ انقلاب سے بھی آنکھیں بند کر لی ہیں۔

دنیا کی ایک گم نام قوم۔ میدان تمدن میں تمام عالم کی رہنمائی کے لئے بڑھ رہی ہے۔ لیکن وہ اسے لوٹ مار نیا دیا ہے۔

دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب نے ایک سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر کے تقدیر جہاں اس کے سپرد کر دی ہے۔ لیکن ہٹی اپنے پیشروؤں کی طرح اسے سمجھنے سے قاصر ہے ان بے بصر پیشروؤں کی طرح جو وحی الہٰی کے وقت رسول اللہ صلعم کی حالت متغیر ہو جانے کو "صرع کا دورہ" کہتے تھے۔

دنیا کے ایک کونے سے نیّر درخشاں طلوع ہو رہا ہے جو ساری دنیا کو منور کرنے والا ہے۔ لیکن اسے وہ آگ کا الاؤ بتا رہا ہے۔ جو دوسروں کے گھروں کو جلا دیتا ہے۔

محمد صلعم کے شیدائی زمانہ بھر کو پیام امن دینے کے لئے آ رہے ہیں۔ لیکن وہ دور سے دیکھ کر انھیں لٹیرے کہتا ہے۔ وہ سفینہ فام مسیحی اسلام کے پیش کردہ اجتماعی قومی نصب العین کی تردید کر رہا ہے۔ وہ ان کردار کی بلندی کو جھٹلا رہا ہے۔ جو قرآن نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ وہ ان فتوحات کو اسلام کی فتوحات نہیں بلکہ عربی لٹیروں کی فتح کہتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ آج کی ساری تہذیب آج سے چودہ سو سال قبل ہی صحرائے عرب میں رکھی گئی۔ موجودہ تمدن کا سرچشمہ وہی پھیلے ہوئے ریگزار ہیں جن میں وہ درویش پیدا ہوا۔ جو سات فٹ اونچے کچے حجرے میں اپنی کھجور کی چٹائی پر لیٹا کرتا تھا۔ وہ مقدس انسان جو عبادت گاہ کی تعمیر کی خاطر خود پتھر اٹھا اٹھا کر لاتا تھا۔ اس انسان کی حیات طیبہؐ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جو ایک سوکھا گوشت کھانے والی غریب عورت کے ہاں پیدا ہوا۔ جس نے سید کہلوانے سے انکار کیا۔ لیکن جس نے ربع مسکوں کے تمام سنگین و آہنی دیوتاؤں کی گردنیں خم کر دیں۔ جس نے منو کا فلسفہ ذات پات چکنا چور کر دیا۔ جس نے ظالم آقا کے ہاتھ شل کر دیئے۔ جس نے عورت کو مردوں کی طرح معاشرے میں باعزت مقام دیا۔

Marfat.com

اس کی آمد سے قبل مذہب گلیلی کے اردگرد کے پہاڑی غاروں تنگ وتاریک حجروں، لبے آباد جنگلوں اور وسط ایشیا کے کوہساروں کے دروں تک محدود تھا۔ نجات صرف چلوں، فاقوں اور تجرد کی زندگی میں پنہاں سمجھی جاتی تھی۔ اعضائے انسانی کو سست وناکارہ بنادینے کو ایک کمال سمجھا جاتا تھا۔ مذہب عیسوی کی افیوں (جیسے عیسائی فلاسفروں کے علاوہ روسی بھی گالیاں دے رہے ہیں) ہر ذہن کو مفلوج کر رہی تھی۔ اس افیون کے فعالیت کش نشے نے یورپ سے لے کر چین تک مذہب کے ہر شیدائی کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے اور دنیا سے کنارہ کشی کر لینے ہی سے آسمانی بادشاہت میں داخلہ اور حصولِ نجات ممکن ہے۔ لیکن اس نے مذہب کو سادھوں بھکشوؤں، راہبوں کاہنوں اور برہمنوں کے فولادی چنگل سے نکال کر اسے عوام کیلئے ضابطہ حیات بنا کر پیش کیا۔ اس نے دنیا کو بتایا کہ مذہب کا مطلب خانقاہ نشینی۔ غاروں میں عزلت گزینی نہیں۔ بلکہ مذہب کا مطلب یہ ہے کہ تم :۔

اپنے وعدوں کو پورا کرو۔

کسی کا حق نہ چھینو۔

غریب کی امداد کرو۔

مخلوق خدا سے ہمدردی کرو۔

آپس میں مل جل کر رہو

اپنے آپ کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھو۔

دنیاوی زندگی سے فرار اختیار نہ کرو۔

دنیا میں رہ کر جدوجہد کرو۔

اپنی قوم سے غداری نہ کرو۔

Marfat.com

جماعت سے علیحدگی مت اختیار کرو۔

مفسدہ پردازوں سے قطع تعلق کرلو۔

تم اسی چیز کی توقع رکھو جس کے لئے تم عمل کرتے ہو۔

پاکیزہ غذا کھاؤ۔

کسی مخلوق سے نہ ڈرو۔

دنیا میں صالح معاشرہ پیدا کرو۔

علم حاصل کرو۔

دنیا میں پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرو۔

اپنی روزی خود کماؤ، خود کھاؤ اور دوسروں کو کھلاؤ۔

سچ بولو۔

مظلوموں اور بے کسوں کی دست گیری کرو۔

تکالیف سے ہرگز نہ گھبراؤ۔

دنیا میں آپ اپنا مقام پیدا کرو۔

اپنی حفاظت کا سامان کرو۔

نادانوں سے مت الجھو۔

حقائق عالم میں غور و فکر کرو۔

سب بھائی بھائی بن کر رہو۔

کسی کی عیب جوئی نہ کرو۔

اس سبق نے صحرائے عرب کے شتربانوں کو جہاں بان، جہاں گیر اور جہاں آرا بنا دیا۔ اسی سبق کو پڑھ کر عرب کے بدو دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئے۔ اگر بنجی کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے قدیم ساحی یونانی اور مصری

Marfat.com

تہذیب کو لے کر اسے ترقی دی اور اپنی کوئی تہذیب پیش نہیں کی تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے ؟ ہر نئی تہذیب پرانی تہذیبوں سے متمتع ہوتی ہے ۔ چنانچہ یہ عربوں کی تہذیب ہی کا فیض ہے کہ یورپ کے بدبودار اور متعفن جسموں والے طالب علموں کو ہسپانیہ کے حماموں میں نہا کر اور غرناطہ و قرطبہ کی درس گاہوں میں پڑھ کر ہی اتنا ہوش آیا کہ وہ وحشت و بربریت اور حیوانیت کی زندگی سے نکل کر اقوام عالم کے سامنے سائنس و سرجری کی تحقیقات پیش کریں ۔

نبی کوئی سائنسدان ۔ ڈاکٹر یا میر عمارات نہیں ہوتا کہ وہ ان شعبوں میں کمال پیدا کر کے دنیا کو ان علوم کے نئے نئے کلیوں سے آگاہ کرے ۔ اسے صرف تہذیب کا سبق دینا ہوتا ہے ۔ اسے پستی کی طرف گرتی ہوئی قوم کو ایسے راستے پہ لانا ہوتا ہے جہاں سے وہ ترقی کی راہوں پہ گامزن ہو سکیں ۔ اسے دنیا میں امن قائم کرنا ہوتا ہے تاکہ ہر انسان اطمینان قلب کے ساتھ اپنی منزل کی طرف جادہ پیمائی کر سکے ۔ اسے معاشرے کی اصلاح کرنی ہوتی ہے ۔ اسے باطل عقائد کو مٹا کر قوم میں عمل کی روح پھونکنی ہوتی ہے ۔ اسے انسان کی خودی کو بلند کر کے اسے جد و جہد کا پیام دینا ہوتا ہے ۔

آپ کی آمد سے قبل علم ایک شجر ممنوعہ تھا ۔ مشرق میں علم حاصل کرنا برہمنوں کا کام اور مغرب میں اس کے لیے چند راہب مخصوص تھے ۔ زمانہ جبر و شجر کے مذاہب اور بگڑے ہوئے عقائد کے یہ پرستار کسی بھی صاحب علم ہستی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے ۔ صحیفہ کائنات کا مطالعہ ناقابل معافی جرم تھا ۔ قدرت کے اصولوں میں تفکر و تجسس ایک گناہ عظیم تھا ۔ لیکن آپ نے آ کر دنیا کو بتایا کہ زمین و آسمان کی تخلیق ۔ رات دن کے اختلاف ۔ سمندر پر اترنے والی کشتیوں ۔ آسمان سے برسنے والی بارش جو مردہ زمین کو زندہ کرتی ہے ۔ سرور بخش ہواؤں ۔

زمین و آسمان کے درمیان تیرتے ہوئے بادلوں میں اہل دانش و غور و فکر کرنے والوں کے لئے خدا کی آیات پوشیدہ ہیں (اس لئے تم بھی صحیفہ قدرت میں غور و فکر کرو)۔

زمین و آسمان میں اہل ایمان کیلئے حقائق و بصائر موجود ہیں۔
زمین و آسمان پر نظر کرو اور اس میں غور و فکر کرو۔

تحصیل علم کے اس فریضہ کو یورپ پانچ سو سال بعد سمجھا۔ اور قریباً گیارہویں صدی عیسوی میں اسے یہ معلوم ہوا کہ پرانے عہد نامہ کی اندھا دھند تقلید اسے جہالت کی طرف لے جا رہی ہے۔ علماء فطرت نے اس کے خلاف بغاوت کی تو انہیں آگ میں جلنا پڑا۔ تختہ دار پر چڑھنا پڑا۔ جیل جانا پڑا۔ مذہب سے انحراف کے جرم میں انھیں اپنی زندگی میں ہر قسم کی ذلت برداشت کرنی پڑی۔ اور بالآخر یورپ والوں کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا مذہب دنیاوی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

آپؐ کی آمد سے قبل انسانی ہمدردی، محبت اور تمام قسم کے تعلقات صرف قبیلوں تک محدود تھے۔ ہر قبیلے کا معبود جدا، سردار جدا۔ خیالات الگ اور رسم و رواج اپنے تھے۔ عرب کے صنم پرست تو ایک طرف خدائے واحد کے پرستار بھی رحمت و بخشش کو اپنے لئے ہی مخصوص کئے ہوئے تھے۔ پرانے عہد نامہ کا خدا تو صرف بنی اسرائیل کا خدا تھا۔ نئے عہد نامے میں بھی اس خیال کو توسیع نہیں ہوئی۔ یہاں بھی مسیح نے یہی کہا کہ وہ بنی اسرائیل کی بکھری بھیڑیں اکٹھی کرنے آیا ہے۔ اور مناسب نہیں سمجھا کہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالے۔"

آتش کدہ نوبہار کے پجاریوں نے یزداں کا سارا رحم و کرم اہل ایران کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ اہل جاپان خدا کا کنبہ بنے بیٹھے تھے۔ کوئی تحریک کوئی خیال، کوئی

Marfat.com

جذبہ انسانوں میں مشترک نہ تھا۔ ہر قوم اپنے آپ کو دوسرے سے برتر سمجھے بیٹھی تھی اس کا اثر نطشے کے فلسفے، یورپ کی بیمانہ لڑائیوں اور اہل یورپ کے نسلی تفاخر میں آج بھی پایا جاتا ہے۔ دنیا کی مہذب قومیں آج بھی قوم و وطن کے رشتے کو مضبوط ترین رشتہ سمجھے بیٹھی ہیں۔ لیکن آپ صلعم نے آکر فرمایا:

تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔

امیر و غریب سب خدا کی نگاہوں میں برابر ہیں۔

خداوند عالم ہی سارے جہاں کا مالک، خالق اور پروردگار ہے۔

یہ سارا عالم ایک ہستی کا پیدا کردہ اور ایک ہی ہستی کے زیر نظام ہے۔

تمام انسانوں کو اسی ایک ہستی کے سامنے جھکنا ہے۔

اس کی رحمت کے دروازے یکساں ہر ایک کیلئے کھلے ہیں۔

آپ پہلے فرد تھے جس نے بین الاقوامی سطح پر محبت و مروت، ہمدردی اور رحم کی تحریک پیش کی، آپ کا پیام تمام انسانوں کے لئے پہلا مشترکہ پیام تھا۔ اسلام پہلی بین الاقوامی تحریک تھی جس سے دنیا روشناس ہوئی۔ بین الاقوامی رشتہ داری کے اس پیام کو یورپ کے مدبر آج سمجھنے کے قابل ہوئے ہیں۔

یہ آپ کی ۲۳ سالہ اَن تھک کوشش اور سرفروشانہ جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ عرب کا وہ پسماندہ ملک جس کے قبائل چھوٹی چھوٹی باتوں کیلئے خونریز جنگوں میں مصروف رہا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی میں ہی ایک متحد طاقت بن گیا۔ آپ کی وفات کے وقت عرب میں ایک چھوٹی سی حکومت الٰہیہ قائم ہو چکی تھی جس کا صدر مقام مدینہ تھا کبھی یہ طاقت اتنی کمزور تھی کہ شاہ ایران نے اس کے سرپرست کو گرفتار کرنے کے لئے صرف گورنر یمن کو لکھ دینا کافی سمجھا تھا۔ لیکن اب دین فطرت کو قیام

کر کے اہل مدینہ اتنے طاقت ور ہو چکے تھے کہ ایران کا تاج پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اس دین فطرت کے اصول سیدھے سادے اور بالکل آسان تھے یہ اصول ایسے تھے جن کے متعلق نبی اکرمؐ نے فرمایا:

"ہر پیدا ہونے والا اسی فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بچہ ذہن میں فقہ اسلامی کے قوانین حفظ کئے ہوتا ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی بالاتر ہستی کی پرستش کا جذبہ ہر بچے کی فطرت میں موجود ہوتا ہے۔ یہ بچے کی فطرت ہے کہ وہ سچ بولے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کرے۔ اپنے وعدوں کو پورا کرے۔ اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرے۔ دنیا میں فساد بپا نہ کرے۔ دوسروں کے لئے مفید ثابت ہو۔ اس میں تجسس کا مادہ ہو۔ دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتا ہو۔ دین فطرت کی یہی خوبیاں صالحیت کی وہ علامتیں ہیں جن کی بنا پر قوموں نے عروج حاصل کیا۔ بُری صحبت اور غلط تربیت کی بنا پر جن اقوام سے یہ صلاحیتیں زائل ہو جاتی ہیں وہ اقوام صفحہ عالم سے ناپید کر دی جاتی ہیں۔ تعلیم القرآن میں اگر غور کیا جائے تو وہ اسی لفظ دین فطرت کی تشریح ہے اس میں وہی اصول بتائے گئے ہیں جن کی بنا پر افراد و اقوام کو اصلح کہا جا سکتا ہے اس صالحیت کو قبول کر لینے کی بنا پر ہی عرب کے صحرائی شتربان ایک صدی کے اندر اندر بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے سے لے کر براعظم افریقہ و ایشیا کے اتنے بڑے حصے پر چھا گئے تھے کہ جس کی وسعت کے برابر آج تک کوئی سلطنت نہیں ہوئی۔ اسی صالحیت کے کھو دینے سے ان کا زوال شروع ہوا۔ صلاحیت بقا کی یہ خوبیاں تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف قوموں میں منتقل ہوتی رہیں۔ جس قوم نے اس راز کو پا لیا اس نے بام عروج کے نیچے

کوجالیا ۔جس قوم کے ہاتھوں سے یہ صفات نکل گئیں وہ زینے سے پھسل گئی ۔

قوموں کے عروج کے ان اسباق اور صلاحیتوں کے مجموعے کا نام مذہب ہے ۔ وہ لوگ جو چند الفاظ کی ادائیگی چند رسوم اور ایک خاص حد تک عقائد رکھنے کو ہی مذہب سمجھے بیٹھے ہیں وہ اس بال و پر کٹے پرندے سے زیادہ نہیں جو اپنے ارد گرد زیادہ نہیں دیکھ سکتا ۔ کیا آج یورپ کی مہذب حکومتوں کے اکثر قوانین اور قوموں کی ترقی کے اصول مذہب ہی سے نہیں لیے گئے ۔ کیا یہ قوانین مذہب اسلام کے نہیں ۔

علم حاصل کرو اور دوسروں کو سکھاؤ ۔

اپنے آپ کو دوسروں کیلئے مفید بناؤ ۔

کسی دھوکہ نہ دو ۔

سچ بولو ۔

عدل و انصاف پر قائم رہو ۔

قوم سے غداری نہ کرو ۔

اپنے دفاع کو مضبوط کرو ۔

فتنہ و فساد کو مٹاؤ ۔

چوری نہ کرو ۔

کسی کا حق نہ چھینو ۔

بلا اجازت کسی کے گھر میں نہ گھسو ۔

اپنا وقت ضائع مت کرو ۔

بات کرتے وقت گفتگو اچھے طریقے سے کرو ۔

کسی کی دل آزاری نہ کرو ۔

Marfat.com

اپنا فرض باقاعدگی کے ساتھ ادا کرو۔
دولت کے نشے میں مغرور مت ہو جاؤ۔
اپنے رشتہ داروں، غریبوں اور یتیموں پر احسان کرو۔
وہی بات کرو جسے تم پورا کر سکتے ہو۔
شراب مت پیو۔
فواحشات اور بے حیائی کی باتوں سے بچو۔
دنیا میں پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرو۔
پاک صاف اور ستھرے رہو۔
مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔
اپنے امیر کی اطاعت کرو۔
غربا اور قوم کی بھلائی کی خاطر خرچ کرو۔
غصے میں آ کر کسی پر زیادتی نہ کرو۔
تجارت اور لین دین میں کسی سے دھوکا فریب نہ کرو۔
امانت میں خیانت نہ کرو۔
جھوٹی گواہی نہ دو۔
اپنی حد سے آگے نہ بڑھو۔
جادۂ اعتدال سے مت بھٹکو۔
اپنے ماں باپ سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔
عقل و شعور سیکھو اور دانائی سے کام لو۔
یتیم اور بے کس کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔
دنیا کی چند روزہ زندگی پر مغرور ہو کر تمہارا کام نہ کرو۔

Marfat.com

جب کسی کے متعلق کوئی بات کہو تو انصاف کو مدنظر رکھو۔ خواہ وہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

بدکاری کے قریب مت جاؤ۔

کسی کو ناجائز طور پر قتل نہ کرو۔

تم میں سے کوئی مرد کسی دوسرے مرد پر اور کوئی عورت کسی دوسری عورت پر نہ ہنسے آپس میں ایک دوسرے کو طعنے مت دو۔ اور نہ ایک دوسرے کے نام رکھو۔ یہ بدتمیزی ہے اور تمہیں جائز نہیں۔

ظن اور بدگمانی سے بچتے رہو۔ کیونکہ خواہ مخواہ شبہ کرنا بھی گناہ ہے۔

ذات۔ برادری نسلی اور قومی تعصب پر تعلی مت کرو۔ یہ تو صرف نام ہی ہیں۔

مذہب کے معاملہ میں کسی پر سختی نہ کرو۔

کفر اور اسلام کے راستے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ جو جس کی مرضی ہے اختیار کرے۔

ہمیشہ فتح و کامرانی کی امید رکھو۔ مایوسی کو قریب نہ آنے دو۔

تم اپنا ساز و سامان تیار رکھو۔ اپنی عسکری قوت اتنی رکھو کہ دشمن پر تمہاری ہیبت طاری رہے۔

گھمنڈ اور ظاہری نمائش کی بجائے خلوص، راستی اور ایمان سے کام لو۔

باہمی نزاع سے بچو ورنہ تمہاری پھوٹ تمہاری عزت تباہ کر دے گی۔

تم بدعہدی نہ کرو۔ بلکہ پہلے دشمن کو خبردار کرو۔

تم جفاکش اور صابر بنو۔ اگر تم میں یہ صفات ہوں تو اپنے سے دوگنوں سے بھی مقابلہ کر سکتے ہو۔

حق کے مقابلہ میں اگر رشتہ دار بھی چھوڑنے پڑیں تو چھوڑ دو۔

Marfat.com

ثابت قدم اور مستقل مزاج رہو۔ جنگ میں کامیابی اسی کی ہوتی ہے جو ثابت قدم رہے۔

اپنی جماعت سے غداری نہ کرو۔ اور دشمن سے ساز باز نہ کرو۔

ایمان زندگی۔

علم بصیرت۔

کفر موت۔ اور اوہام و ظنون تاریکی ہیں۔

معقول بات کہنا اور عوام سے درگزر کرنا خیرات کر کے عوام کو ستانے سے بہتر ہے۔

یہ دین فطرت اور اسلام ہے۔ اسی مذہب کو پھیلانے انبیائے کرام آئے۔ اسی کی تکمیل کیلئے نبی عرب مبعوث ہوئے قشقہ لگا لینا۔ بپتسمہ لینا یا تسبیح پھیرنا۔ روحانی پاکیزگی کے انفرادی ذریعے ہیں۔

وہ قومیں جو مذہب کا صرف ایک پہلو لیتی ہیں وہ اپنے مقصد کے حصول میں ناکام رہتی ہیں۔ دنیاوی ترقی اور روحانی پاکیزگی مذہب کے صرف دو ہی مقصد ہیں۔ وہ قوم جو دنیاوی ترقی کے اصول چھوڑ دے، وہ بھی مٹ جائے گی۔ اور وہ قوم جس کی نگاہ میں صرف درخشندہ نظرات ہی قابل قدر ہوں۔ اس کا آشیانہ بھی اس شاخ ناپائدار پہ ہے، جو طوفان کے اولین جھونکے کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گی۔ اس کی ساری ترقی اکارت جائے گی۔ اس کی ساری تہذیب اپنے ہاتھوں آپ خودکشی کرے گی۔ حضرت محمد مصطفٰے کی قائم کی ہوئی حکومت الٰہیہ میں بسنے والے لوگ فطرت کے اس راز سے بخوبی آگاہ ہو چکے تھے۔ آپ کے تربیت یافتہ لوگوں میں ہر فرد اپنے زمانہ کی رہنمائی کا اہل تھا۔ وہ اندھیرے سے نکل کر نور کی لہروں میں تیر رہے تھے۔ اس نور کی روشنی میں جب

Marfat.com

ان کی نگاہیں اپنے گردوپیش کے ممالک کو دیکھتیں تو دنیا کو اندھیرے میں بھٹکتا اور راہ گم کردہ پاتیں۔

ذہین اور عقابی نگاہ رکھنے والے یہ سامی النسل صحرائی پہلے بھی برائیوں اور خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان کی مہمان نوازی، سخت کوشی، ان کی ذہانت، ان کی غیرت، اور سادگی فطرت کو باقی دنیا سے زیادہ عزیز معلوم ہوئی۔ اسی لئے عالمگیر انقلاب کیلئے ان کو چنا گیا۔ تعجب انگیز امر ہے کہ آتش فشاں پہاڑوں سے بنی ہوئی وہ سرزمین جہاں سورج پورے قہر و جلال کے ساتھ آتش بار رہتا ہے، وہ انسان پیدا کرتی ہے جیسے ساری دنیا کو ہمیشہ کے لئے امن و صلح حسن سلوک اور اخلاق عالیہ کا سبق دینا ہے، اور کسی کی تبلیغ سے متاثر نہ ہونے والے اجڈ اور سرکش لڑاکے دوسرے ممالک میں جا کر امن کے مبلغ بننے والے ہیں۔

رسول اللہ کی ایک حدیث ہے کہ:۔

"اگر تم سنو کہ فلاں پہاڑ اپنی جگہ سے سرک کر کہیں اور چلا گیا ہے تو یہ بات مان لو۔ لیکن اگر تم یہ سنو کہ فلاں آدمی کی سرشت بدل گئی تو اسے غلط سمجھو۔"

اس حدیث کے مطابق اہل عرب کی سرشت تو نہ بدلی۔ لیکن ان کے جذبات کی تصعید و تعدیل ہو گئی۔ ان کے جذبات کا رخ موڑ کر اس راستے پر ڈال دیا گیا جو اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف آ رہا تھا۔ قبیلوں میں بٹا ہوا عرب ایک قوم بن گیا۔ ان کے جنگجویانہ جوہر اب مخالفین کعبہ کے چمکنے والے تھے۔ وہ فطرتاً دلیر تھے مگر اب جنت کے عقیدے اور بخشش کے خیال نے ان کی بہادری کو اور جلا دی ان کی سادگی اور عزیمت اب فقر و درویشی میں تبدیل ہو گئی۔ ان کے غرور و فخر کا نام اب خودی اور عزت تھا۔ اب پانی کے چشمے، بھیڑوں کے ریوڑ اور نخلستان

پسند کرنے کی بجائے وہ ریاض الجنت کی تلاش کرنے لگے۔ کرگس کی اڑان اب عقابی پرواز بن گئی۔ ان کے سینوں میں سمندر کی گہرائی۔ نگاہوں میں چیتے کا تجسس اور حرکات سے شیر کا وقار ٹپکنے لگا۔ وہ اگر خاموش ہوتے تو سقراط و ارسطو کے فلسفے سے بھی زیادہ گہرے مسائل پر غور و غوض کرتے۔ اگر کلام کرتے تو حکمت و دانائی کے موتی ان کے منہ سے جھڑتے۔ مجلس میں وہ ماں کی طرح شفیق اور رزم میں وہ صاعقہ کی طرح کوندتے تھے۔ ان کی محبت کا وہ ظرف جو صرف اپنے قبیلے کے لئے محدود تھا اب ساری دنیا کو سیراب کرنے کیلئے ایک بحر بیکراں بن چکا تھا۔ اب ان کا دسترخوان صرف اسی آدمی کیلئے نہ تھا جو اس کے پاس آکر پناہ لے بلکہ ان کی فیاضی اور جود وسخا ہر اس انسان کیلئے تھا جو صفحۂ ہستی پر موجود تھا۔ اب وہ ان لوگوں کو دشمن سمجھتے تھے جو امن عالم کے لئے خطرہ اور معاشرے کے لئے لعنت تھے۔ جو خود ظالم تھے۔ وہ اب مظلوم کے حامی بن گئے۔ جو خود پارہ پارہ تھے۔ اب ساری دنیا کو ایک وحدت دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ جو کسی کے تابع فرمان ہونا باعث عار سمجھتے تھے اب تمام مخلوق کو ایک خدا کے سامنے جھکانا چاہتے تھے۔ جو دوسروں کے کندھے سے چادر چھین لیتے تھے۔ اب وہ اتنے سیر چشم ہوگئے کہ ان کے ملک میں زکواۃ قبول کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ عرب جنہوں نے کبھی روم و ایران کے کسی امیر سے بھی گفتگو نہ کی تھی۔ اب قیصر و کسریٰ کے سامنے اس طرح کڑک رہے تھے جیسے کوئی حاکم رعایا کو حکم دے رہا ہو۔ صفحات تاریخ پر قرآن کے اس اعجاز سے بڑا انقلاب ہمیں نہیں ملتا۔ رسول اکرمؐ کی وفات کے وقت عرب میں حکومت الٰہیہ قائم ہو چکی تھی۔ وہ حکومت جس کا ہر باشندہ اتنا تعلیم یافتہ اور سلجھا ہوا تھا کہ وہ دنیا کی عنان حکومت سنبھال سکے۔ اس حکومت کا ہر باشندہ سپہ سالار بھی تھا، مبلغ بھی تھا۔ قاضی بھی تھا۔ تاجر بھی تھا۔ اور بے بدل عالم بھی تھا۔ وہ اخلاق حسنہ کا ایسا نمونہ

Marfat.com

تھا کہ انھیں دیکھ کر غیر لوگ ویسا بننے کے شوق میں اسلام قبول کر لیتے۔ وہ ملک جس کے نام سے تاریخ آشنا نہ تھی۔ اب وہاں کے ہر باشندہ کی گفتگو باقی دنیا کے کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کے فیصلے سے زیادہ وقعت رکھتی تھی۔

مدینہ کی اس چھوٹی سی حکومت کے چاروں طرف ظلم و جہالت کے دیو محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اس کے مغرب میں وہ عیسائی آباد تھے جو علم کو سم قاتل، عورت کو لعنت اور صفائی کو انسانیت کے لئے تباہ کن سمجھتے تھے۔ اس کے شمال مشرق میں بدھ مذہب کے وہ پیرو آباد تھے جنہوں نے بدھ کی تعلیم کو بھلا کر اس کے بتوں کی پوجا شروع کر دی تھی۔ اس کے مشرق میں لاکھوں دیوتاؤں کی پوجا کرنے والے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے والے برہمنوں اور اچھوتوں کا ملک تھا۔ جنوب مغرب میں وہ تاریک براعظم تھا جو آج بھی تاریک ہے۔ مگر اس حکومت کو ان سب سے مقابلہ کر کے علم و عرفان کی شمع کا اجالا کرنا تھا۔ بظاہر اس حکومت کے پاس شان شوکت کا کوئی سامان نہ تھا۔ کوئی ایوان خاص، دیوان عام، قصر حکومت یا کوئی ایسی پر شکوہ عمارت نہ تھی۔ جسے دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جائے کہ رسول خدا اس عمارت میں رہائش پذیر ہوں گے۔ حکومت کے خزانے بھی خالی تھے۔ آمدنی کی صرف چند مدات تھیں۔

۱۔ زکواۃ :۔ حکومت کی مستقل آمدنی جو غریبوں۔ فقیروں، یتیموں کی اولاد اور نومسلموں کی آبادکاری پر خرچ کی جاتی تھی۔ زکواۃ صرف ان مسلمانوں سے لی جاتی تھی جن کی دولت ایک مقررہ مقدار سے زیادہ ہو۔

۲۔ خراج :۔ مفتوحہ علاقوں کی زرعی زمین کی پیداوار کا مقررہ حصّہ، جو حکومت رعایا سے وصول کرتی ہے۔
اس کی آمدنی ملکی دفاع پر خرچ ہوتی تھی۔

Marfat.com

۳ - جزیہ - غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے بدلے ایک مقررہ رقم لی جاتی تھی۔ ان سے فوجی بھرتی ملنے کی صورت میں یہ جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔

۴ - صدقات :- یہ وہ رقوم تھیں جو رضاکارانہ طور پر لوگ خیراتی کاموں کے لئے دیتے تھے۔

۵ - مالِ غنیمت :- کسی دشمن سے لڑائی اور پھر فتح کی صورت میں دشمن کے چھوڑے ہوئے مال کا پانچواں حصہ حکومت کی ملکیت ہوتا تھا۔ اس کا مصرف حکومت کے سربراہ کی مرضی پر تھا۔

۶ - فے :- حکومت کی جائداد کی پیداوار جو سربراہ حکومت اس کے رشتہ داروں اور غربا پر خرچ کی جاتی تھی۔

اس حکومت کے پہلے سربراہ خود رسول اللہؐ تھے۔ صلاح مشورہ کے لئے مجلس مشاورت قائم تھی جس کے بڑے بڑے ممبر انصاری قبائل کے شیوخ اور معزز مہاجرین تھے۔ یہ مجلس مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی۔ مملکت کے فیصلے مجلس کے مشورے سے کئے جاتے تھے۔ یہ قومی ریاست مدینہ۔ تیما۔ جُند، مکہ، نجران، یمن، حضرموت عمان، بحرین اور صوبہ جو کندہ کے صوبوں پر مشتمل تھی جس کا صدر مقام مدینہ منورہ تھا۔ مدینہ کے حاکم خود رسول اللہؐ تھے۔ باقی صوبوں پر الگ الگ نائب مقرر تھے۔

حکومت کو چونکہ کسی سیاسی مقصد کیلئے لڑائی مقصود نہ تھی۔ اس لئے کوئی باقاعدہ لشکر نہ تھا۔ عرب کے جنگجو قبائل کا ہر جوان نیزہ بازی، تیر اندازی، اور شمشیر زنی کا ماہر تھا اسلئے بوقت ضرورت تربیت یافتہ سپاہ میسر ہو سکتی تھی۔ سپاہ میں وہی لوگ شامل ہوتے تھے۔ جو جذبہ جہاد سے سرشار ہوں۔

اس قومی ریاست کو قائم ہوئے ابھی تین سال کا عرصہ ہی گذرا تھا کہ رسول اللہ

Marfat.com

کی وفات ہوگئی ۔ مدینہ ایک ماتم کدہ بن گیا ۔ اور باقی عرب میں باغیوں، مرتدوں اور نبوت کے دعویداروں نے اس حکومت کا وجود خطرے میں ڈال دیا ۔ لیکن آپؐ کی تربیت نے ایسے آدمی تیار کر دیئے تھے جو ہر مصیبت کا ہنس کر مقابلہ کریں ۔ اور اسے پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا دیں ۔ ان کے پاس وہ کتاب مقدس تھی جس کا نور اہرمن و شیطان کی ساری طاغوتی قوتوں کے طوفانوں سے نہ بجھ سکے ۔ اس لئے وہ شمع ان آندھیوں کے مقابلے پر چمکی ۔ اور ایسی چمکی کہ دیکھتے دیکھتے اس کی روشنی ربع مسکون پر پھیل گئی ۔ اور آج تک دنیا کو منور کئے ہوئے ہے ۔

سفید اقوام درخشندہ فلزات کی چمک سے اس نور کی روشنی کو ماند کرنا چاہتی ہیں ۔ شیطان اس تماشہ کو دیکھ کر مکروہ ہنسی ہنس رہا ہے ۔ لیکن سپیدہ سحر کی طرح جو بظاہر اتنا منور نہیں ۔ لیکن ایک عالمگیر حقیقت اور نور ہے ۔ وہ نور قیامت تک امن و راحت کی روشنی دیتا رہے گا ۔ وہ غالب آیا، غالب تھا ۔ اور غالب رہے گا ۔

Marfat.com

کتاب کے ماخذ

قرآن حکیم		
نیا پرانا عہد نامہ		
آسمانی پرکاش	عبد اللہ ناصر الدین	(ویدوں کے حوالہ کیلئے)
بھگوت گیتا	سری کرشن جی	
سیرۃ النبی صلعم	علامہ شبلی نعمانی	
خطبات احمدیہ	سر سید احمد خاں	
تذکرہ	علامہ عنایت اللہ خان المشرقی	
سرود کائنات	سید امیر علی	
تاریخ عرب	پی کے ہٹی	
ارض القرآن	سید سلیمان ندوی	
تفسیر حقانی	شاہ عبد الحق دہلوی	
ترجمان القرآن	مولانا ابو الکلام آزاد	
بخاری شریف	حضرت امام اسماعیل بخاری	
مشکوۃ شریف		
موطا امام مالک	حضرت امام مالک	
ترمذی شریف		
کتاب الحدیث مسلم	امام مسلم	

Marfat.com

مسند احمد بن حنبل	حضرت امام احمد بن حنبل
حیات محمدؐ	ڈاکٹر محمد حسین ہیکل پاشا
الطبقات الکبیر	محمد بن سعد کاتب الواقدی
سیرۃ سیدنا محمد الرسول اللہ	ابو محمد بن عبد الملک بن ہشام
Religion of Islam	M. Mohammad Ali
Life of Mohomed	Sir William Muir

Early development of Mohammedanism
D.S. Margoliouth.

قرآن اور صاحبِ قرآن

بشیر احمد چودھری

ناشر

مکتبۂ اشاعتِ ادب، انارکلی۔ لاہور

Marfat.com